عرب کا چاند

مصنفہ

مورخ اسلام مولانا صادق حسین صدیقی سردھنوی

جس میں

بہادران اسلام کے حیرت انگیز جنگی کارنامے تین لاکھ
عیسائیوں سے بیس ہزار شیران اسلام کا مقابلہ، مسلم خواتین
کی بے نظیر شجاعت کے واقعات دلچسپ پیرائے
میں لکھے گئے ہیں :

قیمت کامل چھ روپے

صادق صدیقی اکیڈمی بمبئی ۸ ۔ مطبوعہ: خواجہ پریس دہلی ۶

التماس

آج دنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان موجود ہیں۔ دنیائے جہان میں اسلامی یادگاریں پائی جاتی ہیں۔ ساری دنیا مسلمانوں کا لوہا مانے ہوئے ہے بعض قومیں اب بھی اسلام اور مسلمانوں کے نام سے تھراتی ہیں یہ کیوں؟

اس لئے کہ اسلامی بہادر شہید ہو کر بھی تاریخوں میں اپنی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا کو تسخیر کرنے کیلئے اٹھے بے جگری سے بڑھے اور دنیا کے کثیر حصّے پر چھا گئے انکی بے نظیر بہادری حیرت انگیز جراٰت آہنی چٹانوں جیسے استقلال شیروں جیسی ہمت کی داستانیں تاریخوں میں جلی قلم سے لکھی ہوئی ہیں مرد تو مرد عورتیں بھی اس بہادری سے لڑی ہیں کہ دنیا انکے کارنامے پڑھ کر حیران ہے لیکن کس قدر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو اپنی تاریخ سے دلچسپی نہیں رہی وہ بھول گئے ہیں کہ انکے اسلاف نے کیا کیا کارہائے نمایاں کئے، اور تو اور انہیں اسلامی بہادروں کے نام بھی یاد نہیں رہے۔ ہم نے

مسلمانوں کی تاریخی بےحسی کو دیکھ کر انہیں تاریخ سے روشناس کرانے کیلئے شاندار تاریخی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا ہے چنانچہ اسی طلائی زنجیر کی چمکدار کڑیاں ناول آفتاب عالم، پہلی صلیبی جنگ، صلیبی جہاد، سنگدل ملکہ، سلطان سبکتگین، بہادر عرب، ایران کی حسینہ، محمد قاسم، مشرق کی حور شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہے ناول ہذا۔

عرب کا چاند

اسی زنجیر طلائی کی ایک چمکدار کڑی ہے اس تاریخی ناول میں اسلامی بہادروں کے حیرت انگیز کارنامے ایسی خوبی سے بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب نہایت بزرگ عالم ہیں آپ نے دوران وعظ میں فرمایا کہ مسلمانوں کو صادق حسین صدیقی کے ناول دیکھنے چاہئیں۔ ان ناولوں میں صحیح واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں۔

(احمد صادق صدیقی)

عرب کا چاند

پہلا باب
تیر نظر

ہمارا ناول ۱۶ھ کے اس زمانہ سے شروع ہوتا ہے جبکہ آفتاب اسلام اپنی جلوہ آرائیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو کر اس قدر بلند ہو چکا تھا کہ اس کی ضیا پاش کرنیں فضائے عالم کو جگمگانے لگی تھیں۔ لوگ جوق در جوق دولت اسلام حاصل کرنے کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔ ملک شام کے عیسائیوں کی زبردست سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا شمالی شہروں میں رایت اسلام لہرانے لگا تھا تثلیث پرستی مٹنے لگی تھی، توحید پرستی کا غلغلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایران کی صدہا سالہ ساسانی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ آتش پرستی سرد پڑ گئی تھی۔ اور آتش خانے ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ تمام ایران میں صرف ایک خدا کی عبادت کی جانے لگی تھی عراق عرب جو بت پرستی کا آماجگاہ تھے گرد و پیش بت پرستی کی لعنت کو دور کر چکے تھے وہاں بھی خدا پرستی ہونے لگی تھی۔

تمام عرب تبان کفر و شرک سے پاک و منزہ ہو کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے سربسجود ہو گیا تھا۔ عربی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سر بکف ہو کر نکل پڑے تھے۔ انہوں نے از مغرور و سرکش لوگوں کے سروں کو خدا کے سامنے جھکا دیا تھا جو خدا کے وجود کے قائل نہ تھے۔

وہ جس ملک میں گئے وہاں کے لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ جو بدبخت ان سے

آمادۂ پیکار ہوئے وہ ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیئے گئے، انھوں نے بڑی جی داری - نہایت
جرأت و شجاعت اور کمال دلیری سے شام اور مصر، فلسطین، جزیرہ ایران و عراق وغیرہ کو اسلام
کا حلقہ بگوش بنا دیا تھا۔ آرمن اور روم باقی رہ گئے تھے۔

ان دونوں ملکوں میں عیسائیوں کی زبردست سلطنتیں اور مضبوط و مستحکم نیز ناقابل تسخیر قلعے
تھے۔ آرمن وروم اور مصر کی عیسائی عظیم الشان لشکر لے کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے
کے لئے امنڈ آئے تھے۔

بجاۃ کا بادشاہ کسوح - نوبہ کا بادشاہ کفور۔ انصبا کا بادشاہ جرجب کا چچیرا بھائی،
قیطاس اور بیانگیری کے بادشاہ ضدور ماس کا افسر اعلیٰ وادریس نہایت تزک و احتشام
اور قدم و حشم سے بھاری بھاری فوجیں لے کر آئے تھے خصوصاً بجاۃ کا بادشاہ مکسوح علاوہ
سواروں اور پیادوں کے ایک ہزار تین سو ہاتھی لایا تھا۔

ان تمام ہاتھیوں پر چوبی عماریاں تھیں جن میں کمانیاں لگی ہوئی تھیں۔ یہ عماریاں
اس قدر وسیع تھیں کہ ایک ایک ہاتھی پر دس دس زنگی (حبشی) سوار تھے جو اسقدر
طویل القامت تھے کہ انکے ڈیل ڈول اور عظیم الجثہ کو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔

عام طور پر ان حبشیوں کا قد دس دس فٹ بلند تھا۔ وہ زمین پر کھڑے ہوئے ایسے
معلوم ہوتے تھے جیسے کوہ ہاتھیوں پر سوار ہوں۔ انکے اجسام کی رنگتیں سیاہ تھیں
آنکھیں سرخ تھیں، جسم گٹھے ہوئے اور قوی نہایت مضبوط تھے۔ رات تو رات انہیں دن میں
دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔

ان زنگی حبشیوں کی تعداد بیس ہزار تھی جو غیر مہذب غیر تربیت یافتہ انسانوں
سے غیر مانوس بالکل وحشی تھے۔ ہر وقت برہنہ رہتے تھے۔ صرف اپنے شانوں پر شیروں
اور ہاتھیوں کی کھالیں ڈالے رکھتے تھے۔

یوں تو ان سب کے پاس ڈھالیں تھیں، بھالے، قرابینیں، فلاخنیں، تیر و کمان
تلواریں، گرز و خنجر وغیرہ سب ہی تھے لیکن وہ زیادہ تر گرز ہی کا استعمال کرتے تھے۔ اور جس
سوار پر گرز مارتے اسے مع گھوڑے کے فنا کر دیتے تھے۔ عیسائیوں نے ان زنگیوں کو بحر روما

سے جکڑا ہوا تھا۔"

جب کبھی ان سے کام لینا مقصود نہ ہوتا تو انہیں زنجیروں میں باندھ کر میدان جنگ میں لایا جاتا اور اشارے سے بتا دیا جاتا کہ فریق مخالف پر حملہ کریں۔ وہ کل کے آدمیوں کی طرح فوراً دشمن پر گرز اندازی شروع کر دیتے اور چشم زدن میں انھیں فنا پسپا کر کے کامران و بامراد ہو کر میدان جنگ سے واپس لوٹتے۔ ان زنگیوں کی زبان سمجھ میں نہ آتی تھی۔ غالباً وہ بھی عیسائیوں کی زبان نہ سمجھتے تھے۔ کیوں کہ ہر کام اشارے سے ہوتا۔ اور ہر بات اشارہ سے سمجھی جاتی تھی۔

اگرچہ عیسائیوں کی تعداد مور و ملخ سے زیادہ تھی۔ دو لاکھ سوار پچاس ہزار پیادے اور بیس ہزار کوتل گھوڑے ہمراہ تھے۔ مگر ان سب سے زیادہ زنگیوں پر ناز تھا۔ عام طور پر عیسائیوں کا خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ یہ حبشی ہی مسلمانوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گے اور اگر کچھ سخت جان باقی بھی رہیں گے تو انکو ہاتھی مسل دیں گے۔

عیسائیوں کا عظیم الشان لشکر بمقام دمشور اسے اسی طرف آٹھ مربع میل کے گردو نواح میں خیمہ زن تھا۔ اور دور ہی سے مسلمانوں کو فنا کر ڈالنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس ٹڈی دل کا سپہ سالار اعظم کفور کا بادشاہ بولص تھا۔ جو بہادر ہونے کے علاوہ چالاک اور فریبی تھا۔

مسلمانوں کا یہ لشکر بیس ہزار تھا۔ یہ مختصر لشکر مختلف سرداروں کی سرکردگی میں تھا مشہور سردار یا رؤسائے عرب میں سے حضرت خالدؓ، زبیر بن العوام۔ فضل بن العباس زیادؓ بن ابی سفیان، عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیق۔ عبداللہ بن عمر فاروق جعفر بن عقیل مقداد بن اسود الکندی۔ عمار بن یاسر۔ ابوذر غفاری، عمر بن العاص، ریاض اور سعید تھے۔"

اسلامی لشکر کے سالار اعظم خالدؓ اور قائد اعظم عمرو بن العاص تھے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ عربی لشکر میں افسر مال اور افسر جنگ علیحدہ علیحدہ مقرر ہوئے تھے۔ اس سے پہلے جس قدر لشکر کشیاں ہو چکی تھیں ان سب میں افسر مال اور

افسر جنگ ایک ہی شخص ہوتا تھا۔

اس اسلامی لشکر کی باگ ڈور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں میں تھی۔ خلیفہ اس جگہ سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ناف عرب کے مشہور شہر مدینہ منورہ میں بیٹھے تھے اور اس لشکر کی قیادت فرما رہے تھے۔ انکے پاس اس سرزمین کا نقشہ تھا۔ وہ نقشہ دیکھکر لشکر کو آگے بڑھنے کی مناسب جگہ پر قیام کرنے اور میدان جنگ میں مورچہ بنانے کی ہدایات کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ اسلامی لشکر بہت ہی تھوڑا تھا اور اس لشکر کو عیسائیوں کے ٹڈی دل عساکر کا علم تھا۔ مگر انھیں دشمن کی کثرت سے کوئی فکر اور اندیشہ نہ تھا!

انھیں دار الخلافت سے پیش قدمی کے احکامات صادر ہو رہے تھے۔ اور دمشق کی جانب کوچ در کوچ بڑھتے جا رہے تھے۔ اسلامی لشکر کے کوچ کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے آگے بطور طلایہ کے میسرہ بن مسروق العبسی پانچسو مجاہدین کی جمعیت سے چلتے تھے؛

ان کے پیچھے جابر بن عبداللہ انصاری اور ذوالکلاع الحمیری ایک ہزار پر جوش مسلمانوں کے ساتھ کوچ کرتے تھے۔ ان کے پیچھے تمام لشکر چلتا۔ لشکر سے تین چار میل کے فاصلے پر مسلم عورتیں اور بچے سفر کرتے تھے۔ ان کے پیچھے ریاضؓ اور سعدؓ پانچسو مجاہدین کے ہمراہ آہستہ آہستہ بڑھتے۔

اس سب سے پیچھے والے لشکر کا یہ فرض تھا کہ مجاہدین یا عورتوں اور بچوں میں سے جو پیچھے رہ جائے یا کسی وجہ سے سفر کرنے کے ناقابل ہو تو اس کو اپنے ساتھ لے لیں اور ہر ممکن سہولت کے ساتھ آئندہ پڑاؤ پر پہنچا دیں۔ نیز اس کا بھی خیال رکھیں کہ دشمن عقب سے آکر عورتوں اور مجاہدین کو نقصان نہ پہنچا سکے؛

اس طرح کوچ کرنے سے اسلامی لشکر دور تک پھیل جاتا تھا اور کوچ کا سبب یہ آخری دستہ جو لشکر اور عورتوں کی حفاظت پر مامور تھا اکثر ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوا کرتا تھا۔ اور دوسرے پڑاؤ پر دن چھپنے کے بعد پہنچتا تھا اس محافظ دستہ کے سردار

ریاض اور سعد تھے۔

یہ دونوں نوجوان کافی وجیہہ تھے۔ خصوصاً ریاض نہایت خوبصورت تھا۔ ایک نوجوان مرد میں خوبصورتی کی جو خصوصیات ہونا چاہئیں اس میں وہ تمام موجود تھیں اس کی عمر بیس اکیس سال کے قریب تھی۔ مونچھوں کی روئیدگی شروع ہو گئی تھی مگر ابھی خط کی روئیدگی کا آغاز نہ ہوا تھا۔

ریاض اور سعد میں بے انتہا محبت تھی۔ ایسی محبت جس کی مثال اس زمانہ میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے لئے حقیقی معنوں میں جان دینے کے لئے تیار تھے۔ اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کو ان دونوں کی دوستی کا حال معلوم تھا۔

ایک روز اسلامی لشکر کوچ کر رہا تھا۔ مجاہدین دستہ عورتوں سے ایک میل کے فاصلے پر پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ اس دستہ کے آگے ریاض اور سعد گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے۔ راستہ سیدھا اور صاف ہونے کی وجہ سے عورتوں کے قافلے کے اونٹ شغدف اور محمل نظر آ رہے تھے۔

آفتاب کسی قدر مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ مجاہدین نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی۔ نرم گرم دن تھے۔ وقت خوشگوار ہو گیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے فرحت خیز چل رہے تھے۔ اردگرد سبزہ زار میدان دور تک پھیلا ہوا تھا۔ گویا نہایت ہی دلفریب منظر تھا۔

سعدؓ نے کہا "ریاض ذرا گھوڑوں کو تیز کر لو۔ دیکھیں عورتیں یا بچوں کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ چلو ریاض نے کہا" اور دونوں نے گھوڑے تیز کر دیئے سامنے عورتوں کا قافلہ جا رہا تھا۔ بہت جلد یہ قافلے میں پہنچ گئے۔

یہاں پہنچ کر دونوں الگ الگ ہو گئے اور اونٹوں و شغدفوں اور محملوں کے پاس جا جا کر بچوں اور عورتوں سے دریافت کرنے لگے کہ آیا انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ کسی نے بھی کسی ضرورت کا اظہار نہ کیا۔

ریاض دریافت کرتا کرتا ایک ایسے محمل کے پاس پہنچا جس پر ریشمیں پردے

پڑے ہوئے تھے۔ اونٹ بھی اچھا تھا۔ اور محمل بھی خوشنما تھا۔ ریاض کو وہ محمل بہت اچھا معلوم ہوا۔ ممکن ہے کہ اس نے پہلے بھی اس محمل کو دیکھا ہو۔ اور کچھ خیال نہ کیا ہو۔ مگر آج اس کا دل خود بخود محمل کی طرف کھنچنے لگا!"

اس نے سن رکھا تھا کہ سرزمین عرب میں رئیس نجد کی پریجمال لڑکی لیلےٰ کا جیسا محمل تھا۔ ایسا کسی کا نہ تھا۔ عرب کے بہت سے رئیسوں اور امیروں نے اس جیسا محمل بنایا، مگر نہ بن سکا!"

لیلےٰ کا محمل تمام دنیا میں، اسی طرح سے مشہور ہو گیا، جس طرح لیلیٰ اور مجنوں کا فسانۂ محبت۔ ریاض کو آج یہ محمل لیلےٰ کے محمل سے بھی اچھا اور بڑھا چڑھا ہوا معلوم ہوا۔ اس نے اپنے دل سے کہا:

کاش اس خوبصورت محمل میں کوئی رشک لیلیٰ سوار ہو۔ اس کے دل نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ ایک ہوا کا جھونکا آیا اور محمل کا پردہ اٹھ گیا۔ ریاض کی نظر قصداً نہیں۔ اتفاقیہ محمل کے اندر جا پڑی۔ اسے حسن کا جگمگاتا ہوا چاند نظر آیا۔ ایک کافر و زاہد فریب لڑکی سامنے بیٹھی تھی۔

اس حور وش لڑکی کا گول چہرہ چاند سے زیادہ روشن تھا۔ پیشانی اونچی اور کشادہ و پُرنور تھی۔ جس پر گھنگھریالے سیاہ بال بے ترتیبی سے بکھرے پڑے تھے۔ جو کہ نہایت ہی پیارے معلوم ہو رہے تھے۔

آنکھیں آم کی پھانک کی طرح سے بڑی بڑی، اور سرمگیں، مست و نکیلی اور رسیلی تھیں ابرو قوس قزح کی طرح تھے۔ کٹیلی آنکھوں پر دراز مژگان کی چلمن پڑی ہوئی تھی۔ رخسار سے بھرے بھرے اور ایسے پرنور تھے کہ ان پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ عارض بالکل گلاب کے پھول تھے۔ جن پر شہابی غازہ کھِرا ہوا تھا۔

ناک نہایت موزوں اور ستواں تھی۔ دہن چھوٹا۔ اوپر کا نازک لب بالکل کلی کی طرح تھا۔ نیچے کا لب اوپر والے لب کی مناسبت سے تھا۔ ٹھوڑی کی گولائی خوبصورت۔ اور ایسی نازک تھی کہ بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ گردن صراحی دار سینہ ابھرا ہوا،

جو نوجوانی کو نمایاں کر کے دیکھنے والے کے دل پر تیروں کی بوچھار کرتا تھا۔

بازو بھرے بھرے تھے۔ وہ نوجوان تھی بہتول تھی۔ خوبصورت تھی۔ بلا مبالغہ دنیا کی حور معلوم ہوتی تھی۔ ریشمین کپڑے پہنے ہوئے کمال شان استغنائی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

جب گستاخ ہوا نے محمل کا پردہ الٹ دیا۔ اور اس حور طلعت لڑکی نے باہر کی طرف دیکھا تو سامنے ہی ریاض کھڑا تھا۔ جو حیرت بھری نظروں سے اس ملائکہ فریب لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

اس پری جمال لڑکی کی نظر بے اختیار ریاض پر پڑی وہ نامحرم کو سامنے دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس کی ہوش ربا آنکھوں سے دلکش شرم و حیا کا اظہار ہوا وہ سمٹ گئی اور اس نے اپنا بدن چرا لیا۔

اس کی یہ ادائیں زاہد کیش تھیں۔ ریاض جگر تھام کر رہ گیا۔ ہوا کا جھونکا نکل چلا گیا۔ محمل کا پردہ خود ہی درست ہو گیا۔ ایک تیر تھا جو ریاض کے جگر میں پیوست ہو گیا۔

ریاض نے زیر لب خفیف آہ کی۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ہاتھ پاؤں کی طاقت جواب دینے لگی۔ قریب تھا کہ وہ بیہوش ہو جائے فوراً ہی سعد برابر آ گیا اور اس نے کہا۔

ریاض! کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہیں لہذا آؤ واپس چلیں! ریاض اس آواز کو سنکر چونک پڑا۔ وہ سنبھل گیا اور اس نے پژمردہ دل سے کہا۔ ہاں آؤ واپس چلیں۔"

سعد نے ریاض کو دیکھا۔ ریاض کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ ہونٹوں پر خشکی دوڑ رہی تھی۔ آنکھوں سے وحشت کا اظہار ہو رہا تھا۔ سعد کو اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔

اس نے کہا: "ریاض! کیا تم کو پیاس معلوم ہو رہی ہے!؟" ریاض بجز ان

کے اور کیا کہہ سکتا تھا۔ راز پوشیدہ رکھنے کے لئے سعدؓ کے حسب منشا جواب دینا ضروری تھا۔

اس نے کہا ہاں! مجھے کسی قدر پیاس معلوم ہونے لگی ہے!

"یہ عجیب کیفیت ہے۔ کہ جب محبت کسی نیک اور شریف طینت انسان کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو وہ محبت کو راز سمجھ کر اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے سعدؓ کے پاس پانی کی چھاگل تھی۔ اس نے جلدی سے چھاگل لے کر ریاض کو دی اور کہا۔ لو تھوڑا پانی پی لو"

ریاض نے پانی پیا۔ سعد نے کہا۔ آؤ اب اپنے دستہ میں واپس چلیں۔

ریاض نے مردہ دلی سے کہا" چلو"

"اب یہ دونوں واپس لوٹے اور اپنے دستے کے قریب پہنچکر دستہ کے ساتھ چلنے لگے"

دوسرا باب

"نظارۂ جمال"

مجاہدین اسلام کا لشکر کوچ در کوچ قیام کرتا مرج کبیر میں جا پہنچا یہ مقام مدائن کے قریب تھا۔ یہاں ایک زبردست میدان واقع تھا۔ ایسا زبردست کہ جس کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے دوسرا کنارہ نظر نہ آتا تھا۔

تقریباً چودہ مربع میل تھا۔ اس میدان کے ایک طرف پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یوں تو یہ تمام میدان سرسبز و شاداب تھا۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ تھے لیکن جو حصہ پہاڑی کے قریب تھا وہ بہت زیادہ سبزہ زار تھا۔

دامن کوہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے درخت کثرت سے کھڑے ہوئے تھے۔ پہاڑی بھی سبزہ زار تھی۔ ہر ذرہ ہر گھاٹی ہر

چٹان اور ہر پتھر سبزہ سے لدا ہوا تھا۔

خودرو اور خوشبودار پھولوں کے پودے اس کثرت سے کھڑے تھے کہ تمام پہاڑی پھولوں کا تختہ معلوم ہوتی تھی۔ عطر بیز پھولوں کی خوشبو سے تمام پہاڑی اور ساری وادی مہکی رہتی تھی۔

اسلامی لشکر دامن کوہ میں خیمہ زن ہوا تھا۔ عورتوں کے لئے عین پہاڑی کے نیچے خیمے نصب کئے گئے تھے۔ عورتوں کے جائے قیام سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر ایک گھاٹی میں پانی کا صاف شفاف چشمہ جاری تھا۔ اکثر عورتیں اس چشمہ سے پانی لینے جایا کرتی تھیں۔

خالد بن ولیدؓ نے ان عیسائیوں کو جاسوسی پر مامور کیا تھا جو کہ مسلمانوں کے ملازم تھے۔ ان لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ چونکہ یہ لوگ عیسائی تھے اس لئے عیسائی لشکر میں جا کر آسانی سے خبریں لے آتے تھے۔ اب تک جو خبریں آئی تھیں وہ یہ تھیں کہ بلاد نوبہ و بربر اور کیاہ کے عیسائی بادشاہ متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کو فنا کرنے کے لئے قسمیں کھا کھا کر آئے ہیں۔

زنگیوں کے متعلق عجیب و غریب اور ہیبتناک خبریں آ رہی تھیں۔ مثلاً ان کے قدموں میں مبالغہ تھا کہ کوئی دس فیٹ بتلاتا تھا کوئی پندرہ فیٹ۔ ایک شخص نے با وثوق ذریعہ سے بیان کیا حبشیوں کا قد تیس فٹ یا دس گز ہے۔ وہ کھڑے ہوئے ہاتھی پر اس طرح سے سوار ہو جاتے ہیں جیسے طرح معمولی آدمی زقند لگا کر گھوڑے پر جا بیٹھتا ہے۔

اس شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ اس قدر شہ زور ہیں کہ گھوڑے کو آسانی سے اٹھا سکتے ہیں۔ جب ہاتھی کی سونڈ پکڑ کر دباتے ہیں تو وہ چنگھاڑنے لگتا ہے۔ نیز موقع پا کر آدمی کو اٹھا کر کچا کھا جاتے ہیں۔

کئی کئی من کا گرز رکھتے ہیں۔ جب غصہ میں آکر گرز مارتے ہیں تو پتھر تک کا سرمہ کر دیتے ہیں۔ ان لاف زنیوں نے اور مبالغہ آمیز افسانوں نے مسلمانوں کو کسی قدر

خوفزدہ اور متوحش بنا دیا تھا۔"

مسلمان مرج کبیر میں پڑے ہوئے اس بات کے منتظر تھے کہ عیسائی لشکر پیش قدمی کر کے اسی میدان میں آ جائے۔ دو وجوہ سے مسلمان اس میدان کو لڑائی کے لئے مناسب سمجھتے تھے۔ ایک تو یہ کہ یہ میدان نہایت طویل و عریض تھا، پانی قریب تھا۔ لہٰذا یہ میدان ہر طرح میدان جنگ بننے کے قابل تھا۔ دوسرے یہ سرحد کا موقع تھا اگر اس جگہ جنگ ہو کر مسلمانوں کو ہزیمت بھی ہو تو وہ بلا کسی دقت اور کثیر نقصان کے واپس ہو سکتے تھے اور [illegible] عیسائیوں کی جمعیت ٹوٹ کر منتشر ہونے سے [illegible] عیسائی ایک جگہ سے حرکت نہ کرتے تھے۔

[illegible] مسلمانوں کی [illegible] انتظار کر رہے تھے۔ یوں تو مسلمانوں اور عیسائیوں [illegible] سے قصبے اور [illegible] تھے مگر ایک نہایت مشہور قلعہ دمشق [illegible] تھا جو دونوں [illegible] میدان [illegible] قریب [illegible] فاصلے پر واقع تھا۔

والی قلعہ [illegible] دروازے بند کر دیئے تھے اور محصور ہو کر قلعہ کے اندر بیٹھ رہا تھا۔ ریاس [illegible] کے تیر نظر [illegible] بالکل زائل ہو چکا تھا۔ اگرچہ وہ [illegible] انتظام [illegible] سے کام لے رہا تھا۔ مگر ہر وقت پژمردہ [illegible] دل [illegible] رہتا تھا۔

[illegible] پہچان لیتا تھا کہ وہ سخت مغموم اور پریشان ہے۔ [illegible] خوفزدہ اور آزردہ خاطر دیکھ کر سخت پریشان ہو رہا تھا۔

[illegible] نے بہت [illegible] دریافت کیا قسمیں دلا کر پوچھا مگر اس نے کچھ نہ بتایا [illegible] اس سے زیادہ اصرار [illegible] پوچھا جاتا تو وہ رو دیتا۔

سعد اس کا رونا [illegible] اس لئے چپ ہو جاتا اور ریاس اٹھ کر چل دیتا۔ ریاس [illegible] دوستی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ سعد سے اپنے درد دل کا حال بیان کر کے [illegible] کرتا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔

ایسا کرنے سے وہ ہمیشہ کے لئے اپنی معشوقہ کے دیدار سے محروم رہ جاتا کیونکہ جس سرزمین کا وہ رہنے والا تھا جس ملک میں اس نے پرورش پائی تھی۔ وہاں کا یہ قانون تھا کہ جو شخص کسی پریزاد پر شیدا ہو جاتا اور اسکے عشق کا حال کھل جاتا۔ اسکی شادی ہونا تو بجائے خود دونوں کا ایک جگہ مل کر بیٹھنا اور دور سے دیکھ لینا غیر ممکن تھا۔

وہ ان باتوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے کسی پر درد دل کا اظہار نہ کرتا تھا سعد ریاض کے اشکبار ہونے۔ آہ کرنے اور زرد پڑ جانے سے یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی ماہرو کے زلف گرہ گیر کا اسیر و شیدا ہو گیا ہے۔ لیکن وہ حور طلعت کون ہے۔

اسی کے معلوم کرنے کیلئے وہ بیتاب اور بیقرار رہتا۔ اسی لئے وہ بار بار ریاض سے دریافت کرتا تھا۔ اس نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ اس پری پیکر کا جس نے اس کے دوست ریاض کا دل لیکر اسے درد الم میں مبتلا کر دیا ہے۔ پتہ معلوم ہوتے ہی اسکی شادی کی سر توڑ کوشش کریگا۔ اسے کامیابی کی امید اس لئے تھی کہ اول تو ریاض خود اچھے گھرانے کا چشم و چراغ تھا شریف اور غیور خاندان کا فرد تھا۔

مالدار تھا۔ ان تمام اوصاف کے باوجود وہ فوج کا سردار بھی تھا نیز سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خوبرو۔ نوجوان اور شریف صفت انسان تھا کسی شخص کو بھی کسی حالت میں اسے اپنا داماد بنانے میں کوئی عذر اور حیلہ حوالی کا موقعہ نہ مل سکتا۔ اور بالفرض اگر کوئی رکاوٹ حائل بھی ہوئی تو وہ کوشش کرتا۔

چونکہ اسکا خاندان تمام عرب میں عزت و وقار مسلم تھا اس لئے اسے یقین کامل تھا کہ اس کی سفارش کسی طرح سے بھی مسترد نہ کی جا سکتی۔ ان وجوہات کے ہوتے ہوئے اس خیال میں ریاض کی کامیابی میں شبہ کی گنجائش نہ تھی۔

لیکن وہ ریاض سے مجبور تھا۔ کیونکہ وہ اپنا راز نہ بتاتا تھا۔ اور بغیر اظہار حقیقت کے کوئی کوشش نہ کی جا سکتی تھی۔ سعد اور ریاض آجکل کے دوستوں کی طرح نہ تھے جو ذرا ذرا سی بات پر بگڑ کر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔

ان کا خلوص اور محبت پائیدار تھی۔ سعد کو کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا تھا

ریاض اس پر بھروسہ نہیں کرتا ہے اگر اسے اس پر اعتماد ہوتا تو وہ اپنا ہمراز بناتا۔ نہیں وہ سچے دوست تھے۔ ان کی دوستی خالص اور بے لاگ تھی اس لئے سعد کو کوئی ملال نہ تھا۔ وہ برابر دریافت حال کی کوشش کر رہا تھا۔

ریاض کا یہ معمول تھا کہ روزانہ پہاڑی پر جاتا اور کسی درخت کے سائے میں پھولوں کے تختہ پر بیٹھ کر کسی کی یاد میں مستغرق ہو جاتا۔ اسے دوبارہ اس حور وش کا دیدار نصیب نہ ہوا تھا جس نے اس کا صبر و قرار لوٹ لیا تھا۔ دراصل وہ شریف طینت انسان تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ پردہ نشینان عرب میں تاک جھانک کرتا پھرے وہ سمجھتا تھا کہ اس طریقہ سے اس کی معشوقہ بدنام ہو جائے گی۔ اور یہ اسے کسی طرح سے گوارا نہ تھا۔

ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر وہ پہاڑی کی طرف جا رہا تھا جب وہ پہاڑی کے قریب پہنچا تو اس نے چند کمسن لڑکیوں کو سبزہ زار پر کھڑے دیکھا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا۔

وہ رقص کرتے ہوئے گا رہی تھیں۔ ان کا پسندیدہ کلام یہ تھا کہ کسی نے کہا: یہ ہم دونوں میں سے کس کی بہادری کی تعریف کی جاتی ہے۔

وہ اپنا نام سن کر ٹھٹکا اور بے اختیارانہ طریقہ سے اس کی آنکھیں ان دوشیزہ لڑکیوں کی طرف اٹھ گئیں۔

وہ حیران و ششدر رہ گیا جبکہ اس نے لڑکیوں میں اس پری جمال کو دیکھا جس کی پیاری صورت اس کے دل پر نقش تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر اس حور لقا کو بھی دیکھنے لگا۔

یہ لڑکی اس قدر خوبصورت تھی کہ اس کے روشن چہرے سے حسن کی شعاعیں نکلتی رہتی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی نظر بھر اس کے رخ روشن کو دیکھ سکے۔

ریاض نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن تجلیات حسن نے اس کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دی۔

اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے اپنی اس کیفیت پر سخت تعجب ہوا۔ اس ماہ تمثال نے اپنی بڑی بڑی اور ہوشربا نگاہیں اٹھا کر ایک نظر ریاض پر ڈالی۔"

پوری نہیں۔ سرسری طور پر دیکھا۔ شرم سے نگاہیں جھکا دیں۔ ناز و حسن نے دیکھنے کی اجازت نہ دی۔"

اس نے نہایت لاپرواہی سے نیز کمال شان استغنائی سے منہ پھیر لیا۔ ریاض پر اس کی کج ادائی نے اور بھی ستم ڈھایا۔ وہ سمجھا کہ حور زاد پری پیکر حسین پر وہ فدا ہے اس سے نفرت کرتی ہے۔ یا نفرت نہیں کرتی تو اسے اچھا بھی نہیں سمجھتی۔

اس سے اسے کمال صدمہ ہوا۔ اور اس کا دل وفور یاس سے بیٹھ گیا۔ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اس کی قریب ترین عزیزہ تھی۔"

اس کا نام مرزوقہ تھا۔ وہ عملوق کی بیٹی تھی۔ نہایت حسین اور شوخ طبیعت کی لکھی پڑھی تھی۔ بدیں وجہ اسے شعر و شاعری کا شوق تھا۔"

اس نے ریاض کی کیفیت دیکھی۔ اس کے دل میں اس کی حالت دیکھ کر خاص اثر ہوا۔

اس نے کہا: "ریاض تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

ریاض بہت زیادہ غمگین معلوم ہونے لگا تھا۔ اس نے کہا: "

مرزوقہ۔ کئی روز سے میری طبیعت خراب ہے!

مرزوقہ۔ تمہارے چہرے سے حسرت برس رہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟"

ریاض کیا جواب دیتا۔ وہ حسرت و یاس کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ ایک دوسری لڑکی نے کہا۔ یا تو اس جگہ کی آب و ہوا ان کی طبیعت کے خلاف ہے یا کوئی اور افتاد آپڑی ہوگی۔"

مرزوقہ نے اس لڑکی سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "سلمیٰ! تم نے ٹھیک کہا۔ آب و ہوا کی خرابی نہیں بلکہ کوئی اور ہی بات ہے۔"

سلمیٰ بھی نہایت خوبصورت تھی۔ یہ نعمان کی بیٹی تھی۔ اس نے مزروعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"مجھے ان پر بڑا ہی ترس آ رہا ہے۔"

ریاض ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ ان کی ہمدردی نے اس کے دل کو اس قدر متاثر کر دیا تھا کہ اگر بدنامی کا خیال نہ ہوتا تو وہ بالضرور رو دیتا اور ان ہر دلکش لڑکیوں سے جو اس سے اظہار ہمدردی کر رہی تھیں اپنے دل کا راز بیان کر دیتا۔

وہ کبھی کبھی دزدیدہ نظروں سے اس غارت گر ایمان کو دیکھ لیتا جس کی نگاہ ناز نے اس کے دل میں خلش پیدا کر دی تھی۔

وہ ناز آفریں لڑکی ایک خوبصورت پرندہ کو دیکھ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے ان لڑکیوں اور ریاض کی گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

مزروعہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: "لیلیٰ ادھر کیا دیکھ رہی ہو؟"

لیلیٰ نے مزروعہ کو دیکھا اور اس نے متانت سے جواب دیا: "کچھ نہیں دیکھو آفتاب بہت ڈھل گیا ہے۔ لہٰذا آؤ اب واپس چلیں۔"

یہ کہتے ہی وہ اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہو گئی۔ اور سب لڑکیاں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں۔

ریاض کا دل اس سیم تن کی اس کج ادائی اور بے رخی سے بالکل ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک گہرا ٹھنڈا سانس بھرا اور اس بے نیاز بیٹھ کو دیکھنے لگا۔ جو سرد مہری سے اس کے دل پر اور چرکا لگا گئی تھی۔

وہ دیکھتا رہا کہ وہ کافر ادا جس کی ہر ہر ادا پر وہ ہزار جان سے والہ شیدا تھا۔ ایک ادائے جانانہ کے ساتھ سبزہ کو پامال کرتی اور اپنی ان نگاہوں کو مسلتی ہوئی چلی جا رہی تھی جو وہ اس کے ہر قدم کے نیچے بچھا رہا تھا۔

جب وہ کسی قدر فاصلے پر چلی گئی تو اس نے پھر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور آہستہ آہستہ سے کہا۔

"اے رشکِ قمر، پری پیکر! تو کس قدر بے رحم ہے۔" عزرہ نے اس کا نام لبنیٰ لیا تھا۔ اسے آج سے پہلے اس زاہد فریب کا نام تک بھی معلوم نہ ہو سکا تھا۔ آج اتفاقیہ معلوم ہو گیا تھا۔ جس طرح سے اس کی پیاری صورت اس کے دل پر نقش ہو گئی تھی اسی طرح اس کا نام بھی دل پر منقش ہو گیا تھا۔

اس نے کہا: "لبنیٰ! آہ کیا پیارا نام ہے۔ اس رشکِ لیلےٰ کا نام لبنیٰ ہی ہونا چاہیے تھا۔"

آج وہ پہاڑی کی طرف نہ گیا۔ بلکہ وہاں سے لوٹ کر اپنے خیمے پر جا پہنچا۔ اور خیمہ کے اندر جا کر کپڑا اوڑھ کر فرش پر پڑ رہا۔

وہ لبنیٰ پر دل و جان سے شیفتہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لبنیٰ ہی سما رہی تھی۔ زبان پر لبنیٰ کا نام تھا۔ اور دل میں لبنیٰ کی تصویر تھی۔ ابھی اسے اس طرح منہ لپیٹے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سعد خیمہ میں داخل ہوا۔

وہ ریاض کو اس طرح منہ پڑے ہوئے دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اور کچھ دیر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا رہا۔ ریاض خیالِ یار میں محو تھا۔ اسے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔

سعد بڑھ کر اس کے قریب گیا۔ اور اس نے محبت بھرے لہجہ میں اسے پکارا "پیارے ریاض!"

ریاض چونک پڑا۔ وہ سمجھا تھا کہ کوئی خادم ہے۔ اس نے جلدی سے کپڑا منہ سے ہٹا کر دیکھا۔

سعد کو کھڑے ہوئے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا۔ اور اس نے کہا "بھائی سعد! آؤ بیٹھ جاؤ۔"

سعد اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے غور سے ریاض کو دیکھا۔ ریاض کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ سعد تڑپ گیا اور اس نے کہا۔

"ریاض خدا کے لئے بتا! تو کیوں مغموم نظر آتا ہے؟"

اس ہمدردی کو دیکھ کر ریاض کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اور قریب تھا

کہ وہ رازِ دل زبان سے بیان کر دے کہ فوراً لبنیٰ کی معصوم صورت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور فوراً اس کا خیال بدل گیا۔

اس نے دل میں کہا "میں اس معصوم دوشیزہ کو بدنام نہ کروں گا! اس کے فراق میں گھل گھل کر مر جاؤں گا۔ مگر اس کی محبت کا راز زبان پر نہ لاؤں گا۔"

یہ خیال کرتے ہی وہ سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ سعد نے پھر کہا "ریاض خدا کے لئے بتا دے کہ آخر تجھے کیا غم ہے؟"

ریاض نے آہستہ سے کہا "کچھ نہیں سعد، تم زیادہ اصرار نہ کرو۔"

سعد نے کہا "میں ہرگز اصرار نہ کرتا، اگر تمہیں اس قدر مضطرب الحال اور پریشان نہ دیکھتا۔"

ریاض: "اب میں مضطرب نہ ہوں گا۔"

سعد نے بلند آواز سے کہا "یہ غیر ممکن ہے۔"

ریاض نے تعجب خیز نظروں سے سعد کو دیکھ کر دریافت کیا "غیر ممکن کیوں ہے؟"

سعد نے متانت کے لہجہ میں جواب دیا "اس لئے کہ تمہاری حالت یہ بتا رہی ہے کہ تم کسی کو [illegible] دے چکے ہو۔ اور جب تک دردِ دل کا علاج نہ ہوگا اضطراب دور نہیں ہو سکتا۔"

سعد کی اس گفتگو سے گویا ریاض نے سمجھ لیا کہ جس راز کو وہ چھپانا چاہتا تھا اس کو دوست نے معلوم کر لیا ہے۔ اب اسے افشائے راز سے اپنی بدنامی کا خیال نہیں تھا بلکہ لبنیٰ کی بدنامی کا ڈر تھا جس کی محبت میں وہ جل رہا تھا۔

[illegible] اس افشائے راز سے کمال [illegible] اس نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا تھا تاہم اپنی نظروں میں وہ خود قصوروار نظر آنے لگا تھا۔

سعد اس کی یہ کیفیت نہایت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے چہرے سے وہ خیالات معلوم کر لئے جو اس وقت اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

اس نے کہا "ریاض! اقرار کرو کہ تمہیں کسی حور وش سے محبت ہو گئی ہے۔ ریاض

نے سر جھکا لیا ۔ اور کہا ۔

"نہیں سعد ! یہ بات نہیں ہے "

سعد نے کہا ۔ "تم لاکھ انکار کرو میں ماننے والا نہیں ہوں ۔ تم مجھے نہیں بتاتے تو نہ بتاؤ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ میں تمہارا راز دریافت کر کے رہوں گا !"

ریاض نے کہا ۔ "میرا کوئی راز نہیں ہے "

سعد ۔ "خیر دیکھا جائے گا "

تھوڑی دیر اور بیٹھ کر سعد اٹھا اور چلا گیا ۔ ریاض کو اس بات کا فکر ہوا کہ سعد اس کا راز دریافت کرنے کی فکر میں لگ گیا ہے ۔ اس نے اپنے دل میں کہا ۔ اب اور بھی محتاط رہوں گا "

وہ شام تک خیمہ میں پڑا رہا ۔ نماز بھی خیمہ میں پڑھی ۔ شب بھر فراق یار میں کروٹیں بدلیں ۔ صبح بیدار ہو کر نماز پڑھی ۔

قرآن کریم کی تلاوت کی اور جب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا ۔ تو وہ حسب معمول پہاڑی کی جانب روانہ ہوا ۔

جب وہ اس میدان میں پہنچا جہاں گزشتہ روز اس نے لیلیٰ کو دیکھا تھا تو وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا ۔ آج یہ میدان خالی تھا ۔ اور خالی میدان دیکھ کر اسے کمال رنج ہوا ۔

وہ سرد آہ بھر کر آگے بڑھا چند ہی قدم کے فاصلے پر ایک درہ تھا وہ درہ میں داخل ہوا ۔ اس درہ کے دونوں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں ... ہو کر ... سبزہ سے لدی ہوئی کھڑی تھیں "

کچھ دور چل کر دائیں طرف ... دو ... میں آگئیں ... تھوڑے فاصلہ طے کرنے پر ایک ... بار ... وادی ... ہو گئی ۔ اس وادی میں ہر طرف ... کے تختے تھے "

رنگ برنگ کے خوشنما پھول کھل رہے تھے ۔ وہ خوشبو سے تمام وادی مہک

رہی تھی۔ ریاض قدرت کی اس گل کاری کو دیکھتے ہوئے سر جھکائے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

"دفعتاً اس نے اپنے قریب سے سسکی کی آواز سنی۔"

وہ چونک پڑا اس نے داہنی طرف دیکھا، اسے پھولوں کے تختہ کے پاس لبنیٰ کھڑی نظر آئی جو کہ اپنی انگلی میں پھونکیں مار رہی تھی۔

ریاض اس پری پیکر کو دیکھ کر مبہوت کھڑا رہ گیا۔ اس وقت لبنیٰ تنہا تھی۔ وہ بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ سیاہ گیسوؤں کی لمبی لمبی لٹیں ہر دو شانوں کے دونوں طرف سے نکلی ہوئی گداز سینہ کے دونوں طرف پڑی تھیں۔ زلفوں میں پھولوں کے گچھے لگے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اپنی بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھیں اپنی انگلی پر جمائے ہوئے تھی۔

بار بار [illegible] دزدیدہ نظروں سے ریاض کو بھی دیکھ لیتی تھی۔ اس بت طناز کو دیکھ کر ریاض کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور بے ساختہ اس کے قدم آگے بڑھ گئے اور [illegible] دیکھنے لگا۔ لبنیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"[illegible] یہ [illegible] کا [illegible] ہوں [illegible] گئے ہیں۔"

ریاض نے [illegible] اس وقت اس کا [illegible] کانٹا لگ گیا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ بڑھ کر لبنیٰ کے قریب پہنچا۔

اس نے کہا "کیا میں دیکھ سکتا ہوں کہ کانٹا کہاں لگ گیا ہے؟"

لبنیٰ نے [illegible] نظریں اٹھا کر ریاض کو دیکھا ریاض ان جادو نگار نگاہوں [illegible] ہو گیا۔ اس کا دل پہلے سے بھی زیادہ زور زور سے دھڑکنے لگا۔

لبنیٰ نے اپنا نرم و نازک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

ریاض نے نہایت محبت اور بڑے پیار سے آہستگی کے ساتھ اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ لیا۔

پری جمال لبنیٰ کا ہاتھ گورا، اور گداز تھا۔ ہتھیلی صاف، نرم اور ملائم تھی انگلیاں پتلی اور لمبی تھیں۔ ناخن ہلکے رنگ کے گلابی تھے۔ انگلیوں کی پوروں سے حسن کی لو نکلتی معلوم ہو رہی تھی۔

ریاض اس پیکر حسن کا ہاتھ دیکھ کر اس کے نظارے میں کچھ ایسا محو ہوا کہ اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ وہ اس بات کو بھول گیا کہ کیوں اس نے خود مہوش لبنیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

نیز اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ نازک اندام دوشیزہ کی انگلی میں کانٹا لگا ہوا ہے۔ اور اس کانٹے سے اسے تکلیف ہو رہی ہے۔

اگر اس کی نگاہیں لبنیٰ کے گورے گورے اور ملائم ہاتھ نیز لمبی لمبی نازک خوبصورت انگلیوں پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن اسے کانٹا نظر نہ آیا۔

دراصل اس نے کانٹے کو دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ تو انگلیوں اور ہتھیلی کے نظارہ میں ہی محو ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو لبنیٰ نے انتظار کیا کہ شاید ریاض کانٹے کو دیکھ رہا ہے اور اس کے نکالنے کی تدبیر سوچ رہا ہے۔ لیکن جب دیر ہو گئی تو اسے خیال ہوا کہ شاید ریاض کی نظر موٹی ہے اور اسے کانٹا نظر نہیں آیا ہے۔

مگر جب زیادہ دیر ہوئی اور اس نے ریاض کی طرف دیکھا تو وہ اسے بے انتہا محبت بھری نظروں سے اپنے نیم عریاں ہاتھ کی ہتھیلی اور انگلیوں کی طرف محو نظارہ دیکھ کر شرما گئی۔

دوشیزگی کی حیا نے اس کے چہرے کے شہابی رنگ کو کسی قدر تیز کر دیا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دلفریب اور حسین نظر آنے لگی۔

ریاض بیچارہ صرف ہاتھ ہی کے نظارہ میں محو تھا۔ اس نے اس وقت اس کے پیارے چہرے کو نہیں دیکھا ورنہ قیامت ہی ٹوٹ پڑتی۔

لبنیٰ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا۔ اب ریاض ہوشیار ہوا لبنیٰ نے

ترنم ریز لہجہ میں کہا۔

"کیا ابھی تک کانٹا نظر نہیں آیا؟"

ریاض نے ندامت خیز نظروں سے لبنیٰ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دراصل میں نے ابھی تک کانٹا دیکھا ہی نہیں"

لبنیٰ نے حیرت بھری نظروں سے ریاض کی طرف دیکھ کر کہا "اور کیا کر رہے تھے؟"

ریاض اس کا کیا جواب دیتا۔ اس نے انگشت شہادت کو دیکھا اس میں کانٹا لگا ہوا تھا۔ لیکن اوپر ہی تھا۔ ذرا سی کوشش سے نکل سکتا تھا۔ مگر یا تو نازک اندام دوشیزہ نے کانٹا نکالنے کی کوشش نہیں کی یا کانٹے سے ڈر گئی اور نکال نہ سکی یا قصداً نہیں نکالا۔

ریاض نے کمال ہوشیاری سے کانٹا چٹکی سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

اگرچہ کانٹا کھینچنے سے خون کی بوند نمودار ہوئی۔ کیونکہ وہ جلد کے اوپر ہی کے حصے میں تھا۔ لیکن نازنین لبنیٰ نے اس پر بھی آہستگی سے سسکی بھری۔ ریاض اس سسکی کی آواز سنتا بے قرار ہو گیا۔

اس نے حسرت سے لبنیٰ کو دیکھا۔ لبنیٰ اپنی انگلی کو دیکھ رہی تھی۔ ریاض نے کہا "کانٹا اوپر ہی تھا خون نہیں جھلکا ہے۔"

لبنیٰ نے ایک دو پھونکیں اپنی انگلی پر مار کر کہا "خون تو بیشک نہیں۔ مگر تکلیف تو ہوئی ہے"

ریاض "چونکہ تم بہت زیادہ نازک ہو اس لئے تکلیف کا احساس ہوا"

لبنیٰ نے کسی قدر متبسم ہو کر کہا "اس میں نزاکت کو کیا دخل؟ کانٹا لگنے سے تکلیف تو ہوتی ہی ہے"

ریاض اس کے چاند سے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ تبسم نے اس کا چہرہ اور بھی دلفریب کر دیا۔ ریاض کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں اور اس نے کہا۔ بیشک آپکو تکلیف

ہوئی۔ لیکن مجھے نہ ہوئی۔

لبنیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہارا دل سخت ہے! تم برداشت کر سکتے ہو" ریاض نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"میرا دل سخت نہیں ہے بلکہ بہت گداز ہے۔"

لبنیٰ نے بے قرار ہو کر دریافت کیا: "گداز کیوں ہے؟"

ریاض نے جواب دیا "میں بتا دیتا مگر آپ کی خفگی کا اندیشہ ہے۔"

لبنیٰ نے تعجب سے ریاض کو دیکھ کر کہا "میری خفگی کا؟ ... اچھا تم اندیشہ نہ کرو۔"

ریاض نے کہا "میرے دل میں کسی کی محبت نے گھر کر لیا ہے اسی لئے گداز ہو گیا ہے۔"

یہ سنتے ہی لبنیٰ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ گھبرا گئی اور اس نے کہا "کس سے محبت ہو گئی ہے؟" ریاض نے محبت بھری نظروں سے اس رشک قمر کو دیکھ کر کہا۔

"تم سے لبنیٰ! تمہاری الفت نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے" لبنیٰ کا چہرہ فق ہو گیا۔ آنکھیں خوف کے اظہار سے [illegible] کی طرح معلوم ہونے لگیں اور نازک لبوں پر خشکی دوڑ گئی۔

ریاض ایک قدم آگے بڑھا۔ اس نے بڑھ کر اس کا نرم گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا "تم برا مانو، خفا ہو یا سزا دے لو لیکن میں تمہارا پرستار ہوں! میرے دل میں تمہاری الفت اثر کر گئی ہے۔" لبنیٰ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"ریاض! مجھے بدنام نہ کرو۔ ہائے اگر کسی کو معلوم ہو گیا تو میں رسوا ہو جاؤں گی" ریاض یہ سنکر تڑپ گیا۔ اس نے کہا "لبنیٰ! خوف نہ کرو۔ میں تمہیں رسوا نہ ہونے دوں گا۔ مر جاؤں گا مگر کسی سے تمہاری محبت کا تذکرہ تک نہ کروں گا۔"

لبنیٰ نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا "یہ غیر ممکن ہے جس طرح سے تم نے آج میرے سامنے اظہار محبت کیا ہے کل دوسرے کے سامنے بھی ضرور کرو گے اور اسی طرح سے میں بدنام ہو جاؤں گی۔"

ریاض نے جلدی سے کہا "عصمت مآب دوشیزہ! اطمینان رکھو اب محبت کا نام بھی میری زبان سے نہیں نکلے گا۔"

تمہارے سامنے اس لئے اظہار کر دیا۔ کہ جب میں تمہاری فرقت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں تو تم سمجھ لو کہ کوئی نا شاد تم پر سے قربان ہو گیا۔

لبنیٰ نے ترحم خیز نظروں سے ریاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ریاض! تم محبت کو اپنے دل سے نکال دو!" ریاض نے دلبری سے کہا۔

"یہ غیر ممکن ہے۔ میں عذری ہوں اور اس قبیلہ کے آدمی جب عاشق ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔"

لبنیٰ کے پیارے اور روشن چہرے پر غم کی گھٹا چھا گئی۔ اس نے کہا "ریاض! یہ بری بات ہے۔ محبت سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔"

"نہیں نہیں لبنیٰ! خوش آئندہ خواب ہے۔ جب تک مجھے محبت نہ ہوئی تھی میرے شب و روز خشکی سے کٹتے تھے۔ لیکن جب سے محبت ہوئی ہے خوب ایام گزر رہی ہے۔"

لبنیٰ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک آواز آئی "ریاض میں نے آج تمہاری محبت کا راز معلوم کر لیا۔"

دونوں چونک کر اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے آواز آئی تھی۔ ادھر سے

لہ عذرہ یمن و عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا۔ یہ قبیلہ بنی عذرہ عشق بازی کے لیے مشہور تھا۔ اسی قبیلہ میں جمیل بن معمر پیدا ہوا تھا جس کو دنیا جمیل بثینہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ عشق کی بدولت عذری کا یہاں تک شہرہ ہو گیا تھا کہ العشق من بنی عذرہ یعنی فلاں شخص بنی عذرہ سے بھی زیادہ عاشق مزاج ہے کہ مثل مشہور ہو گئی تھی۔ ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں اس قبیلہ سے ہوں جس کے لوگ جب عاشق ہوتے ہیں تو ضرور مر جاتے ہیں۔ ایک لڑکی سن رہی تھی۔ اس نے بے ساختہ کہا: عذری (ورب الکعبہ) یعنی خدا کی قسم تو عذری ہے گویا عذری قبیلہ میں عشق و محبت روایت بن گئی ہے۔ اس قبیلہ کا ہر شخص عاشق مزاج ہوتا ہے۔ (صادق صدیقی)

سعد آتا ہوا نظر آیا۔ ریاض اسے دیکھکر شرمندہ ہو گیا۔ اور بلینا پر خوف طاری ہو گیا۔ بیساختہ اس کی زبان سے نکلا! "آہ سعد آگیا" اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ قریب تھا کہ وہ بیہوش ہو کر فرش پر گرے کہ ریاض نے اسے گرتے ہوئے دیکھ لیا۔

اس نے جلدی سے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ حور طلعت بلینا کا سر ریاض کے شانے پر آ کر رک گیا۔ سعد بھی لپک کر قریب آگیا اور اس نے اپنے کرتے کے دامن سے اس نازنین کو ہوا کرنا شروع کی۔

ریاض حیران تھا کہ سعد کو دیکھتے ہی بلینا کیوں بیہوش ہو گئی ہے۔ اس نے بہت کچھ غور کیا۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اب یہ دونوں پری جمال بلینا کو ہوش میں لانے کی فکر کرنے لگے۔

تیسرا باب

"احساس ندامت"

کچھ عرصہ کے بعد بلینا نے اپنی ہوشربا آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سعد اب بھی سے ہوا کر رہا تھا۔ اور اس کا دلدادہ ریاض اسے اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ اس کا نازک سا سر ریاض کے شانے پر رکھا تھا۔

اس نے ہوش میں آتے ہی آہستہ آہستہ سر اٹھایا۔ اور ریاض کی آغوش سے نکل کر الگ کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہ شرم و حیا کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ نازک سر بار حیا سے جھکا ہوا تھا۔ اور آنکھیں سبزہ پر لوٹ رہی تھیں۔

بھولے اور پرنور چہرے پر انتہائی شرم کی علامتیں پیدا تھیں۔ پھول سے رخسار پسیج کر عرق آگیں ہو گئے تھے۔ ریاض کی نظروں میں وہ اس وقت پیکر نور اور حسن و خوبصورتی کی بہترین تصویر معلوم ہو رہی تھی۔ شہابی گال پسیج کر گلاب کا پھول بن گئے تھے۔

ریاض میٹھی میٹھی نظروں سے اس دُرِ یکتا عرب کے چاند کو دیکھ رہا تھا سعد نے اس حور طلعت پری چہرہ سے خطاب کرتے ہوئے دریافت کیا۔ "لبنیٰ اب کیسی طبیعت ہے؟"

لبنیٰ نے سر جھکائے ہوئے نغمہ زا لہجہ میں کہا "اچھی ہے بھائی جان میں آپ کی نظروں میں خطاوار ہوں۔ لیکن گناہگار نہیں ہوں"

ریاض نے جلدی سے سعد کی طرف دیکھا۔ سعد کے لبوں پر خفیف سا تبسم تھا۔ ریاض کو حیرت ہوئی تھی کہ لبنیٰ سعد کو دیکھ کر بے ہوش ہوگئی۔ اب یہ معمہ حل ہوگیا۔ لبنیٰ نے سعد کو بھائی جان کہا تھا۔ جس سے ریاض سمجھ گیا کہ لبنیٰ سعد کی ہمشیرہ ہے۔

یہ دونوں دوست عرب سے فلسطین آئے تھے۔ اور دونوں نے عمرو بن العاص کے لشکر میں شریک ہو کر ... آئے تھے ریاض تنہا آیا تھا لیکن سعد کے ہمراہ اس کی ہمشیرہ آئی تھی۔

ریاض کو یہ معلوم تھا کہ سعد کے ساتھ اس کی بہن بھی ہے لیکن نہ اسے اس کی بہن کا نام معلوم تھا۔ اور نہ اس نے اسے کبھی دیکھا تھا۔

ان دونوں کے ساتھ ان کے وطن سے اور بھی بہت سے اعرابی آئے تھے۔ ان میں سے بھی اکثروں کے ساتھ عورتیں آئی تھیں۔ عورتیں الگ رہتی تھیں مرد الگ۔

اس وجہ سے ریاض کو لبنیٰ کے دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ آج اتفاقیہ طور سے اسے معلوم ہوا کہ لبنیٰ وہ لبنیٰ جس پر وہ ہزار جان سے شیفتہ ہو چکا تھا۔ اس کے دوست کی ہمشیرہ ہے۔

اس انکشاف پر اسے سخت افسوس ہوا اور اس افسوس کے ساتھ ندامت کا حصہ زیادہ تھا۔ اس نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

سعد نے پری جمال لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "لبنیٰ میں نے تمام باتیں سُن

لی ہیں۔ تو میری نظروں میں نہ خطاکار ہے نہ گناہگار ہے۔۔۔۔

ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میں گناہگار ہوں ساری خطا میری ہے میں کسی شریف آدمی کے پاس بیٹھنے کے لائق نہیں۔"

ریاض بہت افسردہ خاطر اور شرمندہ تھا۔ سعد مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا دوست! تمہارا کچھ قصور نہیں ہے تم لیلٰے کو نہیں جانتے تھے۔ اگر تم اس سے واقف ہوتے تو اسے اپنی عزیزہ سمجھتے اور جو کیفیت تمہاری ہوئی ہے وہ ہرگز نہ ہوتی۔ لیکن تم نے کسی دوشیزہ سے محبت ہونے پر بھی اپنا وطیرہ شریفانہ رکھا ہے۔ اور جس طرح محبت کے راز کو چھپایا ہے۔ اس سے تمہاری اصل فطرت کا اظہار ہوتا ہے۔"

ریاض کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ خود شرم و حیا سے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ جب یہ خیال سے اس کو محبت ہو گئی تھی وہ اس کے دوست کی ہمشیرہ تھی۔ اسی طرح سے کبھی شرافت کا تقاضا یہ نہ تھا کہ وہ اپنے دوست کی ہمشیرہ پر بری نظر ڈالتا۔

اگرچہ دل پر کسی کا قابو نہیں ہوتا۔ محبت رک نہ سکی تھی۔ لیکن اگر اسے پہلے معلوم ہوتا کہ وہ جس حور صفت کو پیار کرنے لگا ہے۔ وہ اس کے دوست کی عزیزہ ہے تو وہ محبت کو بڑھنے نہ دیتا۔ مگر لاعلمی میں اسے اس ہستی کے روزگار سے محبت ہو گئی تھی۔ ادھر مست شباب لیلٰے شرم و حیا کی پتلی بنی کھڑی تھی۔ دونوں شرمندہ تھے بڑھی ہوئی حیا نے دونوں کے چہروں کو دل فریب بنا دیا تھا۔ سعد نے ریاض سے کہا۔

"ریاض! آخر تم اس قدر شرمندہ کیوں ہو۔ تمہارا قصور کیا ہے؟"

ریاض نے کہا۔ "دوست! اس وقت سخت تکلیف ہو رہی ہے میں شرم و ندامت سے کٹا جا رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

یہ کہتے ہی وہ سعد کے پاس جا کر دو زانو کھڑا ہو گیا۔ اس نے مکرر کہا خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔"

سعد نے آہستہ سے اسے اٹھایا اور اسے اپنے سینہ سے لگا کر کہا۔ ریاض تم مجھے گنہگار نہ بناؤ۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ اور اگر تم خود کو گناہ گار اور خطا کار سمجھتے ہو تو میں نے معاف کر دیا۔ آؤ اب لشکرگاہ میں واپس چلیں۔

ریاض نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ سعد کے ہمراہ سر جھکا کر روانہ ہوا۔ لبنیٰ بھی کمال نزاکت کے ساتھ دلوں کو [illegible] ہوئی روانہ ہوئی۔

یہ تینوں اس وادی سے نکل کر درہ میں آئے اور آہستہ آہستہ لشکرگاہ میں داخل ہو گئے۔

سعد نے لبنیٰ کو رخصت کر دیا۔ اور وہ اپنے خیمہ کی جانب روانہ ہوئی۔ سعد ریاض کے ہمراہ اس کے خیمہ کی طرف چلا۔

ریاض کا خیمہ تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ اسلامی لشکر بھی دور تک خیمہ زن ہوتا چلا گیا تھا۔ خیمے قطار در قطار دور دور تک نصب ہوتے چلے گئے تھے۔ ہر قطار تقریباً فرلانگ طویل تھی۔ ہر دو قطاروں کے درمیان گھوڑے کھڑے تھے۔ گھوڑوں کے بعد آمد و رفت کا راستہ تھا۔ اور راستے کے بعد پھر خیموں کی قطار تھی۔

اس طرح [illegible] کے خیمہ زن ہونے سے دور تک خیمے نصب ہوتے چلے گئے تھے۔ اس طرح سے خیمہ زن ہونے سے اسلامی لشکر کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تھی۔ [illegible] اس وقت آفتاب بہت کچھ بلند ہو گیا تھا [illegible] اور سفید سفید خیمے دھوپ میں چمک رہے تھے۔

مجاہدین اسلام خیموں کے سامنے گھاس کے فرش پر بیٹھے ہوئے نہایت اطمینان سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہا تھا۔ کوئی ہتھیار صیقل کر رہا تھا۔

کوئی گھوڑے کو مالش کر رہا تھا۔ کوئی قرآن کریم حفظ کر رہا تھا۔ اور بہت سے یونہی خاموش بیٹھے [illegible] رہے تھے۔

غرض کہ ہر مسلمان کسی نہ کسی کام میں مشغول تھا۔ اور بیکار کوئی نہ بیٹھا تھا۔ سعد

اور ریاض دونوں خاموش چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے خیمہ آگیا۔ دونوں خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔

سعد نے کہا۔ ریاض سنو! میں اس لئے تمہارے ساتھ آیا ہوں ... ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "تاکہ تنہائی میں مجھے میری نازیبا حرکت پر سرزنش کرو"!

سعد نے متانت کے لہجہ میں کہا۔ نہیں فضول شرمندہ اور پریشان ہو رہے ہو۔ تم نے کوئی نازیبا حرکت اور خلاف شرافت کام نہیں کیا ہے میں تمکو سرزنش کرنا نہیں چاہتا۔

ریاض "پھر آپ کس لیے آئے ہو؟"

سعد میں خوش ہوں کہ تم کو جس لڑکی سے محبت ہو گئی ہے وہ میری حقیقی بہن ہے۔ وہ ماشاء اللہ جوان ہے۔ دنیا میں اس کا میں ہی بھائی اور میں ہی باپ ہوں اس کے عقد کا فکر تھا، اب وہ فکر دور ہو گیا۔

سعد خاموش ہو کر ریاض کی طرف دیکھنے لگا۔ سعد کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور سعد و بہن یتیم و لسیر ہو گئے تھے۔ ان دونوں بھائی بہن میں بہت زیادہ محبت تھی۔ سعد کسی طرح سے بھی بہن کا دل میلا نہ ہونے دیتا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ میدان جنگ میں لایا تھا۔

ریاض ابھی تک شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ تب سعد خاموش ہوا تو ریاض نے ندامت آلود نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سعد نے کہا، ریاض بخدا! میرا فکر دور ہو گیا ہے۔ تم شریف، نیک، بہادر اور ہونہار نوجوان ہو۔ میرے دوست ہو، ہم قبیلہ ہو۔ گو عرب کا یہ آئین ہے کہ جن دو دلوں میں محبت ہو جاتی ہے۔ ان کو کسی طرح سے بھی آپس میں نہیں ملنے دیتے ہر اعرابی اس میں اپنی ذلت محسوس کرتا ہے لیکن میں اسے عزت سمجھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ بلقیس دو شیزہ عذرا تمہاری ہے۔

ریاض یہ سنکر سعد کا شکریہ بن گیا۔ اپنے دوست کی یہ مہربانی دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ فرط حیرت سے زبانی شکریہ بھی ادا نہ کر سکا اور نہ کوئی دیگر الفاظ

بھی اس کی زبان سے نکل سکے۔"
سعد نے پھر کہا۔ "دوست! تم پریشان خاطر ہو رہے ہو۔ لہٰذا تمکو یکسوئی حاصل کرنے کے لیے تنہائی کی ضرورت ہے۔ میں اب جا رہا ہوں انشاء اللہ کل پھر آؤں گا۔"
یہ کہتے ہوئے سعد واپس لوٹا اور خیمہ سے باہر نکل کر چلا گیا۔ ریاض پر کچھ ایسی سرشارانہ حیرت و بے خودی اثر انداز ہو رہی تھی۔ کہ نہ وہ سعد کو روک سکا اور نہ کچھ کہہ سکا۔
جب سعد چلا گیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔ شریف دوست! تم کس قدر فیاض اور نیک نیت ہو وہ خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اور خیالات میں ایسا محو و منہمک ہوا کہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اسے بحر تخیلات میں غواصی کرتے گذر گیا یہانتک کہ آفتاب نصف النہار پر آ پہونچا۔
"خدا جانے وہ کب تک اسی طرح سے بیٹھا رہتا کہ اس کا خادم حاضر ہوا اور اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ ریاض کو بھوک نہ تھی لہٰذا اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔"
خادم چلا گیا۔ اور ریاض اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر سو رہا جب ظہر کی اذان ہوئی تو وہ نماز کیلئے اٹھا۔ اور اس میدان میں پہنچا جہاں تمام مجاہدین نماز کے لیے جمع ہو رہے تھے سب کے ساتھ اس نے بھی وضو کیا اور نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر جلدی سے وہ لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا واپس خیمہ میں آ کر پھر پڑ رہا۔
وہ سارا دن خیمہ میں پڑا رہا۔ ندامت نے اسے باہر نکل کر لوگوں سے آنکھیں چار کرنے کی جرأت نہ ہونے دی۔ رات کو اس نے خادم کے اصرار و تکرار سے کچھ کھانا کھایا۔ اور عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر جا لیٹا۔ لیٹتے ہی اسے خیال آیا کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہے جو عربوں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً کسی شریف آدمی سے سرزد نہ ہوئی ہو گی۔ کسی دوست کی ہمشیرہ سے محبت کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ جو کہ انسانیت کے خلاف اور شرافت کے منافی حرکت تھی۔

اس خیال نے اسے اپنی ہی نظروں میں بکمال حقیر کر دیا۔ وہ سوسائٹی احباب و عزہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ اس نے کہا: "سعد جیسے قدر شریف، نیک دل، صاف باطن اور نجلہ دوست ہے۔ میں اسی قدر ذلیل و بدکار، بد باطن اور بد سرشت ہوں میں اس قابل نہیں ہوں کہ شریف عربوں نیک مسلمانوں اور خدا پرست لوگوں میں رہوں۔ مجھے آج ہی نہیں بلکہ ابھی نیک دوستوں اور شریف انسانوں سے کنارہ کش ہو کر اپنا منہ سیاہ کرنا چاہیئے...... رات کی تاریکی میں! ہاں ایسی تاریکی میں جیسی کہ میری قسمت تاریک ہے۔ اپنا منہ چھپانا چاہیئے۔"

یہ خیال کرتے ہی ریاض اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ خیمہ سے باہر آیا۔ اس وقت رات بھیگ چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بڑھتے ہوئے اندھیرے کی وجہ سے نیلگوں آسمان سیاہ ہو رہا تھا۔

صاف و شفاف آسمان پر تارے چھٹکے پڑتے تھے۔ اسلامی کیمپ میں جگہ جگہ آگ روشن ہو رہی تھی کہیں کہیں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور ان شعلوں کی روشنی میں قرب و جوار کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔

کچھ مسلمان آگ کے پاس بیٹھے گزشتہ لڑائیوں کے تذکار میں مصروف تھے مگر کہیں کہیں آگ بجھ چکی تھی۔ اور صرف انگارے جگنوؤں کی طرح جگمگا رہے تھے۔

ریاض خیمے کے دروازہ سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا غلام اسود آگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے چاہا کہ اسود کی نگاہ بچا کر نکل جائے مگر اسود نے اسے دیکھ لیا۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ریاض کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "میرے آقا میرے مولا! آپ نے اس وقت تک آرام نہیں کیا ہے؟"

ریاض نے آہستہ سے جواب دیا "نہیں اسود...... تم اپنی جگہ پر جاؤ۔"

اسود نے پھر کہا: "میرے نیک دل آقا! کیا آپ ایسی تاریک رات میں کہیں باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

ریاض نے اس قدر عجلت سے گویا وہ اس سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ کہا "ہاں۔ میں باہر جا رہا ہوں"۔

ریاض نے فوراً چلنا شروع کر دیا۔ اسود آہستہ آہستہ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ اس نے کہا "میرے مولا! آپ کب واپس آئیں گے"۔

ریاض نے چلتے چلتے جواب دیا "میں نہیں کہہ سکتا۔ تم جاؤ آرام کرو میرا انتظار نہ کرنا"۔ یہ کہتے ہوئے ریاض نے تیز قدمی سے چلنا شروع کیا۔ اسود کو کچھ اور دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ واپس لوٹ آیا۔ اور آگ کے پاس جا بیٹھا۔ اور اپنے آقا ریاض کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

چوتھا باب
"حسن کا ڈاکو"

اسود تمام رات ریاض کا انتظار کرتا رہا۔ وہ شب بھر آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھا رہا۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی آنکھ نہ جھپکی۔ اسے انتشار تھا بے چینی تھی اسکی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ریاض کیوں اور کہاں چلا گیا اور کیوں ابتک واپس نہیں آیا۔

جب وہ نماز پڑھ کر واپس لوٹ کر آیا تھا تو اسے سعد خیمہ کے دروازے پر کھڑا ہوا ملا۔ اس نے بڑھ کر سعد کو سلام کیا۔ سعد نے سلام کا جواب دیکر دریافت کیا۔ "بھائی ریاض کہاں ہیں؟"

اسود کی آنکھوں سے جنمیں خمار نیند بھرا ہوا تھا بیساختہ آنسوؤں کے چند موٹے موٹے قطرے ڈھلک کر رخساروں پر بہنے لگے۔ سعد اسکے آنسو دیکھ کر بیقرار اور مضطرب ہوا اس نے جلدی سے پھر دریافت کیا۔

اسود بھائی ریاض کہاں گئے؟

اسود نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "خدا ہی جانتا ہے"۔

سعد یہ سُنکر کمال مضطرب ہوا۔ اس نے سوالات کا تانتا باندھ دیا۔ کب سے گئے۔ کہاں گئے؟ اور کب تک واپس آنے کے لئے کہہ گئے ہیں۔

"اس نے غم آلود لہجہ میں جواب دیا۔"

رات ہی سے گئے ہیں یہ نہیں معلوم کہ کہاں گئے ہیں اور کیوں گئے ہیں۔ میں تمام شب انکے انتظار میں بیدار رہا ہوں۔

اسود کی ان باتوں سے سعد کی بے قراری اور اضطراب الجھن کی صورت اختیار کر گئے۔ اس نے پھر استفسار کیا۔

"کیا وہ پہلے بھی کبھی اسی طرح رات کو غائب رہے ہیں؟"

اسود "کبھی نہیں! پہلا ہی موقعہ ہے میں نے تو خیال کر لیا تھا کہ شاید وہ آپکے پاس گئے ہیں۔ اور آپ نے انھیں اپنے یہاں روک لیا ہے۔

سعد "کاش! وہ میرے پاس چلے آتے!

سعد فکر مند ہو گیا۔ اسود نے کہا۔

"میرے آقا کل صبح سے چپ چپ اور سخت پریشان تھے۔ وہ تمام دن متفکر اور مغموم خیمہ میں پڑے رہے۔ اور دن بھر کسی وقت کھانا بھی نہیں کھایا۔

رات کو بڑی مشکل سے بہت کچھ کہنے سننے سے کچھ کھایا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے انھیں تنہا کیوں جانے دیا۔

اسود بہت زیادہ غمزدہ ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ ایک غلام تھا۔ زر خرید غلام! جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہیں۔ اس زمانے میں انسانوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

عورت، مرد اور بچے مویشیوں کی طرح سے خریدے جاتے اور بیچے جاتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں میں غلاموں کی اور کنیزوں کی منڈیاں تھیں۔ انسانوں کی مرضی کے خلاف انھیں خریدا اور بیچا جاتا تھا۔

ساری دنیا میں یہ وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مہذب سے مہذب ممالک میں بھی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ یورپ و ایشیا میں بےکس اور بے بس غلاموں کی منڈیاں تھیں۔

اکثر بے رحم و ناخدا ترس آقا غلاموں پر اس قدر سختیاں اور سنسنی خیز مظالم کرتے جن کو سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہل [illegible] اور مسلمان خصوصاً ان سے روادارانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ وہ جیسا خود کھاتے اور پہنتے ویسا ہی غلاموں کو کھلاتے اور پہناتے تھے نیز ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیتے تھے۔

یہ کیوں؟ صرف مذہب اسلام کی ہدایت اور اسلام کی برکت کے قدم و حشم سے تھا یہی وجہ تھی کہ دیگر اقوام کے خلاف مسلمانوں کے غلام [illegible] سے زیادہ مانوس اور ان کے وفادار اور خیر خواہ ہوتے تھے۔۔ اسود بھی ریاض کا زر خرید غلام تھا لیکن ریاض نے کبھی اسے غلام نہ سمجھا تھا۔ وہ اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا رہا تھا یہی وجہ تھی آج اسود اپنے آقا کے لئے کس قدر مضطرب اور رنجیدہ تھا۔

"اس نے سعد سے دریافت کیا "کیا آپ کو میرے آقا کی پریشانی کا سبب معلوم ہے؟"

سعد کو سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ افشائے راز اور بدنامی کے خوف سے بتا نہ سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے کہا۔

"سچ پوچھئے تو ریاض کی پریشانی کا کوئی سبب مجھے نظر نہیں آتا۔ کیونکہ جس پری پیکر سے ان کو الفت ہو گئی تھی وہ [illegible] اور سعد نے قومی روایات اور غیرت کی [illegible] صاف اور صریح الفاظ میں ریاض کو یقین دلایا تھا کہ جسے وہ پیار کرنے لگا ہے وہ اسی کے لئے ہے۔

اس لئے اب ریاض کے لئے کوئی فکر، کوئی پریشانی اور کوئی غم باقی نہ رہنا چاہئے تھا لیکن ریاض شریف، غیور اور باحمیت انسان تھا۔ اسے شرم دامنگیر ہوئی کہ کیوں اس نے سعد کی ہمشیرہ سے محبت کی۔ حالانکہ اس میں اس کا چنداں قصور نہ تھا۔

اول تو محبت اختیاری نہیں، دوسرے وہ پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

اسود نے کہا "میں اپنے آقا کو کہاں تلاش کروں؟"

سعد نے جواب دیا "تم کہیں نہ جاؤ۔ یہ میرا کام ہے۔ میں اسے تلاش کروں گا تم رات بھر سوئے نہیں لہٰذا اب سو رہو۔"

اسود نے ایسی نظروں سے جن میں حسرت و غم اور افسوس کھبرے ہو گئے تھے۔ سعد کو دیکھ کر کہا۔

میں سو رہوں حالانکہ میرا آقا کہیں پریشان پھر رہا ہوگا۔

سعد نے اس کی وفاداری دیکھ کر متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ اسود! اگر تم نہ سوؤ گے تو ضرور بیمار ہو جاؤ گے۔ اس لئے تم اطمینان سے سو رہو۔ اور میں ریاض کو تلاش کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے سعد واپس لوٹا۔ اسود غم آلود نظروں سے سعد کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا جب وہ دور چلا گیا تو اس نے ایک آہ سرد بھری اور خیمے کے اندر داخل ہو گیا۔

سعد آہستہ آہستہ چل کر زنانہ کیمپ کے قریب پہنچا۔ عورتوں کیلئے خیمے نہایت وسیع مگر گول دائرہ میں اس طرح سے نصب کئے گئے تھے کہ خیموں کے دوسری طرف ایک بڑا عمدہ میدان چھوڑا گیا تھا۔

جس میں صبح و شام تمام عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے۔ اور قدرت کی دلفریبیوں اور لطیف مناظر سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔

نماز بھی اسی میدان میں پڑھی جاتی تھی۔ خیموں کے باہر کی جانب بھی چاروں طرف تقریباً ایک فرلانگ میدان چھوڑا گیا تھا۔

چونکہ خیموں کے دروازے باہر کی طرف تھے اس لئے مزید پردہ کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ اور ہر مسلمان اپنے اہل و عیال والے خیمے میں بغیر کسی رکاوٹ کے جا سکتا تھا۔

سعد آہستہ سے لبینا کے خیمے میں داخل ہوا۔ . . . . . خیمے میں داخل ہوتے ہی اس نے لبینا کو دیکھا۔ لبینا دروازہ کے سامنے ہی فرش پر بیٹھی تھی۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا اسکی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ اسکی موٹے موٹے آنکھوں سے برابر اشک رواں تھے۔ وہ اپنی ہمشیرہ کو روتے ہوئے دیکھ کر بے قرار ہو گیا۔ از دیاد غم سے اس کا کلیجہ پھٹنے لگا۔ وہ جلدی سے بڑھ کر لبینا کے پاس پہنچا

لبنیٰ نے اسے دیکھا۔ اس نے آنسو پینا چاہے لیکن نہ پی سکی۔ اس پر ایسی بدحواسی اور خوف طاری ہوا کہ وہ اٹھنا اور سلام تک کرنا بھول گئی۔

اس نے سہمی نگاہوں سے سعد کو دیکھا جن میں آنسوؤں کے ساتھ شرم و خوف اور ندامت طاری ہو گئی تھی۔

سعد اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے دلداری کے انداز سے تسلی آمیز لہجہ میں کہا "لبنیٰ تو رو کیوں رہی ہے؟"

لبنیٰ نے اپنے نرم و نازک ہاتھ جوڑ کر آنسو بہاتے ہوئے شرمیلے لہجہ میں کہا۔ "بھائی جان! معاف کر دو سچے دل سے معاف کر دو۔ تم ملامت نہ کرو میرا دل میرا ضمیر مجھے کافی مطعون کر چکے ہیں! میں خدا کو شاہد کر کے کہتی ہوں کہ میں گنہگار نہیں ہوں!"

سعد اس حور تمثال کو روتے، شرم و ندامت کے دریا میں غوطے کھاتے اور ہاتھ جوڑتے دیکھ کر تڑپ گیا۔ اس نے اس کے نازک اور گداز ہاتھوں کو الگ الگ کرتے ہوئے کہا۔

"لبنیٰ تم فضول افسوس کر رہی ہو تم اٹھ رہی ہو اور آنسو بہا رہی ہو۔ میں نے تجھے کل ہی معاف کر دیا تھا تو نہ میری نظروں میں خطاکار ہے، اور نہ خدا کے نزدیک گنہگار ہے پھر اس طرح سے رونے دھونے اور کڑھنے سے کیا حاصل۔"

لبنیٰ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا "میں آپ کی مشکور ہوں۔ بیحد مشکور ہوں تم واقعی نیک اور مہربان بھائی ہو۔"

سعد "بس اب آنسوؤں کو روکو۔ بیکار رونے اور افسوس کو کر کے اپنی جان ہلکان کرنے سے کیا فائدہ۔"

لبنیٰ نے اپنے ریشمیں آنچل سے آنسو پونچھے لیکن جس قدر وہ آنسو پونچھتی تھی اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ اسکی حیاپرور آنکھوں سے آنسو نکلے چلے آتے تھے۔

سعد نے کہا "میرے مرحوم باپ کی عزیز ترین نشانی! خدا کیلئے نہ رو۔ تمہارے رونے سے میرے اور تمہارے والدین کی روح کو صدمہ پہنچ رہا ہوگا۔

لبنٰی نے شرم و حیا کی نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا میرا دل غمزدہ ہے وہ روتا ہے۔ آنکھیں آنسوؤں کا سیلاب بہا کر دل کی ترجمانی کرتی ہیں۔

سعد "غم نہ کرو۔ غم کی کوئی وجہ نہیں ہے"۔

لبنٰی "میں پھر عرض کرتی ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے خدا اور رسول کا گناہ نہیں کیا ہے۔ خاندانی حرمت، توقیر، وقار اور دامن عصمت کو دھبہ نہیں لگایا۔

سعد "مجھے یقین ہے۔ حق الیقین۔ اب تم نہ کڑھو نہ پچھتاؤ اور نہ غم کرو۔ اٹھو آنسو پونچھ ڈالو۔ آنکھیں دھو ڈالو۔ دیکھو لڑکیاں پانی لانے کے لئے روانہ ہونے لگیں ہیں۔ تم بھی ان کے ہمراہ چلی جاؤ۔ پانی لانے کے لئے نہیں بلکہ تفریح کرنے دل بہلانے اور اپنے دل سے غم کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے۔

زنانہ کیمپ پہاڑی کے دامن میں تھا۔ یہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایک گھاٹی میں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ جاری تھا۔ اور مسلمانوں کی عورتیں اس چشمے سے پانی لایا کرتی تھیں۔

لبنٰی نے آنسو پونچھ ڈالے۔ خوب اچھی طرح منہ دھویا۔ اپنی لمبی اور سیاہ چمکدار زلفوں کی لٹوں کو درست کیا۔ اور دوپٹہ ٹھیک کر کے اوڑھا۔

سعد نے کہا "تم جاؤ۔ چشمے کے کنارے کا یہ فضا فطرت تمہاری طبیعت کو بشاش کر دے گا۔ اب میں شام کے وقت تمہارے پاس آؤں گا"۔

سعد خیمے سے نکل کر چلا گیا۔ لبنٰی نے خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر پہاڑیوں کی جانب دیکھا۔ اسے سیکڑوں عورتیں بچے اور لڑکیاں پانی کے مشکیزے چھاگلیں اور گھڑے لئے چشمے کی جانب جاتی ہوئی نظر آئیں۔ چونکہ وہ آزردہ خاطر تھی۔ پریشان تھی غمگین تھی اسے اپنی طبیعت بحال کرنے کے لئے تفریح کی ضرورت تھی اس لئے وہ خیمہ سے باہر نکلی۔

باہر نکلتے ہی اس نے دو کمسن حور طلعت لڑکیوں کو چھوٹی چھوٹی چھاگلیں لئے چشمے کی طرف جاتے دیکھا۔ ان دونوں نے بھی اس پری جمال دوشیزہ کو دیکھ لیا۔

ان میں ایک نے کہا "آہا! لبنٰی تم آج سیر کے لئے نہیں گئیں"؟

"لبنیٰ ہر ار عشوہ و ناز سے بڑھی۔ وہ ان دونوں کے قریب پہنچی اور اس نے کہا۔
ابھی نہیں گئی۔ آج تم دونوں نے بھی دیر کر دی۔
ان پریجمال لڑکیوں میں سے ایک سلمیٰ تھی۔ اور دوسری مرزوعہ۔ مرزوعہ نے کہا۔
رات یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ پہاڑی کے قریب عیسائیوں کا ایک فوجی دستہ نقل و
حرکت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ہم دونوں اس بات کی تحقیق کرتی رہیں اس لئے دیر ہو گئی۔
اب ان تینوں ماہوش لڑکیوں نے پہاڑی کی طرف چلنا شروع کیا۔ لبنیٰ نے کہا
کیا عیسائیوں کو اس قدر جرأت ہو سکتی ہے کہ اسلامی لشکر کے قریب نقل و حرکت کریں؟
سلمیٰ! یہ تعجب خیز بات ضرور ہے۔ لیکن یہ خیال ہوا تھا کہ وہ شاید شب خون مارنے
کے ارادے سے آئے ہوں گے۔"
مرزوعہ نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ خلیفہ اول کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن نے انہیں
دیکھا تھا۔ وہ ان کی طرف لپکے عیسائی انہیں دیکھ کر بھاگے اور پہاڑی میں غائب ہو گئے۔"
لبنیٰ: "عجب تو وہ ضرور شبخون مارنے کے ارادے سے آئے ہوں گے لیکن مسلمانوں
کو ہوشیار دیکھ کر انہیں جرأت نہ ہوئی۔"
سلمیٰ: "سب کا یہی خیال ہے۔"
یہ تینوں مہ جبین لڑکیاں باتیں کرتی ہوئی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئیں۔
یہاں عورتیں اور لڑکیوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ کوئی پانی لئے آرہی تھی اور کوئی پانی
لینے جا رہی تھی۔
ساری عورتیں اور تمام لڑکیاں خوش تھیں۔ ان کے ہنس مکھ چہرے بشاش
بشرے اور خندہ پیشانیاں ان کی مسرت کا اظہار کر رہی تھیں۔ اگرچہ وہ وطن سے
دور غیر ممالک میں عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے تھیں۔
مگر انہیں ذرہ برابر فکر و پریشانی نہ تھی۔ یہ تینوں مہ پارہ لڑکیاں چشمہ کے
کنارے پر پہنچیں چشمہ کا صاف و شفاف پانی سنگریزوں سے ٹکراتا ہوا بہہ رہا تھا۔
اس کے کناروں پر لمبی لمبی گھاس کھڑی ہوا کے خفیف جھونکوں سے لہرا رہی تھیں

گھاس سے ملے ہوئے پھولوں کے پودے کھڑے تھے۔ ان پودوں میں آسمانی پھولوں کی حاشیہ آرائی نہایت دلفریب اور بھلی معلوم ہوتی تھی۔

تمام عورتیں اور ساری لڑکیاں پانی بھر بھر کر روانہ ہو چکی تھیں۔ مگر یہ تینوں شیریں ادا لڑکیاں چشمہ کے کنارے بیٹھ گئیں۔

انھوں نے اپنے گورے گورے پاؤں پانی میں ڈال دیئے سارے چشمے کا پانی سمٹ کر ان کے خوبصورت پاؤں پر تصدق ہونے کے لئے اسی کنارہ کی طرف امڈ آیا۔

اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ اور اس کی منقش کرنیں ان تینوں ماہوشوں کی پیاری پیاری صورتوں پر پڑ کر انھیں ایسا جگمگا رہی تھیں کہ انکی طرف دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور انکے پھول سے عارض چمک اٹھتے تھے۔

ان حور طلعت لڑکیوں کو بیٹھے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اتفاقیہ سلمٰی کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ اس نے سامنے والی چٹان پر چند عیسائی سواروں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔

چشمے کے دونوں جانب سرسبز شاداب اونچی اونچی چٹانیں اٹھتی چلی گئی تھیں سلمٰی ان سواروں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی۔ اس کے پیارے چہرے کا شہابی رنگ اڑ گیا اور خوبصورت آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپکنے لگا۔ خورشید بلقیس نے اسکی یہ کیفیت دیکھ کر دریافت کیا۔

"سلمٰی تم خوفزدہ کیوں ہو گئیں؟"

سلمٰی نے سواروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو چٹان پر کچھ عیسائی سوار کھڑے ہیں۔ اور ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔"

فوراً بلقیس اور مرزوعہ نے اس طرف دیکھا۔ انھیں سوار چٹان کی دوسری طرف اترتے ہوئے نظر آئے۔

مرزوعہ نے کہا "یہ غضب ہو گیا ان بدبخت عیسائی سواروں نے ہمیں دیکھ لیا ہے وہ یقیناً چٹان سے اتر کر ہماری طرف آویں گے۔ آؤ انکے آنے سے پیشتر بھاگ چلیں۔"

فوراً تینوں لڑکیاں کھڑی ہو گئیں۔ وہ حتی المقدور تیزی سے اسلامی لشکر کی طرف چلیں۔ ابھی تھوڑی دور گئی تھیں کہ عیسائی سوار درّہ سے نمودار ہوئے یہ نازآفریں لڑکیاں انہیں دیکھ کر سہم گئیں۔ اب انہوں نے نہایت تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔

عیسائی سواروں نے انہیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے بھی ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ مطلع [illegible] یہ فاصلہ یہ پہاڑی کی آڑ میں تھا۔

ان میں [illegible] لڑکیوں سے [illegible] زیادہ دوڑ نہ سکتی تھی۔ نازک اندام لڑکیاں بے تحاشہ دوڑ رہی [illegible] اور عیسائی سوار ان کے تعاقب میں گھوڑے دوڑائے چلے آ رہے تھے۔

[illegible] وہ دور نکل گئی۔ سلمیٰ ایک [illegible] رہ گئیں دبک گئی۔

[illegible] تیز دوڑ نہ سکتی تھی۔ عیسائی سواروں کے نرغے میں آ گئی۔

اس نے گھبرائی ہوئی ہرنی کی طرح کہ جس کے پیچھے صیاد اسے گرفتار کرنے کے لئے دوڑا آ رہا ہو۔ ان سواروں کو دیکھا۔

اس وقت اس کا گورا گورا اور پیارا چہرہ دوڑنے کی وجہ سے تمتما کر جو [illegible] بنا ہوا تھا۔ وہ حسن و جمال کی دیوی معلوم ہو رہی تھی۔ سوار اس کا یہ حسن جہاں سوز کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

یہ سوار [illegible] تھے۔ انہوں نے جو [illegible] اپنے کو روک لیا۔

ان میں سے ایک سوار نے کہا:

جلدی سے اس لڑکی کو گھوڑے پر اٹھا کر رکھ لو دو لڑکیاں بھاگ گئی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نہ لے آئیں۔

فوراً دو سوار اترے انہوں نے [illegible] نازآفریں لڑکی کو پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور جلدی سے خود بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر جس طرف سے آئے تھے اسی طرف روانہ ہو گئے۔

پانچواں باب

"تپش"

سعد نے بیصنا کے خیمہ سے نکل کر اپنے خیمہ کی جانب رخ کیا۔ کہ راستہ میں سالم ملا۔ سالم خلیفہ اوّل کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کا غلام تھا۔ عبدالرحمٰن نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

اس نے سعد کو دیکھ کر کہا: "میں آپ کو آپ کے خیمہ پر دیکھ آیا ہوں۔ آپ کو افسرِ جنگ نے طلب فرمایا ہے۔"

ہم باب ہائے ماسبق میں بتا چکے ہیں۔ کہ اسلامی لشکر کے دو افسر اعلیٰ تھے ایک افسر مالی عمرو بن العاصؓ، دوسرے افسر جنگ حضرت خالد بن الولید تھے۔

سعد: "کیا ہوا، کیا صرف مجھے طلب کیا ہے یا اوروں کو بھی طلب کیا ہے؟"

سالم: "جی ہاں! قریب قریب تمام سرداروں کو بلا بھیجا ہے۔"

سعد: "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

سالم: "کچھ جاسوس آئے ہیں۔ ان سے جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان پر مشورہ کیا جائے گا۔"

سعد: "اچھا چلو۔"

یہ دونوں افسرِ جنگ خالدؓ کے خیمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبکہ اسلامی لشکر اس میدان میں آکر خیمہ زن ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے چند جاسوس عیسائیوں کے لشکر میں دریافت حال کے لیے روانہ کیے تھے۔

تمام لشکر والوں کو ان جاسوسوں کی روانگی کا حال معلوم تھا چونکہ مسلمان بھید رکھنے والے نہ تھے اس لیے وہ ان جاسوسوں کا تذکرہ کسی وقت بھی نہ کرتے تھے انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ عیسائیوں کے جاسوس ان کے لشکر میں بھی موجود ہیں۔ اس

وہ زیادہ محتاط رہتے تھے۔

سعد اسالم کے ہمراہ چل کر ایک وسیع خیمہ میں پہنچا یہ خیمہ نہایت شاندار اور بلند تھا۔ اس کی چوٹی پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ وہ علم تھا کہ جب سے اس ملک میں [illegible] تھا کبھی سرنگوں نہ ہوا تھا۔

دنیا کی تمام مہذب اقوام میں علم ہوتا ہے۔ ہر قوم اپنے علم کی کمال عزت کرتی ہے۔ ہر قوم کا فرد جان دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن علم کے سرنگوں کئے جانے پر تیار نہیں ہو سکتا۔

ایک جذبہ ہے جو قدرت نے انسانی سرشت میں ودیعت کیا ہے۔ اسی جذبہ سے قومی اور ملی زندگی کے آثار برقرار رہتے ہیں۔

اسلامی پرچم افسر جنگ کے خیمہ پر نہایت شان و شکوہ سے لہرا رہا تھا مسلمان جب اس علم کو دیکھتے تھے تو جوش و انبساط سے ان کے دل لبریز ہو جاتے تھے۔

اگرچہ حضرت خالدؓ افسر جنگ تھے۔ اسلامی لشکر میں سیاہ و سفید کے مختار و مالک تھے۔ بڑے مرتبہ والے صحابی تھے۔ کیونکہ عام مسلمانوں کی طرح وہ بھی نہایت سادہ طریقے سے رہتے تھے۔

خیمہ کے باہر یا اندر کسی قسم کی آرائش و زیبائش نہ تھی۔ کوئی بیش قیمت فرش نہ تھا معمولی کمبلوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اس فرش پر بہت سے مسلمان بیٹھے تھے۔

ان تمام مسلمانوں کے کپڑے نہایت سادہ اور ایک ہی قسم کے تھے۔ ایک کرتہ ٹخنوں تک لمبا۔ ایک شلوار یا پاجامہ۔ ایک مختصر سا عمامہ۔ عمامہ کے اوپر کپڑے کا تھوڑا سا حصہ عمامہ کے گرد لپیٹ کر دونوں طرف کانوں کے پاس سے نکال کر ٹھوڑی پر پڑا ہوا جس سے عمامہ کی صورت خود کی سی ہو گئی تھی۔

یعنی امیر۔ افسر۔ ماتحت وغیرہ سب اسی لباس میں ملبوس تھے۔ کسی کے پاس کوئی امتیازی نشان نہ تھا۔ دروازے کے عین سامنے حضرت خالدؓ بیٹھے تھے۔ خالدؓ کے دائیں طرف عمرو بن العاصؓ۔ بائیں طرف عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ ان کے پاس

حضرت عمرؓ فاروق کے صاحبزادے عبد اللہؓ۔ اور ایک بیضاوی دائرہ میں زبیرؓ بن العوام، ضرار بن العوام۔ ضرار بن الازور، جعفرؓ بن عقیل۔ مقدادؓ بن اسود الکندی۔ عمارؓ بن یاسر، عیاض بن غیاض اشعری اور ابو ذر غفاریؓ بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ وہ ہستیاں تھیں جنھوں نے روم و ایران جیسی زبردست اور پرشکوہ دیرینہ سلطنتوں کو الٹ دیا تھا۔ عیسائی اور مجوسی ان کا نام سنکر کانپ اٹھتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دی تھیں۔

ان کا جینا۔ ان کا مرنا۔ کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ جاگنا اور سونا۔ سب اللہ کے لئے تھا۔ وہ موت کے آرزو مند تھے۔ شہادت کے طلبگار تھے۔ دنیا ان سے لرزتی تھی۔ بڑے بڑے جنگجو بڑے بڑے شہ زور ان کا لوہا مانتے تھے۔ یہ لوگ نہ صرف بہادر تھے۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کے مدبر و دور اندیش و روشن خیال تھے۔ یہ بات فخر کی مسلمانوں ہی میں تھی کہ وہ جہاں لڑائی کے وقت اجڈ سپاہی تھے۔ وہاں مجلس شوریٰ یا صلح کانفرنس کے وقت مدبر و دانا بن جاتے تھے۔

سعد بھی سلام کر کے ایک طرف جا بیٹھا۔ حضرت خالد نے کہا "آج جاسوس واپس آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے بڑی بھاری جمعیت فراہم کر لی ہے۔ نوبہ بربر اور بجاۃ سے کثیر التعداد عیسائی آ گئے ہیں۔ دو لاکھ پچاس ہزار پیادے تیس ہزار سوار۔ اتنا ہی زنگی۔ ایک ہزار تین سو ہاتھی۔ ان کے ساتھ ہیں۔ عیسائی ایک بار پھر اپنی پوری جمعیت اور حشم و خدم اور ساز و سامان سے اسی طرح آئے ہیں جیسے کہ وہ اب سے پہلے یرموک[1]۔ بعلبک[2]۔ حلب[3] اور انطاکیہ[4] میں آئے تھے۔

---

[1] اس کا مفصل حال ہمارے مشہور ناول "فتح یرموک" میں دیکھو۔

[2] اس کا مفصل حال ہمارے بہترین ناول "سعید و ذلیباز" میں پڑھو۔

[3] اس عبرت انگیز جنگ کا حال ہمارے شہرۂ آفاق ناول "محبوبہ حلب" میں پڑھو۔

[4] اس خونریز جنگ کا مفصل حال جس نے عیسائی حکومت کا تختہ پلٹ دیا تھا ہمارے بے نظیر ناول "فتح انطاکیہ" میں مرقوم ہے۔

ہم کو ان کی جمعیت سے نہ کبھی خوف ہوا ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے جس قدر تکلیف ہماری قسمت میں مقرر کی ہے۔ وہ ضرور پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ ترجمہ: "اے نبی کہہ دو کہ ہم کو کوئی امر نہ پہنچے گا۔ مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے۔

ہم اکثر دیکھ چکے ہیں کہ بیشتر معرکوں میں ہماری تعداد تھوڑی تھی۔ مگر خدا نے ہمیشہ ہمیں کامیاب کیا۔

یہ کامیابی خدا کے اس کلام پاک کی تفسیر تھی۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین

ترجمہ:۔ اکثر تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب آئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ٹھہرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یاد کرو۔ ایک وقت تھا جب کہ ساری دنیا میں کفر و ضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ایک بھی توحید پرست نہ تھا۔ بتوں، کنکروں، پتھروں اور سونے چاندی کی مورتوں کو پوجا جاتا تھا۔

تثلیث پرستی کا زور تھا۔ آگ کی پرستش کی جاتی تھی۔ یکایک غیرت حق کو حرکت ہوئی۔ حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا۔ آپ تنہا تھے۔ آپ نے کروڑوں غیر اللہ کے پوجنے والوں کو بغیر کسی خوف و رجا کی توحید پرستی کی دعوت دی۔ سعید روحوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔

مسلمانوں کی تعداد دن دونی رات چوگنی بڑھنا شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ وقت کنتم قلیلا فکثرکم اللہ۔ ترجمہ: (تم پہلے تھوڑے تھے پھر حق تعالیٰ نے تم کو بہت کر دیا) اور صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی۔ نہیں بلکہ خدا نے اپنے فضل و کرم کی بارش بھی کردی۔

مسلمان مفلس تھے غنی ہو گئے اور ممالک پر ممالک زیر نگیں آ گئے روم، شام،

یمن و عراق اور حجاز سب تمہارے قبضہ میں آ گئے۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔ وَاَنتُمُ الاَعلَونَ وَاللّٰہُ مَعَکُم۔ ترجمہ۔ تم ہی غالب ہو گے کیونکہ حق تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ یہ انعام کی بارش یہیں نہیں ختم ہو جاتی۔ بلکہ ابھی ایک زبردست بشارت باقی ہے جس کا حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے لَیَستَخلِفَنَّھُم فِی الاَرضِ کَمَا استَخلَفَ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم۔ ترجمہ۔ ہم بالضرور ان کو خلیفہ روئے زمین کا کریں گے جیسا کہ ہم نے ان سے پہلے والوں کو کیا تھا۔

جس طریقہ پر مسلمانوں کو فتوحات مل رہی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انشاء اللہ ضرور ایک نہ ایک دن مسلمان روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

مسلمانوں کی فتوحات کا راز ابھی دوسری اقوام نے نہیں سمجھا ہے مسلمان موت کی آرزو کرتا ہے۔ ہر وقت تیار رہتا ہے یہی آرزو کسی قدر اسے شجاع ترین بنا دیتی ہے۔ اسکے علاوہ مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ جہاد میں مر کر وہ سیدھا جنت میں جائیگا۔ اسکے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے اس خیال سے بھی لڑائی کے وقت اسکی شجاعت اور بڑھ جاتی ہے

اگرچہ مسلمان تعداد میں بیس ہزار سے زیادہ نہیں اور عیسائی تین لاکھ کے قریب ہیں لیکن خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں انکا کچھ بھی خوف و خطر نہیں ہے۔

میں نے اس وقت اسلئے آپ سب کو بلایا ہے کہ ہمیں اس میدان میں پڑے ہوئے عرصہ گذر گیا ہے ہم عیسائیوں کے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ نہیں بڑھے۔ وہ ہم سے دور پڑے ہوئے اپنی جمعیت کو روز بروز بڑھا رہے ہیں۔ آپ مشورہ کر کے طے کیجئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

مسلمان نہایت غور سے توجہ و سکون قلب سے حضرت خالدؓ کی تقریر سن رہے تھے ان کے قلوب پر اس تقریر نے اچھا اثر کیا۔ اور انکے چہرے شگفتہ ہو گئے۔

خالدؓ کے خاموش ہو جانے پر ضرارؓ نے کہا۔

اب ہمیں اس جگہ پڑے رہ کر فضول وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ عیسائی غالباً قیامت تک بھی پیش قدمی نہ کریں گے۔ حالانکہ وہ ہم سے پندرہ گنا زیادہ ہیں۔ مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہی پیش قدمی کریں" عبدالرحمٰن نے کہا۔ بیشک جب وہ نہیں بڑھتے تو ہم کو ہی بڑھنا چاہیئے۔

زبیر۔ یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اول تو ہم کو دشوار گزار مضبوط و مستحکم قلعہ ہمارے ان کے درمیان حائل ہے۔ دوسرا نئے شہر ان کے قریب ہیں وہ جس قدر قریب ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور آ جائیں گے اور ہم اپنے ملک سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ ورنہ ہم کو امداد نہ مل سکے گی۔"

جعفر یہ صحیح ہے۔ لیکن پھر ہم کیا کریں کیا ساری عمر اس جگہ پڑے ہوئے ان کے آگے بڑھنے کا انتظار کرتے رہیں۔

زیاد۔ میرے خیال میں تو انتظار کی حد ہو چکی ہے۔ اب مزید انتظار نہ کرنا چاہیئے۔

عبداللہ۔ بات یہ ہے کہ ہم اس میدان کو جنگ کے لیے بہتر اور مناسب سمجھتے ہیں اور عیسائی جس میدان میں پڑے ہیں۔ اسے بہتر جانتے ہیں ایسی صورت میں اگر ہم نہ بڑھے تو وہ بھی نہیں بڑھیں گے۔ پھر جنگ کیسے ہوگی۔

سعد نے کہا: دراصل جنگ کے لئے یہی جگہ مناسب ہے اور کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ عیسائی بڑھ کر اسی میدان میں آ جائیں۔

خالد۔ کیا کوشش کریں؟"

سعد۔ جس طرح سے سانپ کو اس کے بل سے اور لومڑی کو اسکے کھٹ سے نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی اس میدان سے نکالا جائے اسکی تدبیر یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے دستے عیسائیوں کے جائے قیام کی جانب روانہ کئے جائیں اور وہ جنگ شروع کر کے پیچھے ہٹتے چلے آئیں اس طرح سے عیسائیوں کو طمع ہو جائے گی اور وہ ہمارے دستوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آ جائیں گے۔

خالد۔ نہایت مناسب تدبیر ہے۔ ایک ایک ہزار کے چند دستے عیسائیوں کی طرف

روانہ کئے جائیں۔

عمرؓ: "میرے خیال میں یہ تدبیر نہایت مناسب ہے۔"

خالدؓ: بس تو آج ایک ایک ہزار کے تین دستے تین تین گھنٹے کے وقفہ سے روانہ ہوں پہلا دستہ فضل بن عباس کی سرکردگی میں۔ دوسرا مقداد بن اسود الکندی کی اور تیسرا زیاد بن ابی سفیان کی زیر کمان۔

سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور فوراً فضل بن عباس نے ایک ہزار نوجوانوں کو منتخب کیا اور قلعہ دہشوار کی جانب روانہ ہو گئے۔

مقداد اور زیاد روانگی کی تیاریاں کرنے لگے۔ چونکہ اب کوئی کام باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے مجلس شوریٰ بھی برخاست کر دی گئی۔

تمام احباب و مجاہد اُٹھ اُٹھ کر اپنے خیموں کی طرف روانہ ہونے لگے جب سعد خیمہ سے باہر نکلا تو اس نے شور و غل کی آواز سنی۔

اس نے شور و غل کرنے والوں کی طرف دیکھا۔ چند آدمی لڑکیوں کو ہمراہ لئے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔

یہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب آ گئے تو اس نے ایک شخص سے پوچھا: "کیوں بھائی کیا معاملہ ہے؟ تم لوگ کیوں ان لڑکیوں کو لائے ہو؟ اور یہ لڑکیاں کون ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ ان لڑکیوں میں ایک سلمیٰ بنت نعمان اور دوسری مرزدہ بنت علوق ہے یہ دونوں ایک تیسری لڑکی لبنیٰ کے ساتھ چشمہ کے کنارے پر گئی تھیں۔

ان پر اچانک درندہ صفت عیسائی آ پڑے۔ یہ دونوں بچ آئیں لیکن وہ لبنیٰ کو پکڑ کر لے گئے۔

لبنیٰ کا نام سنکر سعد پر کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ فرط قلق و الم سے اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا سر گھومنے اور دست و پا کانپنے لگے۔

وہ مجسمہ غم و حسرت بن کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ لوگ ان دونوں لڑکیوں کو لیکر

حضرت خالدؓ کے خیمہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر میں سعد نے اپنی برگشتہ طبیعت اور دل مجروح پر قابو پا لیا۔ وہ بھی لوٹا اور آہستہ آہستہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چل کر خیمہ کے اندر پہنچا۔ اس وقت اسکی درد غم والم سے بہت بری حالت تھی۔

چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ آنکھیں بڑھے ہوئے رنج والم کا منظر پیش کر رہی تھیں ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اور تمام جسم لرز رہا تھا۔

لوگ لڑکیاں کو ... کر خالدؓ کے خیمہ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اور لڑکیاں احوال بیان کر رہی تھیں۔ حافظہ مرزوقہ اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اور سن رہے تھے۔

حضرت سعدؓ (بھی) کلیجہ پکڑے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور وہ بھی سننے لگے۔

مرزوقہ واقعہ بیان کر رہی تھی۔ اس نے چشمہ کے اوپر جانے۔ عیسائیوں کے آنے اور بیٹی کو پکڑ کر لے جانے کا تمام حال نہایت شرح و بسط سے کہہ سنایا۔

اس واقعہ کو سن کر تمام مسلمانوں کا خون فرط جوش و غضب سے انکی رگوں میں کھولنے لگا۔

وحشت سے چہرے سرخ ہو گئے اور پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ آنکھیں لال انگارہ بن گئیں

حضرت خالدؓ نے مرزوقہ سے دریافت کیا۔ کہ یہ لڑکی کون تھی؟"

مرزوقہ نے جواب دیا۔ "سعد کی ہمشیرہ تماضر کی بیٹی۔"

خالدؓ نے متعجب ہو کر کہا۔ "سعد کی ہمشیرہ! سعد کہاں ہے؟"

سعد نے درد انگیز لہجہ میں کہا۔ "آہ میں شکستہ دل و دلدادہ یہاں اس طرف بیٹھا ہوں!"

خالدؓ نے سعد کو دیکھا وہ اس بیکسی رنج و الم کو دیکھ کر حیران رہ گئے ذرا سی دیر میں انکی حالت دگرگوں ہو گئی۔ ہر اس شخص کے دل میں جس نے اسے دیکھا ہمدردی کے جذبات موجزن ہو گئے۔

خالدؓ عمرؓ۔ اور ضرارؓ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ لہذا خالدؓ نے از راہ ہمدردی کہا۔

سعد غم نہ کرو باہر چلو تدبیر بتلاؤ کہ عیسائیوں سے چھین کر ہم سے چھڑانے کے لئے

دی جائے گی۔ میرے دل میں اس واقعہ نے ایک خاص اثر کیا ہے۔ لہٰذا میں خود عیسائیوں کے تعاقب میں جاؤں گا۔

حضرت زبیرؓ نے جوش بھرے لہجہ میں کہا۔

"خدا کی قسم آپ نہیں جا سکتے میں جاؤں گا۔ اور میں ان بد اخلاق، صفت نا شائستہ، [illegible] نازک کے لٹیرے عیسائیوں کو سبق آموز سزا دوں گا۔ جو [illegible] بے [illegible] گئے ہیں۔

خالدؓ نے کہا۔ بس جاؤ، جلدی جاؤ، وہ لٹیرے دور نہ گئے ہوں گے۔ دو سو دلیروں کو ہمراہ لیکر معبد کو بچا لو [illegible] کرو۔ عیسائیوں کے اس قبیح فعل نے میرے خون میں ایک ہیجان سا پیدا کر دیا ہے۔

فوراً حضرت زبیرؓ اٹھ کھڑے ہوئے معبد کے پاس آئے اور انھوں نے کہا "بھائی صبر اختیار نہ کرو۔ اٹھو اور میرے ساتھ ان لٹیروں کے تعاقب میں چلو۔"

معبد [illegible] کرتے ہوئے اٹھے۔ اس جگہ بیٹھنے والوں نے انہیں رحم اور ہمدردی کی نظروں سے دیکھا۔

[illegible] زبیرؓ کے ہمراہ خیمے سے باہر نکلے [illegible] جلدی [illegible] اپنے خیمہ پر پہنچے اور [illegible] آراستہ [illegible] ہاتھ میں لیکر [illegible] سوار ہو گئے [illegible] دور ہو گئے

[illegible] حضرت [illegible] تھے۔ انھوں نے کہا "کہاں ہیں اہل نجدہ اور [illegible] خدا کی راہ میں [illegible] کے لئے چلو۔

[illegible] لوگ جوق در جوق [illegible] ہو گئے۔ ان کی [illegible] سب [illegible] گئے۔

حضرت زبیرؓ نے کہا۔

"تم میں سے دو سو آدمی الگ ہو جاؤ کیونکہ امیر نے حکم دیا ہے کہ [illegible] صرف دو سو آدمی چلیں [illegible]۔"

اس وقت ایک شخص نے کہا۔

"جناب! ہم سب جہاد پر جانے کیلئے بیقرار ہیں۔ چونکہ ہر شخص جانا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم خود اپنے میں سے دو سو آدمیوں کو منتخب نہیں کر سکتے۔ آپ ہی مناسب انتخاب کر دیں۔"

حضرت [illegible] نے جلدی جلدی دو سو آدمیوں کو منتخب کیا۔ وہ انہیں ساتھ لے کر سعد کے خیمہ پر آ گئے۔

وہ مسلح ہو کر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ یہ سب لوگ لشکر سے نکلکر پہاڑی پر چڑھے اور نہایت تیزی سے اس طرف روانہ ہو گئے جس طرف عیسائی فوجیں اپنے آپ کو مجتمع کرتے گئے تھے۔

چھٹا باب

شیر دل بہادرؓ

یہ شخص خیمہ سے نکل کر آہستہ آہستہ چلا۔ اس نے ایک تلوار اور ایک ڈھال لے لی تھی۔ بیشتر مسلمان خیموں میں گھسے ہوئے سو رہے تھے۔ اور کچھ گزشتہ جنگ کے واقعات بیان کر رہے تھے۔

وہ ان لوگوں کے پاس سے گزرتا چلا گیا۔ وہ پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کسی نے اسے روکا اور نہ اس نے کسی سے بات کی۔ چلتے چلتے وہ لشکر سے باہر ہو گیا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔

رات اندھیری تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس وقت پہاڑی بہت خوفناک لگ رہی تھی۔ اونچی اونچی چٹانیں جن پر سیاہ غبار چھایا ہوا تھا۔ وہ سر بفلک تودے معلوم ہو رہے تھے۔

چٹانوں پر کھڑے ہوئے درخت طویل القامت دیو معلوم ہو رہے تھے۔ بہادر

سے بہادر و شیر دل انسان بھی اس خوفناک منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا۔۔۔ مگر ریاض کو مطلق اندیشہ نہ تھا۔ وہ ستاروں کی مدھم روشنی میں برابر پہاڑی پر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چونکہ ستاروں کی روشنی اس قدر نہ تھی جس سے راستہ صاف طور پر نظر آ جاتا۔ اس لئے وہ اکثر پگڈنڈی سے بھٹک جاتا تھا اور ناہموار پتھروں سے ٹھوکریں کھانے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ وہ پگڈنڈی چھوڑ کر غار کے منہ پر پہنچ گیا اگر وہ ایک قدم بھی اور چلتا تو ضرور غار کے اندر اوندھے منہ گر جاتا اور چونکہ غار نہایت گہرا تھا۔ اس لئے گرتے ہی اس کی ہڈی پسلی چور ہو جاتی۔

وہ سنبھلا اور اتفاقیہ سنبھلا واپس لوٹا۔ اس وقت وہ اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ شرم و ندامت کا اس پر غلبہ تھا۔ لہٰذا اسے رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ شریف انسان نہیں ہے کیونکہ وہ دوستی کا اہل ثابت نہیں ہوا۔

اگرچہ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا۔ لیکن وہ مسلمان تھا اور مسلمانوں پر حرام موت مرنا اور خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس لئے وہ خودکشی کرنا نہ چاہتا تھا۔

البتہ یہ اس کی عین تمنا تھی کہ اتفاقیہ اس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ غار میں گر کر مر جائے یا کوئی درندہ اسے پھاڑ ڈالے مگر یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ موت کی جس قدر آرزو کرتے ہیں اسی قدر موت ان سے دور بھاگتی ہے۔

چنانچہ ریاض کو بھی یہی حادثہ پیش آیا جب چلتے چلتے وہ تھک گیا تو ایک صاف سی چٹان پر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی پھر وہی خیالات دماغ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔

اگرچہ پریزاد بلقیس کی یاد بھی تھی اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگی تھی مگر اب اسے اس حور وش کو یاد کرنے سے شرم محسوس ہونے لگی تھی۔

جب ہجوم افکار سے وہ تھک گیا اور پریشان کن خیالات نے اس کے ذہن کو گرانبار کر دیا تو وہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک کروٹیں بدلنے کے

جب وہ اٹھا تو خوش الحان طیور نغمہ سنجی کر رہے تھے۔ صبح کا سہانا وقت تھا سبزہ لہلہا رہا تھا، پودے اور پھول سب شگفتہ تھے۔ سبز سبز گھاس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

ربیعہ اٹھ کر تھوڑی دیر تک قدرت کے اس بہترین منظر میں منہمک رہا۔ پھر اٹھا اور ضروریات سے فراغت پا کر وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ قرآن مجید کی تلاوت کی ان سب باتوں سے فراغت کر کے اس نے غور کیا کہ اب وہ کہاں جائے اور کیا کرے۔ یہ تو اسے اطمینان تھا کہ کوئی دشمن اس کی تلاش میں یہاں نہ آئے گا۔ کیونکہ اس کا کوئی خونی دشمن قریب لشکر میں نہ تھا۔

اگرچہ کچھ سفر کرنا باقی تھا تو اس کو خطرہ نہ تھا، اس لیے اطمینان تھا کہ وہ اس ویرانے میں گم ہو جائے گا۔

اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس وقت وہ کہاں کھڑا ہے اور رات کی تاریکی میں وہ لشکر سے کتنی دور اور کس طرف نکل آیا ہے۔ جب آفتاب طلوع ہو کر اس طرف بلند ہو چکا تھا کہ تمام درختوں کی چوٹیوں سے اتر کر سبزہ سے لدی ہوئی چراگاہوں پر پھیلنے لگا۔

وہ پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ جتنا سفر کرتا دشت ہی دشت تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایسے مقام پر آ گیا ہے جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ پورے تین گھنٹے چل کر وہ ایک ایسی وادی میں پہنچا جس کے چاروں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ یہ وادی نہایت وسیع سرسبز و شاداب تھی۔

اس نے اس وادی میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا تو [illegible] وادی میں کچھ لوگ سبزہ پر بیٹھے اور پڑے ہوئے نظر آئے۔ ان کے گھوڑے [illegible] طرف چر رہے تھے۔ ان کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی۔ [illegible]

کھڑا ہوا انکی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ اسے ایک اونچی چٹان پر ایک عرب دوشیزہ بیٹھی نظر آئی۔

وہ ایک عرب زاد لڑکی کو عیسائیوں کے پاس دیکھ کر کمال متعجب ہوا۔ عیسائی عورتوں نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو خاموشی سے لوٹ جاتا لیکن اس لڑکی کو عیسائیوں کے پاس دیکھ کر بغیر اس کا حال دریافت کیے وہاں سے چلے جانا اسے نامناسب معلوم ہوا۔

وہ عربی شہزادی لڑکی فاصلے پر تھی۔ اس کی طرف پیٹھ کیے بیٹھی تھی۔ لہٰذا وہ اسے پہچان نہ سکا۔ ریاض نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ تمام عیسائی اٹھ کھڑے ہوئے۔

انھوں نے جلد جلد گھوڑوں پر زین کسنا شروع کیا۔ ریاض کو انکی اس حرکت پر تعجب ہوا۔ اور اس نے تیز قدمی سے چلنا شروع کیا۔ یہ ریاض کی جانبازی تھی کہ وہ تنہا بغیر زرہ بکتر اور دیگر تمام ہتھیاروں کے صرف ایک تلوار اور ایک ڈھال لیے ہوئے تین سو مسلح عیسائیوں کے نرغے میں جا رہا تھا۔

اسے کسی قسم کا خوف و خطر نہ معلوم ہوتا تھا۔ غالباً یہ بے خوفی بہادری اور دلیری اس وجہ سے تھی کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص جان پر کھیل جانے کی تیاری کر لیتا ہے وہ کسی بات سے نہیں ڈرتا۔

وہ بڑھتے بڑھتے عیسائیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اب ... چند عیسائیوں نے دیکھا۔ انھوں نے تعجب کی نگاہیں اس پر ڈالیں۔ اور خوفزدہ آواز سے اپنے ساتھیوں کو اس کی موجودگی سے مطلع کیا۔

تمام عیسائیوں نے اسے دیکھا اور دہشت کے سبب متحیر ہو کے وہ جلد جلد گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس عرصہ میں ریاض ان کے بہت قریب پہنچ گیا۔ اس قدر قریب کہ اس نے اس لڑکی کو دیکھ کر پہچان لیا۔

وہ وہی ستم روزگار تھی جس نے اس کا دل اڑا لیا تھا ... جس کے ... سب کچھ

ہوش ربا تھا۔ اس حور نژاد کی وجہ سے لشکر کو مسلمانوں کو اور اپنے عزیز ترین دوست
کو چھوڑ آیا۔

وہ اس پری پیکر کو عیسائیوں کے نرغہ میں دیکھ کر کمال متعجب ہوا۔ اسے حیرت پر
حیرت تھی کہ کس طرح وہ حور نژاد اور درندہ عیسائیوں کے پنجہ میں آگئی۔ لہٰذا اب وہ تیز
تیزی سے اس حسن و جمال کی دیوی کی طرف بڑھا۔

جوں جوں وہ، اس کے قریب ہوتا جاتا تھا۔ رعب حسن سے اس کا دل دھڑکتا
جاتا تھا۔ یہ حور نژاد بلینا ہی تھی۔

بریں سبب ہی اسے اٹھا کر لائے تھے وہ اس مختصر دستہ فوج کے ساتھ اسے ہمراہ لیکر
دنبوار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عیسائیوں کو پریشان متحیر اور خوفزدہ دیکھکر اس نے
اس طرف دیکھا جس طرف عیسائی سوار دیکھ رہے تھے۔

اس عرصہ میں ریاض قریب پہنچ چکا تھا۔ اس حور نژاد کی نظریں بھی ریاض پر
جا پڑیں۔ اس کا پژمردہ چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ پیاری کٹیلی اور خوبصورت آنکھوں سے تعجب
آمیز خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔

وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خوش ہو کر ریاض کی طرف بڑھی اور بیساختہ
اس کی زبان سے نکلا۔ آہ ریاض۔۔۔!

اتنا کہتے ہی اس نے جلدی سے اپنی پیاری زبان اپنے خوبصورت اور موتی
جیسے صاف و شفاف دانتوں میں دبا لی۔ جیسے اس سے کوئی سخت غلطی سرزد ہو گئی ہے
اور ساتھ ہی سٹپٹا کر کھڑی ہو گئی۔

ریاض کے لئے یہ الفاظ اپنے اندر کیا معنویت پنہاں رکھتے تھے وہ جوش مسرت
سے بیخود ہو کر بڑھا، اور جو روش بلینا کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ پری زاد بلینا تم
یہاں کہاں؟

پری پیکر بلینا پر حیا غالب آگئی اس نے شرما کر اپنا نازک سر جھکا لیا۔ ریاض

کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ عیسائی شور کرتے ہوئے غول بیابانی کی طرح اسکی طرف بڑھے ۔

ایک عیسائی سب سے آگے آ رہا تھا۔ وہ نہایت تنومند تھا۔ بیش قیمت لیشمین کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس دستہ کا سردار معلوم ہوتا تھا۔

اس نے ڈپٹ کر کہا ” اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو اس پری پیکر کے قریب سے ذرا الگ ہٹ جاؤ۔“

ریاض اس ملک میں نیا آیا تھا۔ وہ عیسائیوں کی زبان نہیں سمجھتا تھا لہذا اس نے اس کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھا۔ البتہ اس کے اطوار و اشاروں سے سمجھ گیا کہ اسے اس کا لبنیٰ کے پاس آنا سخت ناگوار گزرا ہے۔ اور وہ اس کے پاس سے علیحدہ ہونے کو کہتا ہے۔

زندگی سے تنگ آیا ہوا ریاض اس کی دھمکی کی کیا پرواہ کر سکتا تھا خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہ حور وش جس پر وہ فدا تھا اس کے پاس کھڑی تھی۔

ایسی حالت میں تو بزدل سے بزدل انسان کو بھی حرارہ اور جوش آجاتا ہے اور اگر کوئی بہادر ہو تو اس کی شجاعت اور مردانگی ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔

ریاض کو اس کا درشت لہجہ نہایت ناگوار گزرا۔ اس نے برافروختہ ہو کر کہا۔ ” خبردار! ایک قدم آگے نہ بڑھنا!! ورنہ سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔“

یہ سردار عربی سمجھتا تھا۔ اسے ریاض کے طرز گفتگو، شان استغنا اور دلیرانہ عزم و ثبات سے سخت حیرت ہوئی۔ تعجب یہ ہوا کہ ایک تنہا شخص جو لوہے اور ہتھیار سے مسلح بھی نہیں ہے تین سو آدمیوں کے مقابلے پر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

چند ہی لمحہ میں اس نے اپنی حیرت دور کر کے پھر کہا۔ ” اس حور لقا لڑکی کے پاس سے فوراً دور ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔“

ریاض نے قیاس کے طور پر اس کا مفہوم سمجھ کر ترش روئی کے لہجہ میں کہا ” ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہیں تمہاری گستاخی کی سزا دی جائے گی۔“

یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ یہ کیفیت دیکھ کر پریزاد لبنیٰ نے

نغمہ زا انداز سے کہا۔

"ریاض! کیا کرتے ہو اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ وہ تین سو ہیں اور تم اکیلے ہو۔"

ریاض نے دلیرانہ انداز سے کہا۔

"وہ مجھ سے تمہیں طلب کرتے ہیں کہ میں تمہیں ان کے حوالے کر دوں؟"

لبینا نے غم و حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔

"اپنی جان بچانے کے لئے مجھے ان کے حوالے کر دو۔ (لبینا نے پست آواز سے کہا) تم تنہا ہو وہ تین سو ہیں۔ لہٰذا تمہارا ان پر فتحیاب ہونا دشوار و غیر ممکن ہے۔ پھر کیوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہو؟"

ریاض نے وفور جوش سے بیخود ہو کر کہا۔

"ایک جان کیا میری ہزار جانیں ہوں تو تم پر تصدق کر دوں تین سو سوار نہیں تین ہزار ہی کیوں نہ ہوں تب بھی مجھے اندیشہ نہیں۔"

عیسائی سردار نے ریاض کو شمشیر بکف دیکھ لیا تھا۔ اسے سخت غصہ آیا۔ اور اس نے اپنے ہمراہیوں کو اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

عیسائیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ریاض کی طرف بڑھے۔ انھوں نے اس کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے ان کے حملوں کو ڈھال پر روکا اور جھپٹ کر عیسائی سواروں کے پرے میں جا گھسا۔

اس نے نہایت پھرتی سے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ ہر حملہ میں ایک نہ ایک عیسائی کو ضرور قتل کر ڈالتا تھا۔

چشم زدن میں یا اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے دس عیسائیوں کو مار گرایا عیسائی اس کی یہ چابکدستی، جوش اور دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے۔

خوروش لبینا قریب والی چٹان پر جا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ حیرت اور خوف کی نظروں سے ریاض کو لڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔

اس کے نازک، مسیح دم اور عنابی لب پھڑک رہے تھے وہ اپنے جانباز عاشق کے لئے دعا مانگ رہی تھی۔

ریاض نہایت بےخوفی، بڑی جرأت اور انتہائی جوش کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ وہ پیدل تھا۔ عیسائی گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ تنہا تھا۔ اور عیسائی سینکڑوں تھے کسی طرح بھی برابر کا مقابلہ نہ تھا۔

ریاض ایک تو تھا ہی بہادر اور دوسرے اس حوروش کی موجودگی نے جسے وہ ہزار جان سے چاہتا تھا۔ اس کی دلیری کو بہت کچھ بڑھا دیا تھا۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر اچھل اچھل کر حملے کر رہا تھا۔

وہ ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس کی شمشیر خون اگل رہی تھی۔ اس کے تمام جسم پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جمنے لگے تھے۔ وہ پورے جوش اور ہمت سے لڑ رہا تھا۔

عیسائی دانت کٹکٹا کٹکٹا کر جوش اور غیرت میں آ آ کر بڑھتے تھے۔ اس پر حملے کرتے تھے۔ مگر کسی کا حملہ کارگر نہ ہوتا تھا۔

گویا وہ لوہے کا تھا یا مافوق الفطرت انسان تھا۔ جو عیسائی اس پر حملہ کرتا تھا۔ اس پر تلوار اٹھاتا تھا۔ اس کی تلوار ریاض کی تلوار سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو جاتی اور وہ خود کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

عیسائیوں کا سردار اپنے ہمراہیوں کو جوش و غیرت دلا دلا کر آگے بڑھا رہا تھا اور خود اسے ریاض کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا۔ کہ ریاض کی شمشیر براں قضا کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ وہ جس کو بھی چھو جاتی وہی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

اس لئے وہ خود کو بچاتا۔ اور سواروں کو جنگ کی ترغیب دے رہا تھا۔ ریاض اس سردار تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن عیسائی سواروں کا اژدھام درمیان میں حائل تھا۔

وہ خود لڑ بڑ کر کٹتے جاتے تھے ۔ مگر ریاض کو اپنے سردار تک پہنچنے نہ دیتے تھے ۔ چونکہ ریاض پیدل تھا ۔ اس لئے وہ دل کھول کر نہیں لڑ سکتا تھا ۔ وہ اس فکر میں تھا ۔ کہ اگر ذرا بھی وقفہ مل جائے تو وہ کسی مقتول عیسائی کے گھوڑے پر سوار ہو جائے ۔

کئی مرتبہ اس نے کوشش کی لیکن جب کبھی اس نے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو عیسائیوں نے اس کو نرغہ میں لے لیا ۔ اسے ان کا جواب دینا پڑا اور اس طرح وہ سوار ہونے سے معذور رہا ۔

ایک دفعہ عیسائیوں نے اس پر جھرمٹ کیا ۔ اور پندرہ بیس تلواریں یکدم اس پر ٹوٹ پڑیں ۔ جن سے اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کسی نہ کسی کی تلوار ضرور اس کا خاتمہ کر دے گی ۔

نوروش لیلیٰ نے یہ حالت دیکھی تو تڑپ گئی ۔ غریب مدہوش لڑکی اس وقت اپنے چاہنے والے کی کچھ مدد نہ کر سکتی تھی ۔

وہ نہتی تھی ۔ اگر اس کے پاس تلوار ہوتی تو بالضرور وہ اسکی امداد کرتی تاہم اس نے اسکی سلامتی کی دعا مانگنے کے لئے اپنے نازک اور گورے ہاتھ اٹھائے ابھی وہ دعا ہی مانگ رہی تھی ۔ کہ ریاض جھپٹ کر اس نرغہ سے نکل آیا ۔ اس کو زندہ سلامت دیکھ کر پری زاد لیلیٰ کی جان میں جان آگئی ۔

وہ مسکرائی ریاض نے جلدی سے اس کا ساختہ یاس تبسم دیکھا اسکی رگ رگ میں جوش و قوت کی لہر دوڑ گئی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جوش و قوت سے لڑائی میں مشغول ہو گیا ۔

"ریاض لڑا اور خوب لڑا ۔ اس نے پچاس ساٹھ عیسائیوں کو مار ڈالا لیکن اتنے آدمیوں کے مارے جانے پر عیسائیوں کے ہجوم میں کوئی نمایاں کمی نہ ہوئی تازہ دم عیسائی برابر اس پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے ۔ مگر ریاض انکی کثرت اور انکی دلیر لڑنے سے نہ خوفزدہ ہوا نہ شکستہ دل ۔"

وہ بدستور جدال و قتال میں مصروف تھا۔ اس لئے اپنے تھکے ہوئے اعضاء میں تمازدرج پیدا کرنے کے لیے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔ اور کون تھا جو اس نعرہ کی تکرار کرتا۔ مگر چٹانوں نے اس کا ساتھ دیا۔

آواز بازگشت پیدا ہوئی۔ اور اس کی رگوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جھپٹا۔ اس نے پوری قوت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔

اگرچہ عیسائیوں نے بہت کچھ اس کے حملے کو روکا۔ لیکن جوش میں بھرا ہوا تھا۔ اس کی تلوار قضائے مبرم بنی ہوئی تھی۔

اس نے ایک دو نہیں پورے دس عیسائیوں کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی پیچھے ہٹے۔ وہ گھبرا گئے۔ خوفزدہ ہو گئے۔ ریاض کو موقع ملا۔

اس نے ایک مقتول عیسائی کا گھوڑا پکڑا اور نہایت سرعت سے اس پر سوار ہونا چاہا۔

عیسائی سردار نے دیکھ لیا۔ وہ جرأت کر کے بڑھا۔ ریاض سوار ہونے میں مصروف تھا۔ سردار نے پیچھے سے جا کر کمند پھینکی۔

کمند شانوں سے نیچے اتر کر اس کے بازوؤں میں بہت بری طرح سے جا کر پھنس گئی۔ اس نے ہر چند زور لگایا۔ لیکن وہ کمند کو نہ توڑ سکا اور نہ اس سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ بلکہ جس قدر توڑنے کے لیے زور لگاتا تھا۔ اسی قدر کمند اسے اور کستی تھی۔

یہ کمند مضبوط ریشم کی ڈوروں کی تھی۔ ریاض بالکل اس طرح سے پھنس کر رہ گیا جس طرح جال میں چڑیا پھنس کر رہ جاتی ہے۔

حوروش لیلےٰ نے اسے دیکھا وہ کمال مضطرب اور بے چین ہوئی غم والم سے اس کا چہرہ اتر گیا۔

وہ رنج و یاس کا مجسمہ بن گئی اس نے دست تاسف ملتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ کیونکہ مایوسوں۔ بیکسوں اور بے لبوں کا آخری سہارا آسمان والا ہی ہوتا ہے۔

لبنیٰ نے نرگسی اور سرد آلود آنکھوں میں آنسو بھر لا کر پھر دعا کے لئے اپنے چھوٹے اور نازک ہاتھ بلند کئے۔

ریاض نے غم و حسرت بھری نظروں سے پر یجمال لبنیٰ کو دیکھا سردار نے عیسائیوں کے ہاتھ میں ڈور دے کر اسے کھینچنے کے لئے حکم دیا۔

عیسائیوں نے ڈور کھینچی۔ ریاض لٹکنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت اللہ اکبر کے فلک بوس نعروں کی آواز آئی۔

نعروں کی آواز سنکر جو روسش لبنیٰ خوش ہو گئی۔ عیسائی گھبرا گئے۔ کمند ڈھیلی پڑ گئی۔ ریاض کھڑا ہو کر قدرت کی کرشمہ سازی اور اپنی قسمت کی یرنگی دیکھنے لگا۔

ساتواں باب

"فاتح و مفتوح"

اللہ اکبر کے پر شگاف نعرہ نے تمام وادی میں گونج پیدا کر دی چٹانوں، پتھروں، اور سنگریزوں نے اس تہلکہ مچا دینے والے نعرہ کی تکرار کی۔ عیسائی متوحش اور پریشان ہو ہو کر دیکھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں خدا پرستوں کا سمہ گوؤں کا گروہ گھوڑے دوڑاتا ہوا آتا نظر آیا۔ یہ ضرار اور انکے ہمراہی تھے۔ نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے چلے آرہے تھے۔ سب سے آگے ضرارؓ، اور سعدؓ تھے۔ ضرارؓ ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے انہوں نے نیزہ تان رکھا تھا۔ گویا وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ رہے تھے۔

جلدی سے عیسائی ان کے سامنے صف بستہ ہو گئے۔ سب سے پہلے ضرارؓ اور سعدؓ نے حملہ کیا۔ دونوں کا حملہ قیامت کا حملہ تھا۔

ضرارؓ نیزہ سے اسعدؓ تلوار سے کوہ شکن حملے کر رہے تھے چشم زدن میں مسلمان

عیسائیوں پر اس طرح سے ٹوٹ پڑے جس طرح باز چڑیوں پر آتا ہے۔

متحاربین نے تلواریں کھینچ لیں۔ صاف شفاف تلواریں بجلی جیسی چمک کے ساتھ بلند ہوئیں۔ انسانی سمندر میں ڈوبیں اور خون میں نہا کر اٹھیں۔ مار دھاڑ اور چیخ و پکار شروع ہو گئی۔

موت بڑی سرعت کے ساتھ اپنی کھیتی کاٹنے لگی۔ سر و تن کے فیصلے ہونے لگے۔ مسلمان جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ نہایت بے خوفی اور دلیری سے حملے کر رہے تھے۔ عیسائی بھی موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ وہ بھی پوری قوت سے لڑ رہے تھے۔ تا آنکہ خونی تمام جنگ ہو رہی تھی [illegible] اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

خون کے فوارے اچھل رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے انسانی جسم کچلے جا رہے تھے۔ جو ایک دفعہ زخمی ہو کر اپنے گھوڑے کے اوپر سے گر پڑتا تھا گھوڑے اسے روند ڈالتے تھے۔

غرض حرب کی جھنکار، زخمیوں اور مرنے والوں کی چیخ و پکار اور تیز قدمی نعروں کی آواز سے تمام وادی گونج رہی تھی۔ چونکہ زمین پتھریلی تھی۔ اور خون اس میں جذب نہ ہو سکتا تھا۔

اس لئے تمام سبزہ گلگوں ہو گیا۔ دونوں طرف کے [illegible] ہو رہے تھے۔ سر کٹ کٹ [illegible] مگر مسلمان [illegible] موت [illegible] زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔

[illegible] عیسائی ریاض کو [illegible] عیسائی جنگ نہایت تیزی سے اختتام پر تھی۔ عیسائی [illegible] اور مسلمان [illegible] ریاض [illegible] زخمی ہو کر [illegible] دیکھ رہا تھا [illegible] مگر وہ [illegible]

[illegible] جگر ابھرا تھا۔

طبیعت کی امنگ دل کے حوصلے نہیں نکال سکتا تھا۔ مجبور تھا اور اپنی حالت پر کف افسوس مل رہا تھا۔

اتفاق سے سعد نے اسے دیکھ لیا۔ وہ اسکی بیچارگی اور بے بسی کو دیکھ کر تڑپ گیا وہ بہادر تھا۔ دوستی نے مہمیز نازیانے کا کام کیا۔ بڑی بے جگری اور جوش کیساتھ بڑھے۔ عیسائی اس کے سدِ راہ ہوئے اس نے اپنے راستہ میں حائل ہونے والوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ جو سامنے آیا اسی کا سر اڑا دیا۔

عیسائی اس کی یہ جرأت اور یہ دلیری دیکھ کر سہم گئے۔ اس کے سامنے سے ہٹ گئے اسے راستہ ملا۔

وہ دیوانہ وار ریاض کی طرف بڑھا۔ حور جمال لبنٰی ابھی تک چٹان پر کھڑی تھی۔ اور بیم و رجا کی حالت میں ریاض اور مسلمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ خدا سے مسلمانوں کی فتح　　　　سکینہ دعا مانگ رہی تھی۔

اس نے سعد کو ریاض کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اسکے ترو نازک میں مسرت و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ خوبصورت چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا۔

ہوشربا آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ نیز ناصفت لبوں پر تبسم کی بجلیاں کوندنے لگیں۔

اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ جب سعدؓ کو ریاض کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو عیسائیوں نے اسکے گرد حلقہ کر لیا۔ وہ آہنی دیواروں کی طرح سامنے آ گئے۔

سعد نے پورے جوش و استقلال کیساتھ حملے کرنے شروع کر دیئے۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا لیکن تازہ دم عیسائیوں کا تانتا لگ رہا تھا۔ جو شخص مرجاتا تھا اس کی جگہ نیا عیسائی پہنچ جاتا تھا۔

موت عیسائیوں کو کھینچ کر سعد کے سامنے لا رہی تھی۔ سعد کی تلوار موت کا پیامبر تھی۔ جو سامنے آجاتا تھا۔ اور جس پر تلوار پڑتی تھی۔ وہ موت کی آغوش میں پہنچ کر ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند کے مزے لینے لگتا تھا۔

یوں تو سارے مسلمان نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے مگر سب سے زیادہ ضرارؓ دلیری، جرأت اور جوش و غضب سے بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔

انکے پاس ایک نیزہ تھا۔ وہ جس کے نیزہ مارتے تھے، زرہ بکتر توڑ کر سینہ چھید کر نیزہ کی انی پشت کے پار نکل جاتی تھی۔ عیسائی سب سے زیادہ ضرارؓ سے ہی ڈرنے لگے تھے۔

ضرارؓ نے دور سے سعد کو عیسائیوں کے نرغہ میں دیکھا۔ وہ جھپٹے جو ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کے سینے کو چھید ڈالا۔ عیسائی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹے۔

ضرارؓ بڑھے۔ انہوں نے سعد کے گرد حلقہ کرنے والوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی انکی دلیری اور انکے جوش کو دیکھ کر پہلے ہی سے خوفزدہ ہو رہے تھے۔ ان کے حملہ کرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اب سعد اور ضرار دونوں ریاض کی طرف بڑھے ریاض کے عیسائی محافظوں نے جب ان دونوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے ریاض کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سعد جلدی سے آگے بڑھے۔ اور انہوں نے ریاض کی کمند کاٹ ڈالی۔ ریاض آزاد ہوا۔ وہ ایک نادم شریف انسان کی طرح سر جھکا کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سعد بڑھ کر اس سے بغلگیر ہوئے۔ اور فرمایا کہ ریاض! خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جو تم مل گئے۔ میں تمہاری گمشدگی کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھا تم نے نہایت زبردست غلطی کی جو بغیر کسی سے کچھ کہے سنے چلے آئے؟

ریاض سر جھکائے خاموش کھڑا رہا تھا۔ سعد نے کہا! تلوار لو اور کسی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اور لٹیرے عیسائیوں سے لڑو۔

نہ تلواروں کی کمی تھی نہ گھوڑوں کی۔ مرنے والوں کے ہتھیار پڑے تھے اور گھوڑے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

ریاض نے جلدی سے ایک گھوڑا پکڑا۔ ڈھال تلوار اسکے پاس تھے ہی وہ گھوڑے

پر سوار ہو گیا۔ ضرارؓ اس کے قریب آئے اور انھوں نے کہا۔

ریاض تم کیسے یہاں آئے اور عیسائیوں نے کس طرح تمکو گرفتار کر لیا۔

ریاض جواب میں پس وپیش کرنے لگا۔ سعد نے جلدی سے کہا۔ یہ ہمارے ارادہ سے پہلے ہی چل پڑے تھے۔ ہم سے پہلے آ گئے؟

ریاض! بیچارے کو کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ ضرارؓ اور اتنے مسلمان کس طرح آگئے ہیں۔ اس کا راز فاش ہو گیا۔ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

چونکہ وہ شریف نوجوان تھا اسلئے بار ندامت سے اس کا سر جھک گیا تھا۔ مگر سعد کے جواب سے معلوم ہوا کہ کسی اور وجہ سے اتفاقیہ مسلمان یہاں آگئے لیکن وہ وجہ کیا تھی۔ اس کو معلوم کرنے کے لئے اسکی طبیعت میں خلفشار پیدا ہوا۔

ضرارؓ نے اس سے دریافت کیا! تم نے لبنیٰ کو دیکھا ہے؟

اب ریاض کی سمجھ میں آیا۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا کہ عیسائی اسکی پریجمال لبنیٰ کو اٹھا لائے تھے اور مسلمان اس کی تلاش میں یہاں تک آئے۔

اس نے پریزاد لبنیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"لبنیٰ اس چٹان پر موجود ہے"

سعد اور ریاض دونوں نے دیکھا۔ انہیں حسن وجمال کی دیوی چٹان پر کھڑی نظر آئی۔ سعد ریاض کو ہمراہ لیکر اس طرف بڑھا اور ضرارؓ لوٹ کر جنگ میں مصروف ہو گئے۔

جب سعد اور ریاض دونوں لبنیٰ کے قریب پہنچے تو اس نے ترنم خیز لہجے میں کہا تم میدان جنگ سے بغیر فتح کئے ہوئے اس طرف آرہے ہو۔ خدا کا حکم پورا نہ کرو۔ جاؤ کافروں سے لڑو۔

سعد نے دور ہی سے کھڑے ہوئے کہا: لبنیٰ! میں تیری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ میں بخیریت ہوں۔ میری وجہ سے جہاد میں کوتاہی نہ کرو۔ لڑو اور دشمنانِ خدا سے جہاد کرو۔ یہ موقع ہاتھ سے بیکار نہ جانے دو۔

ریاض اور سعد دونوں لوٹ گئے۔ دونوں عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کی جنگ

بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ عیسائی نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔

مسلمان بھی سر جھکائے جدال و قتال میں مصروف تھے۔ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں سر دھڑ اور بدن کے دوسرے اعضاء پڑے لوٹ رہے تھے۔

مسلمانوں نے گویا تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ایک عیسائی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے عیسائی جوش میں آ آ کر بڑھتے تھے۔ غصہ میں آ آ کر سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا کھا کر حملے کر رہے تھے۔ مگر ہر حملے میں دو چار سرفروشوں کو کٹوا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

ریاض اور سعد نے گھوڑوں کو ملا کر نہایت جوش و قوت سے حملہ کیا۔ انکی بے پناہ تلواروں نے عیسائی جانبازوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔

وہ جس طرف جھک گئے۔ پرے کے پرے صاف کر دیئے۔ انکو اس بے جگری سے لڑتے دیکھ کر تمام مسلمانوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا۔ تلواریں جلد جلد بلند ہونے لگیں۔ سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون اسقدر بہنے لگا تھا گویا زمین سے خون کا چشمہ ابل آیا ہے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی سراسیمہ ہو گئے انھوں نے دیکھ کر کہ اگر ایک گھنٹہ بھی اور جنگ جاری رہی تو ایک عیسائی بھی زندہ نہ بچے گا۔

انھوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور الاماں! الاماں!! چلانے لگے۔ فوراً مسلمانوں نے ہاتھ روک لیئے۔ وہ انہیں گرفتار کرنے لگے۔

ابھی دس بیس ہی عیسائی گرفتار کیئے تھے کہ مغربی جانب سے عیسائیوں کا سیلاب اس وادی میں داخل ہوا۔ یہ سارے عیسائی لوہے میں غرق۔ تھے۔ زرہ بکتر پہنے ہوئے آہنی لگائے ڈھالیں پشت پر ڈالے تلواریں ہاتھوں میں لئے گھوڑوں کی کنوتیاں ملائے غیظ و غضب کی نظروں سے مسلمانوں کو گھورتے ہوئے آ رہے تھے۔

مسلمانوں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔ ہزار شخص نے باآواز بلند کہا "مسلمانو! ایک جگہ جمع ہو جاؤ"۔

تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ تازہ دم آنیوالے عیسائیوں کو دیکھنے لگے عیسائی

نہایت تیزی سے جوق در جوق آ رہے تھے انکا تانتا ٹوٹنے میں ہی نہ آتا تھا۔ تمام وادی ان سے بھر گئی۔ وہ مسلمانوں کے چاروں طرف پھیل گئے ہنوز انکی آمد کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ مسلمان پیچھے ہٹ کر اس چٹان کے نیچے پہنچ گئے جس پر حور لقا بلینا کھڑی تھی۔

ان عیسائیوں کو دیکھ کر اس کا خوبصورت چہرہ کچھ اداس ہو گیا تھا ہوش ربا آنکھوں سے قدرے خوف ظاہر ہونے لگا تھا۔

جب عیسائیوں کا آخری سپاہی بھی وادی میں داخل ہو چکا۔ تو مسلمانوں نے انہیں دیکھا۔ وہ تین ہزار سے کسی طرح بھی کم نہ تھے تین علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔ ہر علم کے نیچے ایک ہزار تھے۔ ہر ایک ہزار پر ایک سپہ سالار تھا اور ان تینوں کے اوپر ایک بڑا افسر تھا۔ جس کا نام قیطارس تھا۔ وہ جرجس کا بھتیجا اور داماد تھا۔ جرجس الحبشہ کا بادشاہ تھا۔ قیطارس نوجوان تھا بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کرتا پر سونے کے تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔ سر پر سونے کا تاج تھا اسکے پہلو میں ایک پری جمال دوشیزہ باریک ریشم کے کپڑے پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار تھی۔ اس کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ رعنائی اور دلربائی کی تمام تر علامات اس میں موجود تھیں۔ اس کے گیسو ریشم جیسے تھے۔ ہیرے ٹکے ہوئے تھے جنکی چمک نے اس کے چہرے کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس وقت وہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہو رہی تھی۔

اس کا نام میرونہ تھا۔ وہ قیطارس کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ تھی۔ قیطارس کے پیچھے تمام عیسائی صف بستہ ہو گئے مسلمانوں نے بھی صف بندی کر لی۔

عیسائیوں میں سے ایک سوار نکل کر مسلمانوں کے قریب آیا۔ اور اس نے کہا۔ مسلمانو! ہمارے رحمدل سردار قیطارس نے حکم دیا ہے کہ اگر تم لوگ ہتھیار ڈال دو تو تمہیں حراست میں لے لیا جائے گا۔

اور یہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ حضرت ضرار نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا "ہم ان میں سے نہیں جو ڈر کر ہتھیار ڈال دیں۔ ہم آخر دم تک

لڑیں گے۔

سوار واپس چلا گیا۔ اسکے جانے کے تھوڑی دیر بعد عیسائیوں کی صفوں کو حرکت ہوئی۔ وہ تلواریں سونت سونت کر بڑھنے لگے۔

ضرارؓ نے بلند آواز سے کہا۔ لا فرار من الموت:- ترجمہ:- موت سے رستگاری نہیں ہے۔

مسلمانو! ہم شہادت کے خواہشمند ہیں۔ موت کے متلاشی ہیں خدا نے موت کو بھیج دیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہمیں شہادت کے دروازے پر لے آئی ہے۔ بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ جہاد کرو۔ اور شہید ہو جاؤ۔ خدا بہشت میں داخل کریگا۔

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں کی رگوں میں جوش و غضب کا دریا موجزن کر دیا انہوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔ خدا کا نام لیکر بڑھے۔ دونوں فریق مل گئے۔ تلواریں سروں سے بلند ہوئیں۔

انسانوں کے بحر ذخار میں ڈوبیں اور خون کے دریا میں تیر کر ابھریں خون کے چھینٹے اچھالنے لگیں۔ سروتن کے فیصلے کرنے لگیں۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان تھوڑے تھے۔

عیسائیوں نے چاروں طرف انھیں گھیر لیا۔ اور چاروں طرف سے ان پر تلواروں کی بارش ہونے لگی وہ بکھر گئے۔ بکھر گئے۔ نہایت جوش اور جرأت حوصلے سے لڑنے لگے۔

چاروں طرف تلواریں ہی تلواریں نظر آنے لگیں۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تلواروں کا کھیت اُگ آیا ہے۔ مار دھاڑ نہایت تیزی سے ہو رہی تھی۔ جانباز بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

اعضائے انسانی کے ڈھیر لگتے چلے جا رہے تھے۔ لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جا رہی تھیں۔ خون بارش کے پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔ مسلمان نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ انھیں موت و زندگی کی پروا نہ تھی۔ وہ دنیا سے تمام کا [illegible]

سے بے نیاز تھے۔ اور جوش میں آ آکر حملے کر رہے تھے۔ عیسائیوں پر ٹوٹے پڑتے تھے جب تک ہر مسلمان دو چار عیسائیوں کو قتل نہ کر لیتا تھا پیچھے نہ ہٹتا تھا۔

عیسائی بھی بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ پوری قوت سے مسلمانوں پر جھکے ہوئے تھے۔ لیکن جو جوش مسلمانوں میں تھا۔ وہ ان میں نہ تھا۔ وہ مسلمانوں پر تلوار چلاتے تھے لیکن انکی تلواریں کارگر نہ ہوتی تھیں یا تو مسلمان ڈھالوں پر روک لیتے تھے یا جھکائی دے کر ان سے تلوار چھین لیتے تھے۔ اور انھیں قتل کر ڈالتے تھے۔

عیسائیوں کو اس سے سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ طیش میں آ آکر حملے کر رہے تھے۔ مگر ان کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی۔ مسلمانوں پر انکا کچھ زور نہ چلتا تھا۔ تاہم انکی تعداد زیادہ تھی۔ انھیں کچھ فکر نہ تھا۔ وہ حملے کرتے تھے۔ بڑھتے تھے۔ کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ انکی جگہ خالی ہوتے ہی تازہ دم اور آ جاتے تھے۔

یہی سلسلہ جاری تھا۔ یوں تو تمام مسلمان بڑے عزم و ثبات اور جوش سے لڑ رہے تھے لیکن سعد، ریاض اور ضرار بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ ضرار جس کے اوپر جھپٹ کر نیزہ مارتے تھے۔ زرہ بکتر توڑ کر انی سینہ چھید کر پشت کی طرف نکل جاتی تھی۔ تعجب یہ تھا کہ وہ ننگے بدن تھے ڈھال ہاتھ میں نہ تھی۔ اور عیسائی ان پر ہی زیادہ نرغہ کئے ہوئے تھے۔ مگر انکے جسم پر خراش تک بھی نہ آئی تھی۔ البتہ تمام بدن پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جم گئے تھے۔

ریاض اور سعد دونوں کمال سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ انکی بے پناہ تلواریں جس عیسائی کو چھو بھی جاتی تھیں، وہی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔ قیطارس دور کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو للکارا۔ اور عیسائی جوش میں آ کر بڑھے انھوں نے پوری قوت سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی حتی المقدور مدافعت کی لیکن وہ زور لگانے پر بھی عیسائیوں کو نہ ہٹا سکے۔ انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن پیچھے عیسائی تھے اس طرف سے بھی حملہ ہوا اور مسلمان پریشان ہو گئے۔

ضرار تب تک بڑے جوش و جوش سے لڑ رہے تھے۔ نہایت قوت سے حملے

کر رہے تھے۔ عیسائیوں کے دل و جگر چھید رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے گھوڑے نے کسی لاش سے ٹھوکر کھائی۔ وہ چونکہ ضرار جنگ میں مشغول تھے سنبھل نہ سکے۔ گر پڑے ان کے گرتے ہی پندرہ بیس مسیحی ان پر آ پڑے اور قبل اس کے کہ وہ اٹھنے کی کوشش کریں، انھیں قابو کر کے ریشم کی مضبوط ڈوروں سے جکڑ دیا۔

مسلمانوں کو ضرار کے گرفتار ہو جانے سے بڑا طیش آیا انھوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر پر جوش حملہ کیا۔ مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ انھوں نے سیکڑوں عیسائیوں کو قتل کر ڈالا، مگر انتہائی جد و جہد کرنے پر بھی وہ ضرار تک نہ پہنچ سکے۔

مسلمان عرصہ سے لڑ رہے تھے۔ وہ کل دو سو تھے تین سو عیسائیوں کو پہلے شکستیں دے چکے تھے۔ تین ہزار سے اب لڑ رہے تھے۔ ان میں سے بھی سیکڑوں عیسائیوں کو اس وقت قتل کر چکے تھے۔ متواتر کئی گھنٹے برابر لڑنے کی وجہ سے ان کے بازو شل ہو گئے تھے۔ ان سے مشکل سے تلوار اٹھتی تھی۔ ان کی اس کمزوری کو عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ شیر ہو گئے تھے اور نہایت جوش و قوت سے حملے کرنے لگے تھے۔

انھوں نے مسلمانوں کو متفرق کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ کسی مسلمان کو شہید نہ کر سکے البتہ کمند پھینک پھینک کر گرفتار کرنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں تمام مسلمان گرفتار ہو گئے۔ سعد بھی ریاض سے بچھڑ گیا۔ وہ بھی گرفتار ہو گیا۔ صرف ریاض باقی رہ گیا تھا۔ وہ ابھی تک جنگ کر رہا تھا۔ اس کی خون آشام تلوار برابر عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ تمام مسلمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ وہ سر جھکائے ہوئے جنگ میں مشغول تھا۔ اس کے چاروں طرف عیسائیوں کا حلقہ تھا۔

اگرچہ چاروں طرف سے عیسائی اس پر جھکے ہوئے تھے۔ مگر وہ کچھ اس پھرتی سے جنگ کر رہا تھا کہ عیسائیوں کو اس کے قریب جا کر اس پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک مسیحی نے بلند آواز سے کہا۔

اے عربی نوجوان اب لڑنا بے سود ہے تمہارے کل ساتھی بجز ایک کے جو بھاگ گیا ہے گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

اس سوار نے یہ سچ کہا تھا۔ تمام مسلمان گرفتار کر لئے گئے تھے صرف ایک سالم جو جو عبدالرحمٰن کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور ھزار زخموں کے ساتھ آیا تھا۔ عیسائیوں کو مارتا کاٹتا انکے نرغہ سے نکل گیا تھا۔

عیسائیوں نے اسے گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ انکے ہاتھ نہ آیا گھوڑے کو ہوا کی طرح سے اڑا لے گیا۔ ریاض عیسائی کی یہ بات سنکر کسی قدر متفکر ہوا۔ فوراً اسکو حوروش لبنیٰ کا خیال آیا۔

اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں عیسائی اسے گرفتار نہ کرلیں۔ وہ بے چین ہوگیا تڑپ گیا اس نے پوری قوت سے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ جو عیسائی اسکے سامنے تھے وہ قتل ہوگئے اور دوسروں پر اس کا رعب بیٹھ گیا۔

وہ اِدھر اُدھر کترا گئے۔ اس نے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور عیسائیوں کے نرغہ سے نکل کر تیزی کے ساتھ لبنیٰ کی طرف چلا۔ لبنیٰ ابھی تک چٹان پر کھڑی تھی اس چٹان کے پشت پر پہاڑی تھی۔ ریاض اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے اترا اور چٹان پر چڑھ گیا۔ لبنیٰ نے غمزدہ لہجہ میں کہا: "اب کیا ہوگا؟"

ریاض نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا: "میری زندگی میں اس چٹان پر کوئی نہیں چڑھ سکتا۔"

عیسائی بھی ریاض کے پیچھے چٹان کے قریب پہنچے ریاض مردانہ وار چٹان پر کھڑا ہوگیا۔ جو عیسائی چٹان کے قریب پہنچتا اور چٹان پر چڑھنا چاہتا۔ ریاض اس کا سر اڑا دیتا۔ ایک دفعہ کئی عیسائیوں نے یورش کی۔ دو تین عیسائی چٹان کے اوپر بھی پہنچ گئے مگر ریاض نے نہایت پھرتی سے سب کو تہہ تیغ کرکے نیچے گرا دیا۔ اس وقت قیطارس اور مہ جبین میرونہ چٹان کے پاس آکر کھڑے ہوئے تھے۔ میرونہ تعجب اور محبت بھری نظروں سے ریاض کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے قیطارس سے کچھ کہا۔

قیطارس بڑھا۔ اور اس نے ریاض سے کہا۔ تمہاری دلیری نے میری بہن کے دل پر

بہت کچھ اثر کیا ہے۔ میں تم سے ہتھیار ڈال دینے کو نہیں کہتا۔ بلکہ جنگ بند کر دینے کی استدعا کرتا ہوں۔ تم تلوار میان میں ڈال لو۔ چٹان سے نیچے اتر آؤ۔ دوستوں کی طرح ملو یقین کرو کہ تمہارے ساتھ دغا نہ کی جائے گی۔

ریاض نے کہا "کیسے یقین آئے کہ آپ دغا نہ کریں گے؟"

قیطارس "میں خدا اور خداوند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز دغا نہ کی جائے گی۔"

ریاض نے جوروش لبینے کی طرف دیکھا۔ لبینا نے کہا "یہ بادشاہ یا بادشاہ کا جانشین معلوم ہوتا ہے۔ بڑا آدمی ہے۔ اس کی بات پر اعتبار کر لو۔"

قیطارس نے پھر کہا۔ اطمینان رکھئے میں آپ کو گرفتار نہ کروں گا اور نہ اس جوروش لبینے کو گرفتار کیا جائے گا۔ البتہ تم دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ ایک دشمن کی طرح نہیں بلکہ ایک دوست کی طرح۔

لبینا نے کہا "کچھ حرج نہیں ہے۔" ریاض نے تلوار میان میں ڈال لی۔ قیطارس نے فوراً دو گھوڑے لانے کا حکم دیا۔ دو گھوڑے آگئے۔ ایک پر ریاض سوار ہوا۔ اور دوسرے پر لبینا بیٹھی۔ عیسائیوں نے فتح و ظفر کا نعرہ لگایا۔ قیطارس نے کوچ کا حکم دیا۔ عیسائی چند مسلمان قیدیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔

آٹھواں باب

"رہائی"

سالم عیسائیوں کے نرغہ سے نکل آیا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سرپٹ گھوڑا چھوڑ رکھا تھا۔ پتھروں اور چٹانوں کو پھاندتا جا رہا تھا۔ پورے ایک گھنٹہ کی دوڑ دھوپ کے بعد وہ لشکر میں پہنچا۔ اس نے دور ہی سے چلا کر کہا۔ "النفیر یا انصار الدین۔ ترجمہ:۔ اے دین کے مددگارو چلو!۔"

یہ وہ وقت تھا کہ جبکہ خالدؓ کے حکم کے مطابق تیسرا دستہ زیاد بن ابی سفیان

کی ماتحتی میں روانہ ہو رہا تھا۔ دو دستے ان سے پہلے جا چکے تھے پہلا دستہ فضل بن عباس اور دوسرا مقداد بن اسود الکندی کی سرکردگی میں تین گھنٹے کے وقفہ سے روانہ ہو چکے تھے۔

مسلمانوں نے سالم کی آواز سنی۔ بہت سے آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے دریافت کیا ضرارؓ اور انکے ہمراہیوں کا کیا حال ہوا؟

سالم [illegible] سے اتر آیا۔ اس نے حضرت خالدؓ کے خیمے کی طرف چلتے ہوئے [illegible] ضرار [illegible] گئے۔ مسلمان نرغے میں ہیں انکی مدد کی اشد ضرورت ہے۔"

مسلمانوں کو رنج ہوا انکے چہرے اتر گئے سالم خالدؓ کے خیمے پر پہنچا۔ حضرت خالدؓ خیمہ کے اندر موجود تھے۔ اس وقت انکے پاس عمرو بن العاص انس بن مالک مسیب بن نجبہ الفزاری، رافع بن عمر الطائی اور چند دیگر سربرآوردہ عرب بیٹھے تھے۔ سالم نے خیمہ میں داخل ہو کر خالدؓ کو سلام کیا۔

حضرت خالدؓ نے اسے حیرت انگیز نظروں سے دیکھ کر دریافت کیا۔ سالم! سالم! تم کہاں۔ ضرار اور ان کے ہمراہی کہاں؟

سالم نے کہا۔ ضرارؓ گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں کو عیسائیوں نے گھیر لیا ہے۔ جلد تر انکی امداد کیجئے۔

حضرت خالدؓ کا چہرہ اتر گیا۔ انہوں نے کہا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہمیں کچھ توانائی اور قوت حاصل نہیں ہے مگر بتائید خدا کہ جو برتر اور عظیم ہے) سالم! عیسائی کس قدر تھے؟"

سالم۔ تین ہزار یا اس سے زیادہ۔

حضرت خالدؓ نے ممزدہ لہجہ میں کہا "افسوس ضرارؓ اور انکے ہمراہی گرفتار ہو گئے میں قیامت کے روز خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ تم یا تھوڑے مسلمانوں کو مسلح ہونے کا حکم دو۔ میں خود مسلمانوں کو رہائی دلانے کے لئے جاؤں گا۔

مسیب نے کہا۔ آپ نہ جائیں یہ کام میرے سپرد کیجئے۔

رافع۔ بیشک آپ کا جانا مناسب نہیں ہے مجھے اور مسیب دونوں کو اجازت دیجئے

عمرو۔ یہی مناسب ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیں۔ مسیب اور رافع اس مہم کے لئے کافی ہیں۔ چونکہ دشمنوں کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے۔ اس لئے ان کو اجازت دیجئے کہ یہ ایک ہزار چیدہ مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے جاویں۔"

خالدؓ۔ اچھا تم دونوں ایکہزار مسلمانوں کو منتخب کر لو۔ اور ایک رہبر ساتھ لیلو۔ وہ لوگ دہشوار کی جانب جائیں گے۔ تم رہبر سے کہنا کہ وہ تم کو کسی اور راستہ سے لے جائے جو ان سے پہلے تمہیں دہشوار کے قریب پہنچا دے۔ بفضل مقداد اور زیاد بھی اسی طرف گئے ہیں اگر مزید کمک کی ضرورت پیش آئے تو انکو بلا لینا۔ جلدی جاؤ۔ اور ایک لمحہ توقف نہ کرو۔

فوراً مسیب اور رافع اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر آئے انہوں نے جلد جلد ایک ہزار مسلمانوں کو منتخب کر لیا۔ اور انہیں مسلح ہونے کی ہدایت کی سب لوگ اپنے اپنے خیموں پر پہنچے اور مسلح ہونے لگے۔ مسیب اور رافع بھی روانہ ہوئے۔ وہ بہت جلد مسلح ہو کر حضرت خالدؓ کے خیمے پر آ پہنچے۔ مسیب اور رافع بھی آ گئے۔

خالدؓ اور عمروؓ خیمہ سے باہر نکل آئے تھے وہ لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دینے ہی والے تھے کہ ایک سوار نیزہ تانے ڈھال پشت پر لٹکائے تلوار میان میں ڈالے سر سے پاؤں تک چادر میں مستور آیا۔ اس نے خالدؓ کو سلام کر کے کہا۔ یا امیر! میں ضرارؓ کی ہمشیرہ ہوں میرے بھائی کو عیسائیوں نے گرفتار کر لیا ہے میں انکے لئے مضطرب و بیقرار ہوں مجھے اس لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔

خالدؓ تمام سردار اور سارے مسلمان خولہؓ کو اچھی طرح سے جانتے تھے وہ خوبصورت حسین اور بہادر تھی۔ فتح یرموک اور فتح اطلابیہ کے وقت وہ نہایت سرفروشی سے عیسائیوں کے ساتھ لڑی تھی۔

خالدؓ نے کہا تم کو اجازت ہے۔ پھر مسیب اور رافع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تم اور سارے مسلمان اس لڑکی کی دلیری شجاعت اور جرأت سے اچھی طرح واقف ہو۔ اسے اپنے ہمراہ لے جاؤ۔

دونوں نے خولہ کی شمولیت سے اظہار مسرت کیا۔ اب خالدؓ نے انکی نصرت و کامرانی کے لیئے دعا مانگی۔ اور ایک ہوشیار رہبر ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ رہبر آگے آگے روانہ ہوا۔

لشکر کے نکلتے ہی اس مختصر دستہ فوج نے تیزی سے چلنا شروع کیا۔ رہبر کو ہدایت کر دی گئی تھی۔ کہ وہ کسی قریب کے راستہ سے اس فوجی دستہ کو لے جا کر ایسی جگہ پہنچا دے جہاں عیسائیوں سے ان کا مقابلہ ہو جائے۔

رہبر ایک تنگ راستہ پر روانہ ہوا۔ اس راستہ کے دونوں سروں پر سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ راستہ اسقدر تنگ تھا کہ صرف دو سوار برابر برابر ایک وقت میں چل سکتے تھے۔

یہ لوگ گھوڑے دوڑاتے نہایت تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ پورا ایک گھنٹہ چلنے کے بعد وہ ایک کشادہ راستے پر پہنچے۔ دو تین میل چل کر راستہ پھر تنگ آ گیا۔

چونکہ یہ راستہ پہاڑی کے اندر تھا۔ اس لئے ناہموار تھا۔ راستہ میں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے مگر یہ لوگ نہ سنگریزوں کا خیال کرتے تھے نہ پتھروں کا۔ سب کو پھاندتے ہوئے نہایت تیزی سے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ ایک گھنٹہ اور چل کر وہ ایک کشادہ گھاٹی میں پہنچے۔ رہبر نے اس گھاٹی کو اچھی طرح دیکھ کر کہا۔

عیسائیوں کے آنے کا یہی راستہ ہے۔ لیکن اس جگہ کے نشانات بتا رہے ہیں کہ ابھی تک کوئی لشکر اس طرف سے نہیں گزرا۔ اس طرح چھپ جاؤ کہ جب عیسائی اس طرف سے گزریں تو کمین گاہ سے نکل کر یکدم ان پر حملہ کر دو۔ یقین ہے کہ فتح بھی تمہاری ہو گی۔

مسلمانوں کو اس کی بات پسند آئی۔ وہ سب اونچی چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند سوار آتے ہوئے نظر آئے یہ زیادہ سے زیادہ بیس پچیس آدمی تھے۔

وہ نہایت بے فکری سے آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ یہ قطار دس میرونہ ریاں

اور لبنیٰ وغیرہ نیز چند سربرآوردہ عیسائی تھے۔ ریاض و لبنیٰ درمیان میں تھے مسلمانوں نے انھیں دیکھا۔

جب وہ سامنے آ گئے۔ تو مسیب نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ تو رہبر نے اسے روک کر کہا۔ ابھی توقف کیجئے۔ چند آدمی غالباً مسلمان اسیروں کی خوشخبری لئے جا رہے ہیں۔ لشکر دور معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم نے ان پر حملہ کر دیا تو اندیشہ ہے کہ کوئی ان میں سے بھاگ کر تمہاری موجودگی کی اطلاع لشکر کو نہ دیدے وہ کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کر لیں۔ مسیب خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کاش وہ دیکھ لیتے کہ ان میں ریاض و لبنیٰ بھی ہیں۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا۔

قیطارس اور اس کے ہمراہی بڑھتے چلے گئے۔ جب وہ تقریباً دو میل نکل گئے تو بہت سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ رہبر نے کہا۔

ہوشیار ہو جاؤ۔ اب لشکر آ رہا ہے۔ سب ہوشیار ہو گئے۔ آواز دمبدم قریب آتی جا رہی تھی۔ معلوم ہوتا جا رہا تھا کہ ہزاروں گھوڑے آ رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ عیسائی سوار نظر آنے لگے۔ یہ وہی لشکر تھا جو ضرارؓ اور انکے ہمراہیوں کو گرفتار کئے لئے جا رہا تھا۔

تمام عیسائی نہایت خوش و خرم تھے۔ گھوڑوں پر اکڑے اور تنے ہوئے بیٹھے آ رہے تھے۔ انھوں نے اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کیا جہاں یہ مسلمان چھپے بیٹھے تھے۔ مسلمانوں نے اس وقت ایک نہایت اندوہناک اور درد آمیز آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا:۔

الا ابلغا قومی وخولۃ اختنا

اے مخاطب تو میری قوم اور بہن خولہ کو خبر کر دے

اسیر رھین موثق الیدین بالقید

کہ میں اسیر ہوں۔ گرفتار ہوں اور دست بستہ قیدی ہوں

وحولی علوج الروم کل کالو

میرے گرد بیدین رومی ہیں اور وہ سب کافر
ہیں اور
نہ صحبت محمد ﷺ لا اعیش ولا ابکی
میں تنگ ساتھ ہوں غور کر سکتا ہوں نہ مدد پا سکتا ہوں

یہ ضرار کی آواز تھی وہ درد ناک آواز سے اشعار پڑھ کر اپنی بے کسی اور حالت زار بیان کر رہے تھے۔ خولہ انکی آواز سنکر تڑپ گئی۔ اس نے کہا۔ بھائی جان! غم نہ کرو تسلی رکھیئے اللہ نے آپ کے لئے مدد بھیج دی ہے۔

عیسائی اس آواز کو سنکر چونک پڑے۔ وہ حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ابھی وہ حیران ہی ہو رہے تھے کہ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ اور کمین گاہ سے نکل کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے خولہ نے حملہ کیا۔ یہ بھائی کی طرح نیزہ بازی میں کمال مہارت رکھتی تھی۔ اس کا تمام جسم بھی اپنے بھائی کی طرح چھپا ہوا تھا صرف ہاتھ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ آزمودہ کار سپاہی پختہ کار شہسوار کی طرح نیزہ بازی کرنے لگی۔

خولہ نوجوان تھی۔ نازک اندام تھی۔ لیکن اسلامی جوش شہادت کی خواہش اور بھائی کی محبت نے اس کی رگ و پے میں جوش و قوت کی لہر دوڑا دی تھی۔ وہ کمال نہایت بے خوفی اور دلیری سے جنگ کر رہی تھی۔

اس کا نیزہ موت کا پیامبر بن گیا تھا جس عیسائی پر نیزہ پڑتا زرہ توڑ کر سینہ توڑ ڈالتا۔ اس نے دم کے دم میں ایک دو نہیں دس سواروں کو مار ڈالا۔

یہ معمولی بات نہ تھی بڑی جرأت کا کام تھا۔ ایک عورت اور وہ بھی ناتجربہ کار کمسن نازنین اس ہوشیاری اور دلیری سے جنگ کر رہی تھی کہ عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ دشمن اسکے سامنے سے کترانے لگے تھے۔ تمام مسلمانوں نے پوری قوت پورے جوش سے کوہ شکن حملہ کیا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ کھینچ کر بلند کیں۔

انسانوں پر توڑ دیں اور سر و تن میں ڈوب گئیں۔ اٹھیں اور خون کی بارش کرنے

لگیں عیسائی حیرت زدہ ہوئے ٹھٹھکے سہمے، رکے اور سنبھلے انھوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ سنتی صفیں ٹکرا گئیں۔ آلات حربیہ کی جھنکار، زخمیوں کی چیخ و پکار اور لڑنے والوں کے شور و غل سے تمام گھاٹ گونج اٹھی۔ لڑائی نہایت زور شور سے شروع ہو گئی۔

اگرچہ گزشتہ جنگ میں آٹھ سو کے قریب عیسائی مارے گئے تھے لیکن اب بھی ڈھائی ہزار کے قریب باقی تھے برابر کا اب بھی مقابلہ نہ تھا لیکن کچھ نہ کچھ تناسب ضرور تھا۔ سارے مسلمان دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی خارا شگاف تلواریں ڈھالوں کو پھاڑ رہی تھیں۔

نیزے زرہ بکتروں کو توڑ رہے تھے۔ سر فروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے سر گیند کی طرح سے اچھل رہے تھے۔ ہاتھ پیر اور بدن کے دوسرے اعضاء نہایت بیدردی سے کاٹے جا رہے تھے۔

خون پتھریلی زمین پر بہنے لگا تھا۔ مسیب اور رافع نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے دونوں کے ہاتھوں میں اسلامی علم تھے۔ بائیں ہاتھوں میں علم لیے ہوئے تھے۔ اور داہنے ہاتھوں میں تلواریں لیے ہوئے بڑے جوش اور جرأت سے لڑ رہے تھے۔

مسیب نے دور سے ایک عیسائی سردار کو دیکھا اسکے سامنے ایک جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ سرخ ریشم کے کپڑے پہنے تھا۔ عیسائیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ مسیب اس کی طرف بڑھے۔ وہ دور تھا۔ اور درمیان میں سینکڑوں سر فروش شمشیر بکف عیسائی تھے۔

مسیب ان عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ انکی بے پناہ تلوار نے عیسائیوں کو کاٹنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے انکے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ سینہ سپر بن کر ٹوٹ گئے۔ مگر وہ رکنے یا پیچھے ہٹنے کے بجائے بڑھ رہے تھے۔

مسلمانوں کا کام بڑھ کر پیچھے ہٹنا نہیں تھا۔ پھر مسیب جیسا آزمودہ کار جانباز اور دلیر سپاہی کیسے رک سکتا تھا۔ وہ برابر بڑھتے رہے۔ انکی تلوار سامنے

والوں کو کاٹ ڈالتی رہی۔

جب بہت سے عیسائی نذرِ اجل ہو گئے تو وہ ڈر کر سہم کر دب گئے۔ صہیب کو راستہ دے دیا۔ وہ بڑھ کر سردار کے سامنے جا پہنچے۔ انھوں نے للکار کر کہا: سنبھل جاؤ موت قریب آگئی ہے۔ یہ سردار نہایت گرانڈیل تھا۔ زرہ بکتر پہنے تھا۔

اس پر سرخ ریشم کے کپڑے تھے سرخ رنگ کا برج معلوم ہوتا تھا۔ اس نے جلدی سے تلوار کھینچ لی۔ گھوڑے کو بڑھا کر صہیب کے سامنے آیا۔ عیسائیوں نے پیچھے ہٹ ہٹ کر اس قدر جگہ چھوڑ دی جس سے کہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں کو اچھی طرح سے دوڑا سکیں۔

سردار نے صہیب پر حملہ کیا۔ تلوار کا پورا ہاتھ مارا۔ عیسائی خوش ہو گئے سمجھے کہ اب صہیب کا خاتمہ ہو جائے گا [illegible] عیسائی کی آہن شگن تلوار نہایت زور دار پوری قوت سے صہیب کا خاتمہ کرنے کے لیے اٹھی مگر صہیب نے حیرت خیز سرعت سے اسکی تلوار پر اپنی تلوار ماری۔

دونوں تلواریں ٹکرائیں چنگاریاں اٹھیں۔ لوگوں نے تعجب سے دیکھا۔ سردار نے گھوڑا پیچھے ہٹایا پھر حملہ کیا۔ صہیب نے پھر روکا۔ اب انکے حملے کی باری آئی۔ انھوں نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔

سردار نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار نے ڈھال پھاڑ دی۔ عیسائی نے جوش اور غصہ سے بھر کر اپنی پوری قوت سے تلوار ماری۔ صہیب نے اسے بھی خالی دیا اور خود بھی جوش میں آکر آگے بڑھے۔

اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ تلوار گردن پر پڑی [illegible] زرہ کی زنجیریں کاٹ کر آدھے گلے سے زیادہ اڑا گئی۔ عیسائی کا جسم لرزا اس نے تلوار اٹھانی چاہی مگر ہاتھ ہوا میں رہ گیا وہ ایک دم گھوڑے سے نیچے گرا۔ صہیب نے خوش ہو کر پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس کلمہ کی تکرار کی اور تمام گھاٹی گونج اٹھی۔ عیسائی جوش میں آکر صہیب اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان بھی چل پڑے اور پھر خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر اچھلنے لگے خون کے چھینٹے [illegible] نام و نمود یا مذہب پر

مرنے والے کشتہ ہو ہو کر گرنے لگے۔

دار و گیر کی صدا نے اس گھاٹی کو ہیبتناک بنا دیا۔ جب جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ خولہ بدستور نیزہ بازی میں مصروف تھی۔ اس نے بہت سے عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ نہایت صبر و استقلال اور جوش و قوت سے نیزہ مار مار کر عیسائی بہادروں کے دل و جگر چھید رہی تھی۔ عیسائیوں کے ایک گروہ نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا۔

انہیں نرغہ میں لے لیا۔ بہت سی تلواریں ایکساتھ بلند ہو کر ان پر ڈٹیں وہ نہ گھبرائیں نہ ڈریں، نہ فکرمند ہوئیں۔ بلکہ بڑے استقلال و ہمت اور دلاری سے تلواروں کو ڈھال پر روکتے اور نیزہ سے حملہ کرنے لگیں۔

رافع نے یہ کیفیت دیکھی انھوں نے عیسائیوں کو ریل کر گھوڑا بڑھایا اور تلوار کی آڑ پر عیسائیوں کو رکھ لیا۔ عیسائیوں نے ان کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رکے مارتے کاٹتے خولہ تک پہنچے اس جگہ جاتے ہی انھوں نے عدیم النظیر دلیری کے ساتھ حملہ کیا۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔ بڑھتے ہوئے خولہ کے اوپر جھکے ہوئے عیسائی ڈر کر اور گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اب خولہ اور رافع نے نہایت زور سے حملہ کیا۔

پانچ سات عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ عیسائی اور پیچھے ہٹے رافع نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی اور ساتھ ہی انہیں جوش و غضب کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے سمٹ کر یکجا ہو کر گھوڑوں کی باگیں ملا کر نہایت سخت حملہ کیا۔

عیسائیوں نے اس پر حملہ روکنا چاہا۔ مگر غازیان اسلام کے حملہ کو نہ روک سکے۔ تک سینکڑوں سپاہی قتل ہو گئے۔ وہ موت کی یہ گرم بازاری دیکھ کر کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ وہ اس طرف کو بھاگے جس طرف قیدار روس و میرونہ، ریاض و لبنیٰ اور چند دیگر عیسائی لے گئے تھے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا بیس ماندگان عیسائیوں کو مارتے کاٹتے اور گرفتار کرتے پیچھے لگ چلے گئے۔ تھوڑی ہی دور جا کر سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور ایک کھلا ہوا میدان آ گیا۔ یہاں آ کر مسلمانوں نے عیسائیوں کی بھاگتے ہوئے دیکھا۔ کچھ مسلمانوں نے

دار بنا اور انکے ہمراہیوں کی بندشیں کاٹیں اور انہیں آزاد کیا۔

یہ سب لوگ بھی تلواریں لیکر بھاگتے ہوئے عیسائیوں پر جا پڑے۔ وہ جوش میں تھے۔ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ نہایت دلیری سے بھگوڑے عیسائیوں کو قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام میدان عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ ہزار بارہ سو مردے چھوڑ کر عیسائی بھاگ گئے۔

مسلمان واپس لوٹے وہ ایک جگہ جمع ہونے لگے۔ ابھی وہ جمع نہ ہوئے تھے کہ جنوب کی جانب سے عیسائیوں کے گروہ ایسے خوفزدہ بھاگتے ہوئے آئے جیسے انکے پیچھے کوئی زبردست دشمن انھیں رگیدتے ہوئے آرہا ہو۔

ان عیسائیوں کو دیکھتے ہی مسلمان انکی طرف دوڑے۔ انھوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ عیسائی انکے قریب آکر ٹھٹھکے۔ سہمے گھبرائے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

عیسائی بھی ڈٹ گئے۔ جنگ ہونے لگی۔ چونکہ یہ میدان کھلا تھا اسلئے مسلمان پھیل گئے۔ عیسائی بھی پھیل گئے۔ میدان عریض اور طویل ہو گیا۔ عیسائیوں کی آمد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے بھاگ کر آرہے تھے۔ یہاں آکر رکتے صف بستہ ہوتے اور لڑائی میں مصروف ہو جاتے۔

وہ مسلمانوں کی صفیں توڑ کر مغرب کی طرف بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن وہ ایسے کرنا چاہتے تھے کر انھیں آسانی سے راستہ دیدیتے وہ روک رہے تھے جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

مسلمانوں کو تعجب تھا کہ عیسائی کہاں سے بھاگ کر آرہے ہیں۔ وہ انکو پریشان اور سہمے دیکھ کر یہ ضرور سمجھ گئے تھے کہ وہ کسی سے ڈرے ہوئے شکست کھائے ہوئے آرہے ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں کس کے سامنے بھاگ کر آرہے ہیں۔

یہ عقدہ انکے لئے لاینحل تھا۔ یہ عقدہ حل بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ انھوں نے حل کرنے کی کوشش کی انھوں نے دلیرانہ جنگ شروع کر دی۔ ایک مرتبہ پھر اس میدان میں تلواریں چمکنے لگیں اور سروں کی بریاں بہنے لگیں۔

نواں باب

"پہلی فتح"

فضل عباس ایک ہزار مجاہدینِ اسلام کے ساتھ آہستہ آہستہ قلعہ دمشوار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ انھوں نے کئی جاسوس عیسائی لشکر کے کوائف معلوم کرنے کیلئے روانہ کر دیئے تھے۔ وہ پہاڑی کے دامن میں چٹانوں کے کنارے کنارے بڑھ رہے تھے۔ تمام راستہ ساری وادی۔ سب چٹانیں نہایت سرسبز و شاداب تھیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چشمے جاری تھے۔ غازیوں، مجاہدوں اور اسلامی مشیروں کا یہ مختصر لشکر آج سات میل تک بڑھتا چلا گیا۔

راستے میں نہ عیسائی ملے نہ انکے بھیجے ہوئے جاسوس ملے نہ کوئی اور واقعہ پیش آیا۔ اب انھوں نے اپنا رخ زیادہ تر مغرب کی جانب کر دیا۔ پہاڑی اپنی پشت پر چھوڑی۔ ایک وسیع میدان طے کرنے کے بعد وہ ایک قریہ میں پہنچے۔

چند مسلمان گاؤں کے اندر گئے۔ سارا گاؤں خالی پڑا تھا۔ ایک متنفس بھی موجود نہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عیسائی مسلمانوں کے آنے کی خبر سنکر بھاگ گئے ہیں گاؤں سے نکل کر یہ لوگ آگے بڑھے۔ اب یہ دم بدم پہاڑی سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

اس گاؤں سے دو میل چل کر وہ ایسے جنگل میں داخل ہوئے جس میں تناور اور سایہ دار درخت کھڑے تھے۔ تمام زمین پر سبز مخمل کا فرش ہو رہا تھا۔ فضل یہاں پہنچ کر رکے۔ انھوں نے مجاہدین کو تھوڑی دیر آرام کرنے کی اجازت دیدی۔ مجاہدین اسلام گھوڑوں سے اتر پڑے۔

گھوڑوں کی لگامیں اتار اتار کر انھیں چرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ اور خود سبزہ زار فرش پر پڑ کر آرام کرنے لگے۔ اسوقت آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ خفیف خفیف ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ نرم

گرم دن تھے۔ ہوا کے جھونکے نہایت فرحت بخش معلوم ہو رہے تھے۔ ابھی غازیان اسلام کو اس میدان میں آکر آرام کیے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک عیسائی سوار گھوڑا دوڑائے آتا ہوا نظر آیا۔ چند مسلمان اٹھ کر اس کی طرف چلے۔

عیسائی ان کے قریب آکر رکا۔ یہ عیسائی بہت زیادہ خوفزدہ اور ہراساں معلوم [illegible] تھا۔ اس کے چہرے سے فکر و پریشانی کی علامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "جلد گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس لوٹو!"

ایک مسلمان نے دریافت کیا: "کیا خطرہ ہے؟"

عیسائی: "زبردست خطرہ [illegible] بے شمار لشکر اس طرف آرہا ہے۔"

اس عرصہ میں فضل بن عباس بھی [illegible] انہوں نے بھی اس عیسائی کی باتیں [illegible] دریافت کیا "کس قدر لشکر ہے؟"

جاسوس: "دس ہزار یا اس سے زیادہ۔"

فضل: "یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

[illegible] ہوگا۔"

فضل: "افسوس! تم نے بہت دیر [illegible] مطلع کیا۔"

جاسوس: "اس عیسائی [illegible] تباہ اور میں ہی جو بہادر بھی [illegible] کہ دفعتاً پلٹ کر ادھر آنکلا۔"

فضل: "کچھ خوف نہیں [illegible]"

فوراً فضل اور مسلمان واپس ہوئے [illegible] مسلمانوں کو مسلح ہو کر سوار ہونے کا حکم دیا۔ [illegible] اٹھ کھڑے ہوئے [illegible] گھوڑوں کو تلاش کرنا اور سوار ہونا شروع کیا۔ سارے میدان میں کھلبلی مچ گئی۔

[illegible] تک [illegible] سوار ہو سکے تھے۔ ان لوگوں نے نقل و حرکت شروع ہی کی تھی کہ [illegible] ہو گیا۔ ٹڈی دل عیسائی سیلاب

کی طرح آئے تھے۔

تمام عیسائی زرہ بکتر پہنے ہتھیار لگائے اور سجے سجائے نہایت شان سے آ رہے تھے فضل نے اس لشکر کو دیکھتے ہی مسلمانوں کو صف بستہ کرنا شروع کر دیا عیسائی بھی صف بستہ ہونے لگے۔ سارا جنگل عیسائیوں سے بھر گیا۔

اونچے اونچے صلیبی علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔ ہر علم کے نیچے ایک ہزار سوار تھے اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک علم کے زیر قیادت ایک ہزار سپاہی ہوتے تھے تمام عیسائی نہایت تنومند توانا اور عظیم الجثہ تھے یہ سب یا الگرزن کے سپاہی تھے نہایت جوشیلے اور نفرت سے مسلمانوں کو فنا کرنے کیلئے آئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا بادشاہ ادریس بھی تھا۔

ادریس بڑا بہادر، جری اور تنومند تھا۔ وہ زرہ بکتر کے اوپر مخمل کا لبادہ پہنے ہوئے تھا۔ اس پر سونے کی زنجیریں پڑی تھیں سونے کا منقش کام لگا ہوا تھا منقش ہونے کے تمام [illegible] سر پر سونے کا تاج تھا۔ دھوپ میں اس کے کپڑے اور سونے کے زیورات چمک رہے تھے۔ سینے پر سرخ رنگ کی صلیب تھی۔

وہ قلب لشکر میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے تمام لشکر پر ایک نظر سے دیکھا۔ ہر ایک عیسائی جانباز زرہ بکتر پہنے کیل کانٹے سے لیس کھڑا نظر آتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھا وہ کل ایک ہزار تھے۔ اس نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اس نے سالار سے کہا۔

"ان مسلمانوں کو مار ڈالنا بھی کوئی بڑی بات ہے؟"

ایک سردار پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے کہا "آپ مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھیں دیکھنے میں کمزور اور ضعیف معلوم ہوتے ہیں مگر جب ان سے سابقہ پڑے تو ایسا معلوم ہوتا ہے [illegible] سب لوہے کے ہیں [illegible] طاقت رکھتے ہیں۔ کمال ہے کہ تیز تلوار اور نیزہ وغیرہ کوئی ہتھیار بھی ان کے جسم پر اثر نہیں کرتا۔

ادریس نے تیور بدلتے ہوئے کہا "کیا واہیات بکنے لگے ہو جس طرح ہم انسان ہیں اسی طرح سے وہ بھی انسان ہیں خیر العقل کوئی بات نہیں ہے"

عیسائی سردار۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدر کم ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار

ہوں گے ہم دس ہزار ہیں انہیں کچھ خدشہ نہیں ہے۔

داوریس۔ کیا ہی کیا سکتے ہیں، گھر گئے ہیں مجبور ہیں مرنے کیلئے کھڑے ہیں۔

عیسائی۔ مگر یہ آسانی سے مرنے والے نہیں۔

داوریس۔ تم ابھی دیکھو گے کہ کس قدر جلد مرتے ہیں۔

یہ کہتے ہی داوریس نے لشکر کو بڑھنے کا حکم دیا۔ عیسائی لشکر سیلاب کی طرح بڑھا مسلمان بھی بڑھے۔ دونوں لشکر مل گئے فوراً تلواریں میانوں سے کھینچ لی گئیں برق وش تلواریں بلند ہوئیں۔ آفتاب عالم تاب [illegible] شفاف [illegible] تلواروں پر پڑیں آنکھوں میں خیرگی پیدا کرنے والی [illegible] آئینے جھلکیں، ہاتھ اٹھے تلواریں انسانوں کے سروں پر پڑیں۔

غیور [illegible] اللہ اکبر [illegible] خون [illegible] ہوئے تھیں جنگ شروع ہو گئی [illegible] نہایت زور کیا تھا جانباز سپاہیوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی [illegible] بے تاب ہو کر جھپٹ پڑے۔ جو کوئی اپنی تلوار [illegible] تلوار ڈھال پر روک رہا تھا۔

[illegible] کے [illegible] مارے جاتے تھے۔ زخمیوں کی چیخ و پکار آلات حرب کی [illegible] کی آواز [illegible] شور و غل پیدا کر دیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی [illegible] زیادہ تھے انہیں یقین تھا کہ وہ پہلے ہی [illegible] اور مسلمانوں کو پسپا کر دیں گے [illegible] اسیر کر لیں گے لیکن مسلمان [illegible] کے بنے ہوئے نہ تھے جو فوراً ہی پسپا ہو جاتے [illegible] جوش [illegible] تھے۔ وہ [illegible] کہ وہ [illegible] نہایت [illegible] تھے۔

[illegible] سپاہی نے کئی کئی عیسائیوں کو مار ڈالا تھا مسلمانوں کی [illegible] [illegible] لا کے کر دشمن [illegible] نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

مسلمان عیسائیوں اور عیسائی مسلمانوں میں گھسے ہوئے تھے۔

تلواریں نہایت تیزی سے چل رہی تھیں۔ خون کی چھینٹیں فوارے کی طرح اچھل اچھل کر دور دور جا کر گر رہی تھیں۔ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھ کر نہایت جوش و خروش سے بڑھتے پوری قوت سے حملہ کرتے یا دوسرے کو مارتے یا خود مر جاتے۔ منظر نہایت ہیبتناک ہو گیا تھا۔

مسلمان بڑی دلیری سے حملہ کر رہے تھے۔ ہر مسلمان جوش میں بھرا ہوا تھا۔ چہرہ تمتمایا ہوا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ نہایت پھرتی اور چستی سے حملے کر رہے تھے۔ ان کی خاراشگاف تلواریں خودوں کو توڑ رہی تھیں۔ زرہیں کاٹ رہی تھیں۔ وہ جس عیسائی پر حملہ کرتے تھے تلوار خود کو توڑ کر سر کاٹتی ہوئی حلق تک جا پہنچتی تھی۔

ادھر وہ کشتوں کے انبار لگا رہے تھے۔ خون کا دریا بہا دیا تھا۔ وہ عیسائی جانباز جو کہ مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لئے حملہ آور ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ان سے ڈرنے لگے تھے۔ وہ بچ بچا کر اور موقع دیکھ کر پہلو بچا کر حملہ کرتے تھے۔ مسلمان ان کی اس احتیاط سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ وہ بڑی بے جگری، بڑے جوش اور کمال استقلال و بہادری سے بڑھ بڑھ کر صفیں الٹ پلٹ کر عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے۔

موت کی گرم بازاری تھی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مسلمان جنگ کے ایسے عادی ہو گئے تھے۔ وہ نعرہ لگا لگا کر بڑھ رہے تھے۔ داورلیس ان کا جوش اور ان کا استقلال ان کی شجاعت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان شیر ببر کی طرح بپھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ عیسائی بھیڑ بکریوں کی طرح ان کے رحم و کرم پر تھے۔ اسے افسوس بھی ہوا لیکن اسے غصہ بھی آیا۔

اس نے للکار کر عیسائیوں کو جوش دلایا۔ خود بڑھا اور اس کے ساتھی بڑھے۔ تمام لشکر بڑھا۔ عیسائیوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جوش میں آ کر بڑھے۔ انہوں نے پوری قوت سے نیزوں سے جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ عیسائیوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ دس ہزار انسانوں کا سمندر سیلاب کی طرح بڑھا۔ مسلمان سینہ سپر ہو گئے۔ رک کے بڑھے۔ صبر و استقلال کے ساتھ ڈٹ کر کمال جوش، دلیری اور قوت سے عیسائی لشکر کے سیلاب کا مقابلہ کیا۔ عرصہ

تک ڈٹے رہے اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ لیکن کب تک مدافعت کرتے۔ کب تک روکتے۔ کب تک لڑتے۔ پورے پانچ گھنٹے (ایک پہر) اسی حال سے لڑتے گزر گئے تھے۔

تو کیا ہیں [illegible] پیدا ہو گیا تھا [illegible] ہو گئے تھے ہاتھ پوری طرح سے نہ اٹھتے تھے۔ مگر جوش [illegible] وہ [illegible] لڑ رہے تھے۔ عیسائیوں نے انکے سرداروں نے مسلمانوں کی اس کمزوری کو [illegible] نکل گیا تھا۔ جوش و قوت [illegible] دلیر و بڑھو میدان مار لیا ہے مسلمان [illegible] ہو گئے ہیں۔ ان کا [illegible] دلیری کو ختم کر گئی ہے انکی تلواریں کام نہیں کرتی ہیں [illegible]

عیسائیوں [illegible] بڑھے [illegible] سے بڑھے۔ پوری قوت سے [illegible] عیسائیوں نے اور [illegible] مسلمانوں [illegible]

[illegible]

[illegible] کیا منہ دکھاؤ گے۔

[illegible] دلیر مسلمان دو [illegible] حملہ آور ہو [illegible] عیسائیوں کو الٹ دیا۔ [illegible] سراسیمہ ہو گئے۔ گھبرا گئے۔

مگر مسلمانوں کا جوش زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا جس سرعت سے برقی لہر پیدا ہوئی تھی۔ اسی سرعت سے جاتی رہی۔ اب مسلمانوں کے منہدم ہونے میں کوئی بات باقی نہ رہی تھی۔ نضل اب بھی کمال جوش اور دلیری سے لڑ رہا تھا لیکن اس کی طاقت بھی دمبدم کم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ مسلمانوں کی بیکسی و بے بسی پر سخت متفکر ہو رہا تھا۔ سب سے زیادہ اسے یہ ملال تھا کہ اس کے علم کے نیچے رہنے والے میدان جام شہادت پینے والے تھے۔ اسے کمال رنج ہوا اس نے نہایت درد دل سے مسلمانوں کی مدد کے لئے دعا مانگی جب دعا سے فارغ ہوا تو اس نے اللہ اکبر کے ... نعرہ کی آواز سنی۔ وہ متعجب ہوا اور تمام مسلمان حیران ہوئے۔

یہ نعرہ ان میں سے کسی نے نہ لگایا تھا۔ تمام مسلمان گردنیں اٹھا اٹھا کر نعرہ لگانے والوں کو دیکھنے لگے انہیں دو ... علم ہوا میں لہراتے ہوئے اس طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ مسلمان خوش ہو گئے انہوں نے خوش ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا عیسائی ان نعروں سے پریشان ہو گئے۔

انہوں نے بھی اپنی پشت کی طرف دیکھا انہیں ہزاروں مسلمان گھوڑے دوڑاتے آتے نظر آئے۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر ... خوف طاری ہو گیا۔ اب تک صرف ایک ہزار مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا تھا۔ ... ہزاروں جانباز سپاہی قتل ہو چکے تھے۔ اب دو ہزار اور آ رہے تھے۔ ... دہشت سے سپاہی ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ آنے والے مسلمان ... الکندی اور ... ابی سفیان کے ہمراہی تھے۔ ان کے ساتھ قعقاع بن عمرو تمیمی اور شرحبیل بن حسنہ کاتب آنحضور صلعم تھے۔ یہ دونوں سردار ... مل گئے تھے۔ اور اب دونوں ایک ساتھ آ رہے تھے۔ مقداد ... لہرایا۔ اور اس نے بلند آواز سے کہا۔

الا انی المقداد ... | ...
میں مقداد ہوں جب لڑائی میں حملہ کرتا ہوں | تو میری تلوار ہمیشہ دشمنوں پر دراز ہوتی ہے

[illegible]ں نے فوراً عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس کا لشکر بھی اس طرح ٹوٹ کر پڑا جس طرح [illegible]وں کے گلے پر جا ٹوٹتا ہے۔ اس کے پیچھے زیاد بن ابی سفیان تھا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا

[illegible] بن ابی سفیان — حسبی یوی من اشراف العربان

[illegible] بن ابی سفیان ہوں — میرا دادا عرب میں مشہور تھا۔

[illegible] العلی شان — معی حسام مثلہ اصحان!

[illegible] کی نسل سے ہوں — میرے پاس شمشیر براں ہے۔ اور اسی قسم کا نیزہ

[illegible] عیسان — وکل قلب ناقص الایمان

[illegible] اور نیزہ مارتا ہوں — اور ان سب کے قلبوں پر جو ناقص الایمان ہیں

[illegible] اور نہایت جوش و قوت سے عیسائیوں [illegible] تمام لشکر نے بھی حملہ کیا۔ اس کے بعد قعقاع [illegible] کہا۔

انا ہمام الفارس القعقاع — یشھر امضی من مطاع

میں ہمت والا شہسوار قعقاع ہوں — شیر دل ہوں اور ہر دست تیز [illegible] ہیں۔

معی حسام نیری الاوجاع — یقطع الہامات والاضلاع

[illegible] — سروں کو کاٹتی ہے پہلوؤں کو چیر ڈالتی ہے اور پسلیوں کو توڑ دیتی ہے

[illegible] حملہ کیا [illegible] عیسائیوں میں تہلکہ مچ گیا۔ [illegible] نے جوش میں بھر کر جوشیلے انداز سے کہا۔

الا یا عصبۃ الاسلام [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible] کو موت کے منہ میں [illegible] مر گیا او

[illegible] کیا۔ سارے مسلمانوں میں قوت کی نئی لہر دوڑ گئی [illegible] اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ عیسائیوں نے بھی [illegible] مسلمانوں کو [illegible] اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ ڈھالیں

سنبھالیں اور پورے جوش سے لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان عیسائیوں پر اور عیسائی مسلمانوں پر حملہ کرنے لگے۔ لڑائی نہایت زور شور سے شروع ہو گئی جانباز کٹ کٹ کر گرنے لگے ہاتھوں، پیروں، سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے خون کا دریا بہہ گیا ہر شخص لڑائی میں مشغول تھا خون آلودہ تلواریں بلند ہو رہی تھیں اور خون کے فوارے اچھال رہی تھیں۔ دلیروں کو موت کی آغوش میں پہنچا رہی تھیں۔

موت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ نفیل اور داودیس کے کمزور ساتھی بھی لڑ رہے تھے۔ عیسائی اب بھی مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ وہ بڑی دلیری اور جرأت سے لڑ رہے تھے مسلمانوں کو پسپا کرنے کی فکر میں تھے اس وقت ہر عیسائی اور ہر مسلمان لڑائی میں مشغول تھا۔ بڑی خونریز جنگ ہو رہی تھی۔

داودیس بھی لڑ رہا تھا۔ وہ بہادر تھا تنومند تھا۔ نہایت جوش سے لڑ رہا تھا۔ زیاد نے اسے لڑتے ہوئے دیکھا۔ اس نے مہمیز لگا کر گھوڑا بڑھایا۔ عیسائیوں نے دیکھ کر راستہ دیدیا۔ اس نے داودیس کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کر کے بآواز بلند کہا "اے دشمن خدا ادھر دیکھ تیری قضا آ گئی ہے"

داودیس نے زیاد کی طرف دیکھا وہ پلٹا اس نے آگے بڑھ کر اس پر حملہ کیا زیاد نے ڈھال پر روکا۔ ڈھال کا کچھ حصہ کٹ گیا۔ زیاد کو جوش آیا۔ غصہ آیا۔ اس نے تپک کر حملہ کیا۔ پوری طاقت سے تلوار ماری تلوار سونے کی زرہ بکتر کو کاٹ کر بائیں شانے سے چل کر دائیں شانے تک پہنچی داودیس کشتہ ہو کر گرا زیاد نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا تمام مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ عیسائیوں نے گھبرا کر دیکھا وہ داودیس کو مردہ دیکھ کر سہم گئے۔ ڈر گئے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑ پڑے انہیں مارنے اور گرفتار کرنے لگے۔ عیسائی بری طرح پسپا ہو رہے تھے۔ گھبرا گھبرا کر بھاگے تھے پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ وہ بھاگ رہے تھے مسلمان ان کا پیچھا کئے مارتے کاٹتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک وہ بھاگتے بھاگتے بدقسمتی سے ضرار اور ان کے ہمراہیوں کے سامنے

پہنچ گئے۔

ہزاروں لوگوں کو جوان کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ شکست دے چکے تھے وہ ان بھاگ کر آنے والوں سے لڑنے لگے۔ عیسائی سہمے اور گھبرائے ہوئے بھاگ آ رہے تھے انہیں کیا خبر تھی کہ [illegible] کی بدقسمتی شامل حال ہے۔ انھیں سامنے سے بھی دس قوم ملتی جس سے وہ بھاگ کر آ رہے تھے۔ یہاں آ کر وہ دوسری مصیبت میں گرفتار ہو گئے [illegible] ... مسلمان تعاقب کرتے آ رہے تھے۔ سامنے سے بھی مسلمان آ گئے۔ وہ کمال خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے راستہ حاصل کرنے کے لئے لڑنا شروع کیا۔

ہزاروں مسیب بن نجبہ الفزاری، رافع بن عمیرۃ الطائی اور ان کے جانباز ساتھی شیروں کی طرح [illegible] پر ٹوٹ پڑے۔ نہایت زور شور سے جنگ شروع ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں [illegible] الولید، [illegible] شرحبیل اور ان کے ہمراہی بھی آ پہنچے۔

[illegible] نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھ [illegible] لیا۔ اگرچہ [illegible] مسلمانوں سے زیادہ تھے انکی دلیری، ان کا جوش، انکی قوت [illegible] نکل کر بھاگنے کی فکر میں تھے۔ ادھر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا تھا اور [illegible] تمنا کا فرشتہ نظر آنے لگا تھا۔

[illegible] کی طرح کٹ رہے تھے۔ گرفتار ہو رہے تھے بڑی جدوجہد کے [illegible] بھاگ گئے۔ دس ہزار میں سے صرف چار ہزار اپنی جانیں بچا [illegible] مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر پھر واپس لوٹ آئے ایک جگہ جمع ہو [illegible] جنگ کے واقعات [illegible] اسیروں اور مال غنیمت کو [illegible] لشکر کی طرف چل پڑے۔ [illegible] مسلمانوں سے فتح و نصرت کی [illegible] کو شکست دی مگر وہ عرب کا چاند مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا [illegible] اور تمام مسلمانوں نے افسوس کیا۔ مگر بجز افسوس کے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ یوں تو سب مسلمان غمگین تھے۔ لیکن سب سے زیادہ سعد غم زدہ تھے۔ انہیں لبنیٰ کا غم تھا۔

ریاض کا ملال تھا۔ ظفر مند مگر غمزدہ مسلمان آہستہ آہستہ لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

دسواں باب

"مشورہ"

عرب کا چاند اور جانباز ریاض دونوں عیسائیوں کے نرغے میں [illegible] بروقت امداد پہنچ گئی تھی۔ جب قیطارس اور پرتجیال میرونہ ان دونوں کو [illegible] لئے جا رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت رافع اور مسیب پہنچ گئے تھے۔ وہ ان دونوں [illegible] سکتے تھے۔ لیکن جس مقابلے کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ پیش آنے والے تھے [illegible] سامنے تدبیر کی کوئی پیش نہ گئی۔ گویا امداد پہنچنے پر بھی کچھ نہ ہوا۔

قیطارس ان امیران بلا کو ہمراہ لئے سفر کرتا رہا۔ وہ دشوار [illegible] آ گیا [illegible] دشوار گذار [illegible] مغرور، سرکش اور عیاش ہے اسکی کوشش [illegible] انکا احترام نہ کریگا۔ لیکن اسکی ہمشیرہ میرونہ عرب کا چاند لبنیٰ اسکے ہمراہ تھیں۔

اسے اندیشہ [illegible] کہیں وہ ان دونوں [illegible] ان میں سے ایک [illegible]

[illegible] نے دمشق [illegible] چھوڑ دیا۔ اور پہاڑی کے نیچے ہی نیچے چلنا شروع [illegible]

[illegible] سربر آوردہ سردار تھے۔ وہ نہایت تیزی [illegible]

چونکہ [illegible] اسکی [illegible]

[illegible] پرتجیال بیٹھی تھی [illegible] بائیں جانب [illegible]

[illegible] طرف باقی [illegible] سے چند قدم پیچھے [illegible]

[illegible] آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ کبھی کبھی میرونہ ریاض کی طرف [illegible] وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اپنے بھائی کی موجودگی اور کچھ ریاض [illegible] کے رعب سے جی بھر کر نہ دیکھ سکتی تھی۔

ریاض کی تمام تر توجہ عروس لبنیٰ کی طرف تھی۔ قیطارس ابھی آنکھیں [illegible] کر

ہری پیکر لبنیٰ کو دیکھ لیتا تھا۔ البتہ ایک لبنیٰ تھی جو اپنے بڑھے ہوئے حسن کی سحر خیزی سے اور وقف شان استغنا کے ساتھ بغیر ادھر اُدھر دیکھے چلی جا رہی تھی۔

قیطاروس کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کے لشکر کا کیا حشر ہوا۔ وہ ابھی تک یہ سمجھے ہوئے تھا کہ وہ مسلمان جن کو اس نے اور اس کے لشکر نے گرفتار کیا ہے بندھے جکڑے اس کے لشکر کی دا ہنی سمت میں اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

وہ اس وقت بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ ایک اس لئے کہ اسے مسلمانوں پر نمایاں فتح نصیب ہوئی تھی۔ اگرچہ اس کے بہت سے سپاہی تہ تیغ ہو گئے تھے مگر اس نے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ دوسرے اس لئے کہ اس نے عرب کا چاند، دنیائے بہار کی حور یا آفتاب حسن اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ وہ خیال کر رہا تھا کہ جب اس کے ہم قوم مسلمان اسیروں اور حور وش لبنیٰ کو دیکھیں گے تو اس کی دلیری اور بہادری کی تعریفیں کریں گے۔

عورتیں اس کی تعریف میں گیت گائیں گی لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی آرزو ہی کیا بلکہ قریب قریب تمام مسرت خاک میں مل چکی ہے جن مسلمان اسیروں پر اسے فخر ہو رہا ہے وہ آزاد ہو چکے ہیں۔ نہ صرف آزاد بلکہ اپنے اسیر کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔

اللہ نے انسان کو علم غیب نہ عطا کیا۔ بنی آدم پر ایک زبردست احسان فرمایا ہے۔ اگر انسان کو علم غیب عطا کیا جاتا تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی خوش نہ رہ سکتا تھا۔ اس کی ہر مسرت آئندہ کے خطرات کو معلوم کر کے خاک میں مل جایا کرتی۔ ہر شخص غمزدہ اور آزردہ نظر آتا۔ کیونکہ ایسی کم ہستیاں ہیں جو غم و تکلیف سے دوچار نہیں ہوتیں۔ ورنہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ مسرت سے کم اور غم و تکلیف سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے۔ اگرچہ دنیا کو آماجگاہ آلام یا غم خانہ کہا جاتا ہے مگر وقتی مسرت سے انسان تھوڑے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے۔

علم غیب اس وقتی مسرت کو بھی غم سے تبدیل کر دیتا اور پھر بجز غم کے اور کچھ باقی نہ رہتا

قیطار اس نہایت اطمینان اور بڑی مسرت سے سفر طے کر رہا تھا۔ دوران سفر میں میرونہ نے ریاض سے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ وہ کسی قدر عربی جانتی تھی۔

اس نے عربی زبان میں دریافت کیا۔ "عربی نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟"

ابھی تک ریاض نے اس سیم تن کو نظر پھیر کر نہ دیکھا تھا۔ اب جبکہ اس نے اپنی ترنم ریز آواز سے خطاب کیا۔ تو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔

وہ عیسائی حسینہ اور اس کی خوبصورتی کے ساتھ اعضاء کا تناسب دیکھ کر تعجب ہوا۔ میرونہ خوبصورت تھی۔ اس کا بدن چاندی کی طرح سفید جس میں خون کی جھلک نے شہابی رنگ پیدا کر دیا۔

چہرہ گول اور رخسار سے سیب کی طرح سرخ و سفید تھے آنکھیں بڑی بڑی اور کٹیلی تھیں۔ پیشانی کشادہ اور پر نور تھی جبیں پر گھونگھر والی زلفیں خم کھائے ہوئے افعی کی طرح ہوا میں بڑی لہرا رہی تھیں۔

وہ بہترین حسینہ تھی۔ اس کا بڑھا ہوا حسن بھی نہ صرف جاذب نظر بلکہ مسحور کرنے والا تھا۔ ریاض اس پری پیکر کو دیکھ کر متعجب ہوا۔ اس نے میرونہ کو کوئی جواب نہ دیا۔

میرونہ ریاض کو استعجاب بھری نظروں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر کمال مسرور ہوئی۔ خوشی کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں بجلی جیسی چمک پیدا ہو گئی۔ پھول جیسے رخساروں پر اور بھی شہابی رنگ جھلک آیا۔

اس نے پھر دریافت کیا۔ "اے شیر دل نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟"

"میرا نام ریاض ہے!" ریاض نے آہستہ سے جواب دیا۔

اگرچہ ریاض نے آہستگی سے جواب دیا تھا لیکن اس آہستہ آواز کو بھی جرروش بنٹی نے سن لیا تھا۔ اس نے اپنی صراحی دار گردن گھما کر پہلے ریاض اور پھر میرونہ کو دیکھا۔ وہ بھی میرونہ کی خوبصورتی دیکھ کر متعجب ہوئی۔

اس نے سُنا میرونہ دریافت کر رہی تھی "تم عرب کے کس شہر کے رہنے والے ہو؟"

ریاض "نجد کا!"

میرونہ: "تمہارے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام کیا ہے؟"

ریاض: "لبنیٰ!"

میرونہ: "کیا تمہاری رشتہ دار ہے؟"

ریاض: "یہ میرے دوست کی ہمشیرہ ہے۔"

میرونہ: "اس کا بھائی کہاں ہے؟"

ریاض: "اسے تمہارے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔"

میرونہ: "یہ لڑکی بہت خوبصورت ہے۔ کیا عرب کی تمام دوشیزہ لڑکیاں ایسی ہی خوبصورت ہوتی ہیں؟"

میرونہ نے یہ سوال کرتے ہی ریاض کو نہایت غور سے دیکھا۔ گویا وہ [illegible]

لبنیٰ نے میرونہ کو عجیب نظروں سے دیکھا۔ ریاض کشمکش میں پڑ گیا تھا کہ میرونہ [illegible] ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ میں لبنیٰ کو کیا سمجھتا ہوں۔

[illegible] اکثر عیسائی لڑکیاں اپنے سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں کو پسند [illegible] کو جو ان سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے نقصان پہنچانے [illegible] کرتی ہیں۔

[illegible] یہ ہوا اگر اس نے لبنیٰ کی تعریف کی تو میرونہ رشک نہ کرنے لگے۔ چونکہ [illegible] اس کے ہاتھوں میں اسیر ہے اس لئے رشک کی وجہ سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے، وہ خاموش ہو گیا۔

[illegible] دل کو لگی ہوئی تھی۔ وہ محبت بھری چتون کو سمجھتی تھی۔ اس نے ریاض کی [illegible] نظروں سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ لبنیٰ کو چاہتا تھا۔ وہ ریاض کی زبان سے اس کی [illegible] چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے پھر دریافت کیا: "ریاض جواب دو۔"

مجبور ہو کر ریاض نے جواب دیا: "زیادہ تر عرب کی دوشیزہ لڑکیاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر لبنیٰ ۔ ۔ ۔ ۔"

میرونہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "سب سے زیادہ خوبصورت ہے"

ریاض "جی ہاں"

لبنیٰ کے مسیحا صفت لبوں پر ہوش ربا تبسم نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہوئی۔ چاند سے زیادہ روشن رخسار سے چمک اٹھے۔

میرونہ نے اس کی کیفیت دیکھی تو اس کے چہرے سے کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اور اس نے اپنا منھ پھیر لیا۔

اب یہ لوگ پہاڑی سلسلہ کو ختم کر کے میدان کو طے کر رہے تھے۔ میدان نہایت وسیع حدِ نگاہ تک خیموں کی چوٹیاں دور تک چمکتی نظر آ رہی تھیں۔ اس وقت خورشید تاباں مغرب کی طرف زیادہ جھک گیا تھا۔ دھوپ میں دوپہر جیسی تمازت و تیزی نہ تھی۔

وقت کسی قدر خوشگوار ہو گیا تھا۔ دھوپ کی رنگت زردی مائل ہو چکی تھی۔

تیطارس نے مسرت خیز لہجہ میں کہا۔

"ہم اپنے خیمہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ جس وقت کہ بادشاہ ذی جاہ اور دوسرے ملازمین سنیں گے کہ میں نے شیر دل مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ نہایت خوش ہوں گے۔

عیسائی دنیا میری تعریف کرے گی" ریاض اور لبنیٰ سامنے کی طرف دیکھ رہے تھے انھوں نے اس کی بات نہ سنی۔ فاصلہ کم رہ جانے کی وجہ سے عیسائیوں کا کیمپ صاف نظر آنے لگا تھا۔

میدان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیمے، چھولداریاں اور سائبان نصب تھے۔ دور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی بڑا شہر آباد ہو۔

تیطارس نے قدرے تیز رفتار کر دی۔ اس کی تقلید میں سب کو تیز چلنا پڑا چونکہ ان سب کا ہر قدم کیمپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس لئے کیمپ قریب ہوتا جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں یہ لوگ کیمپ میں داخل ہو گئے۔

عیسائی سوار اور پیادے کیمپ میں چل پھر رہے تھے۔ ان کی جمعیت بہت زیادہ تھی وہ کئی میل کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے بکھرے پڑے تھے۔ کیمپ نہایت قرینے

سے ڈالا گیا تھا۔

خیمے قطار در قطار نصب تھے خیموں کی ہر قطار کے سامنے کافی راستے آمدورفت کیلئے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ خیموں کی قطار اور راستے کے دوسری طرف چھولداریاں تھیں چھولداریوں کے قریب سائبان تھے۔ سائبانوں کے نیچے گھوڑے کھڑے تھے۔

سائبانوں کے دوسری طرف سٹرنٹ عریض وطویل راستہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

راستہ کے بعد پھر خیموں کی قطار تھی۔ پھر چھولداریاں تھیں پھر سائبان تھے۔ اور پھر راستہ تھا۔ اسی طرح سے عیسائی کیمپ دور تک پڑا ہوا تھا۔ ریاض اور لبنیٰ حیرت انگیز نظروں سے اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھنے لگے۔ اسلامی لشکر ہونے کے باوجود عیسائی یہاں سے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔

یہ لوگ عیسائی کیمپوں کو طے کر رہے تھے۔ عیسائی سرداروں کے خیموں پر عیسائی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہ لوگ تقریباً ایک میل چلے تھے کہ انھوں نے چند سواروں کو دائیں طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔

آنیوالے سوار سب کے سب معزز معلوم ہوتے تھے۔ وہ بیش قیمت ریشمیں کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سروں پر کلاہیاں لگائے ہوئے تھے۔ انہیں آتے ہوئے دیکھکر قیدارس رک گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھی بھی رک گئے۔ آنیوالے سوار انکے قریب آئے۔ انھوں نے استعجاب کی نظروں سے قیدارس کو دیکھا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"قیدارس تم زندہ ہو مگر یہ افواہ کیسی گشت لگا رہی ہے؟"

قیدارس نے متعجبانہ نظروں سے اس سوار کو دیکھکر کہا۔

"کیا؟ کیسی افواہ؟"

وہی شخص "تمام کیمپ میں یہ خبر گرم ہے کہ تمہیں مسلمانوں نے اسیر کر لیا یا قتل کر ڈالا"

قیدارس مسکرایا اور اس نے کہا۔

دمشق اور کے اسکندریہ کے پہاڑی درہ میں کچھ مسلمانوں سے مٹھ بھیڑ ہو گئی تھی۔ میں نے تمام مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور میرا جانباز لشکر ان قیدیوں کو لیکر پیچھے آرہا ہے۔

وہی شخص: "ممکن ہے یہی بات ہو۔"

قیطارس نے جوش میں آکر کہا: "یہی بات ہے دیکھتے نہیں ہو کہ دو مسلم قیدی ایک نوجوان اور ایک دوشیزہ لڑکی میرے ساتھ ہیں۔"

اس شخص نے اور اس کے ساتھ ہی اسکے ہمراہیوں نے نظریں اٹھا اٹھا کر ریاض اور حور وش لبنیٰ کو دیکھا۔

وہ ریاض کا مردانہ حسن اور پیکر حسن لبنیٰ کا چاند سا چہرہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اس شخص نے پھر کہا۔

"بیشک آپکے قول کی صداقت موجود ہے لیکن تمہارے اسیر ہونیکی خبر کیسے اڑی؟"

قیطارس: "یہ اسلامی جاسوسوں کی کارروائی معلوم ہوتی ہے۔"

وہی شخص: "شاید ایسا ہی ہو۔ اب آپ کہاں جارہے ہیں؟"

قیطارس: "میں تھک گیا ہوں۔ اپنے خیمہ پر جاکر آرام کروں گا۔"

وہی شخص: "آپ کی وجہ سے تمام عیسائی متفکر ہیں۔ اسوقت مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اگرچہ آپ تھکے ہوئے ہیں۔ مگر خیمے پر جانے سے قبل آپ کا مجلس شوریٰ میں شریک ہونا نہ صرف مناسب ہے۔ بلکہ اشد ضروری ہے۔"

قیطارس: "دوست شاؤل! اگرچہ میں بہت تھک گیا ہوں لیکن مجلس شوریٰ میں ضرور شریک ہوں گا۔ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟"

جو شخص قیطارس سے ہمکلام ہو رہا تھا۔ اس کا نام شاؤل تھا۔ وہ اسمونین کا بادشاہ تھا نہایت پرجوش عیسائی تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھی مجلس شوریٰ میں ہی جارہا ہوں۔

قیطارس: "چلو تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔"

یہ کہتے ہی قیطارس اور اس کے ہمراہی شاؤل اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ قلب کی طرف بڑھے۔

راستہ میں جو عیسائی سوار یا پیادہ انہیں ملتا نہایت ادب سے اسے

سلام کرتے تھے۔ تقریباً ایک میل چل کر وہ ایک بڑے خیمے کے سامنے پہنچے۔
یہ خیمہ ایک مسطح ٹیلے پر نصب تھا۔ نہایت وسیع خیمہ تھا۔ اس میں متعدد چوبیں لگی ہوئی تھیں۔ سب سے اونچی چوب پر ایک بڑا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ جھنڈا زرد رنگ کے حریر کا تھا جس پر سرخ رنگ سے سورج[1] کا نشان بنا ہوا تھا۔ یہ جھنڈا ابولس کا تھا۔ جو کفور کا بادشاہ تھا۔ خیمہ کے باہر اس کے چاروں طرف سو سپاہی کیل کانٹے سے لیس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

وہ سب ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے۔ ٹیلے سے نیچے سوار پہرہ دے رہے تھے۔ وہ بھی شمشیر برہنہ کھڑے تھے۔ انھوں نے قیطارس شاؤل اور انکے ہمراہیوں کو دیکھتے ہی فوجی طریقہ سے انھیں سلام کیا۔

یہ سب لوگ گھوڑوں سے اترے۔ چند پہرہ والے سواروں نے بڑھ کر ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ اور شمال کی جانب جہاں اور گھوڑے کھڑے تھے۔ ان کے برابر لے جا کر کھڑا کر دیا۔

قیطارس شاؤل اور انکے ہمراہی ٹیلے پر چڑھے یہاں انھیں سپاہیوں نے سلام کیا۔ ایک سپاہی نے جلدی سے بڑھ کر پردہ اٹھایا۔ یہ تمام خیمہ میں داخل ہوئے۔

خیمہ کے اندر فرش ہو رہا تھا۔ پھولدار زرد رنگ کے کپڑے کا فرش تھا۔ فرش پر شمالاً جنوباً قطار در قطار کرسیوں کے اوپر عیسائی سوار بیٹھے تھے۔

مغرب کی طرف ایک تخت اور بچھا ہوا تھا۔ تخت کے اوپر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا تھا یہ عیسائی نہایت تنومند تھا۔ اس کی داڑھی میں کوئی کوئی بال سفید تھا۔ چہرہ سرخ اور سفید تھا۔ پیشانی تنگ اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔

اس کی صورت سے کایاپن ٹپکتا تھا۔ وہ فریبی اور چالاک معلوم ہوتا تھا اسکا نام برطس تھا۔ یہی کفور کا بادشاہ تھا۔ اور اس لشکر کا قائد اعظم تھا۔ اس کے سامنے تخت کے قریب ایک عیسائی کھڑا تھا۔

---

[1] از فتوح العجم

بولس کے داہنی طرف تخت کے برابر کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں پر پطرس بولس کا بھائی بکمسوح بجادۃ کا بادشاہ حلیف مالک نوبہ کا بادشاہ اور مانوس دشوار کا بادشاہ اور چند دیگر سربرآوردہ عیسائی بیٹھے تھے۔ تخت کے بائیں طرف بھی کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں پر سفید ریش بڈھے پادری لمبے لمبے چغے پہنے سینوں پر سرخ رنگ کی صلیبیں لگائے مگر ریشم کی مضبوط ڈوروں سے باندھے ہوئے خاموش بیٹھے تھے۔

قیطارس اور شاؤل کے ہمراہی دروازوں سے بڑھتے ہی کرسیوں پر بیٹھ گئے لیکن یہ دونوں ریاض و لبنیٰ اور میرونہ کو لے کر آگے بڑھے۔

انھوں نے تخت کے قریب جا کر بولس کو سلام کیا۔ اور بولس نے حیرت سے قیطارس کو دیکھتے ہوئے کہا ہتم ..... قیطارس!

او قیطارس تم زندہ ہو۔ خدا اور خداوند (حضرت عیسیٰ) کا شکر ہے۔

قیطارس نے کہا۔ عالی جاہ! میں نہ صرف زندہ ہوں۔ بلکہ مسلمانوں پر نمایاں فتح حاصل کر کے ان کے دو نئو دلیر اسیر کر کے لایا ہوں۔

بولس اور بھی متعجب ہوا۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا "قیدی کہاں ہیں؟"

قیطارس "وہ میرے آدمیوں کی حراست میں آرہے ہیں۔"

جو شخص بولس کے سامنے تخت کے برابر کھڑا تھا۔ اس نے کہا "حضور والا! مسلمانوں نے اپنے قیدی چھڑا لیے۔ آپ کے لشکر کا بیشتر حصہ مار ڈالا۔ کچھ گرفتار کر لیے۔ اور بقایا لشکر پراگندہ ہو کر بھاگ گیا۔"

قیطارس نے ابھی تک اس شخص کو نہ دیکھا تھا۔ وہ اس کے لشکر کا ایک سردار تھا۔ اس کا نام رومانس تھا۔ قیطارس نے دریافت کیا "یہ واقعہ کب ہوا؟"

رومانس "جب آپ ان کو ہماری حراست میں رسے کر چلے آئے تھے اور ہم آپ کے پیچھے آرہے تھے۔ اس وقت چونکہ آپ ہمیں راستے میں نہیں ملے۔ اس لیے ہم کو یہ خیال گزرا کہ غالباً آپ کے دشمنوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا یا مار ڈالا۔"

یہ سنکر قیطارس کو بڑا رنج ہوا۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے ٹھنڈا سانس کھینچ کر کہا۔

خدا کی قسم مسلمان انسان نہیں ہیں۔ کمبخت اوّل تو ہاتھ نہیں آتے اور اگر بہزار وقت آ بھی جاتے ہیں تو ہزاروں تالوں میں رکھنے پر بھی نکل جاتے ہیں۔

بولس نے کہا۔ افسوس نہ کرو۔ میں اب تک درگزر کر رہا ہوں! سمجھتا تھا کہ مسلمان ہماری اکثریت دیکھ کر واپس چلے جائیں گے لیکن وہ واپس نہیں گئے۔ بلکہ خلاف توقع انھوں نے ہمارے لشکر پر حملہ کر کے ہمارے بہت سے جانبازوں کو مار ڈالا اور اسیر کر لیا۔

اب میں بیکار وقت ضائع نہ کروں گا۔ تم بیٹھو دیکھو مجلس شوریٰ کس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ قیطارس اور شاؤل آ گئے تھے۔ ان کے پیچھے ریاض اور لبنیٰ اور میرونہ کھڑی تھیں۔

بولس نے ابھی تک انہیں نہیں دیکھا تھا۔ جب قیطارس اور شائول دونوں ہٹ کر داہنی طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے تب بولس نے ان تینوں کو دیکھا۔ اگرچہ میرونہ بھی حسین تھی۔ مگر وہ لبنیٰ جیسی حسین نہ تھی۔

بولس کی نظر لبنیٰ پر پڑی وہ استعجاب بھری نظروں سے اس حوروش کو دیکھنے لگا لبنیٰ کے چہرہ پر اس غضب کی ملاحت تھی کہ جو اسے ایک نظر دیکھ لیتا وہی اسکا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ تجلی حسن نظر بھر کر اسکے چاند سے چہرہ کو نہ دیکھنے دیتا تھا۔ اسلئے ناظرین کی ہوس دید پوری نہ ہو تی تھی۔ اسوقت اس عربدہ جو "عرب کے چاند" کو ہر پادری ہر بادشاہ ہر سردار مریدوں کی طرح دیکھ یا گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک محو دیدار رہنے کے بعد بولس نے قیطارس سے دریافت کیا "یہ خوبصورت لڑکی کون ہے؟"

قیطارس نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ یہ ایک عربی لڑکی ہے۔

بولس۔ کس قدر خوبصورت ہے میں نے آج تک ایسی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی۔ یہ تمہارے ساتھ کہاں سے آ گئی ہے؟

اب قیطارس نے مختصر طور پر تمام واقعات سنائے۔ بولس نے کہا "اچھا اس مسلمان اور قیطارس لڑکی کو بھی اپنی حراست میں رکھو۔

قیطارس نے   ولبنیٰ کو وہاں سے ہٹ کر ایکطرف کھڑے ہو جانے کا اشارہ

کیا دونوں ہٹ کر اسطرف جا کھڑے ہوئے جس طرف قیطارس نے اشارہ کیا تھا۔
میرونہ قیطارس کے پاس ایک کرسی پر جا بیٹھی۔ بولص نے قدرے بلند آواز سے کہا۔
"عیسائی بہادرو! مسلمانوں کی چیرہ دستیاں حد سے گزر گئی ہیں۔ آج انہوں نے ہمارے ہزاروں جانبازوں کو مار ڈالا۔ اور گرفتار کر لیا ہے عیسائیت کو اسلام کا زبردست خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔
ملک شام سے عیسائی حکومتوں کا جنازہ نکل چکا ہے۔ ہماری عیش پرستیوں نے ہم کو لامذہب کر دیا ہے۔ ہم خدا اور خداوند کو بھول گئے ہیں۔ خدا نے ہمیں بھلا دیا ہے۔
ابھی وقت ہے کہ لامذہبی چھوڑ کر خدا کو خوش کر لو یقیناً تم کامیاب ہو گے میرا ارادہ ہے کہ ہم اب مسلمانوں کے بڑھنے کا انتظار نہ کریں۔ بلکہ خود ان پر یورش کریں گے اگر اس میں کوئی قباحت معلوم ہوتی ہو تو آپ بیان فرما دیں۔
بولص خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر یہاں بالکل خاموشی طاری رہی کچھ عرصہ کے بعد خلیف نے کہا۔ میں پہلے ہی چند مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں میرے خیال میں ہمارے اس جگہ پڑے رہنے سے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں۔ اس لئے انہیں اس قدر جرأت ہوئی کہ وہ بڑھ بڑھ کر ہمارے لشکروں پر حملے کرنے لگے۔
جب تک کہ ہم ان پر یورش کر کے نہ پہنچیں گے۔ انکی جسارت ختم نہ ہو گی بلکوح نے کہا: بیشک یہی بات ہے۔ ہمارے یہاں پڑے رہنے سے ہم پر بزدلی کا اطلاق ہوتا ہے۔
بولص۔ جب یہ بات ہے تو لشکر کو تیاری کا حکم دیدو۔ تمام کیل کانٹے سے لیس ہو جائے ہم عنقریب یہاں سے کوچ کریں گے۔
چونکہ مشورہ ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے مجلس برخاست کر دی گئی۔ سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر باہر جانے لگے۔ سب کے بعد قیطارس خورشید لبنیٰ اور ریاض کو ہمراہ لیکر چلا۔ میرونہ بھی اسکے ساتھ چلی۔

گیارہواں باب

"جیل خانہ میں حسن کی جھلک"

قیطارس ریاض و لبینے اور میرونہ کو ساتھ لیکر اپنے خیمہ پر پہنچا۔ چونکہ وہ بلقا کے بادشاہ جرجیس کا چچا زاد بھائی تھا شہزادہ تھا صلیبی مجاہد تھا۔ اس لئے شہزادوں کی سی شان سے رہتا تھا۔ اس کا عالیشان خیمہ ایک وسیع میدان میں نصب تھا۔ ایک خیمہ میرونہ کا تھا۔ ایک زائد تھا۔ ان شاہی خیموں کے علاوہ ان سے کسی قدر فاصلہ پر چاروں طرف گول دائرہ میں اس کے لشکر کے خیمے نصب تھے۔

قیطارس اپنے خیمہ پر پہنچا اس کے ملازمین کی پلٹن اسکے خیر مقدم کے لئے دوڑی۔ سب نے ایک قطار میں کھڑے ہو کر قیطارس کو سلام کیا۔ قیطارس نے سلام کا جواب دیکر ایک بڑے نوکر سے کہا۔

"ارمانوس یہ عرب شاہی قیدی ہیں اس نوجوان اور خوبصورت لڑکی کو اپنی حراست میں کرلو۔ برابر والے خیمے میں انھیں نظر بند کردو انکی کافی نگہداشت رکھنا ایسا نہ ہو کہ دھوکا دیکر فرار ہو جائیں۔"

اس بڈھے کا نام ارمانوس تھا۔ اس نے کہا: "حضور والا! آپ بے فکر رہیں میں پوری نگہداشت رکھوں گا۔"

قیطارس میرونہ کو ہمراہ لے کر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ ارمانوس نے ریاض سے کہا "او بدبخت عربی نوجوان تم معہ اس دوشیزہ لڑکی کے ہمراہ آؤ۔"

ریاض کو اس کا اس طرح سے خطاب کرنا نہایت ناگوار گزرا لیکن ایک تو وہ قیدی تھا۔ دوسرے اس نے خیال کیا کہ نوکر کے منہ کون لگے۔ اس لئے بادل ناخواستہ درگزر کیا اور خاموش معہ حور وش لبینے کے اسکے پیچھے روانہ ہوا۔

ارمانوس انھیں ہمراہ لیکر خیمہ کے اندر پہنچا۔ یہ خیمہ معمولی اور چھوٹا تھا چٹائی

کا فرش ہو رہا تھا۔ اس میں کوئی صوفہ۔ کوچ اور کوئی اسٹریچر کوئی کرسی وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ملازموں کے استعمال میں آتا ہو۔ ارمانس نے کہا" تم دونوں یہاں ٹھہرو۔ ایک بات سنو اور خیال رکھو مجھے تمہاری نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں جہاندیدہ ہوں میرے آقا کو میری تیز فہمی پر بھروسہ ہے۔ تم یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ تم میری تیز نگاہ ہوا سے بچ کر ہرگز بھاگ نہ سکو گے۔ اگر تم نے ذرا بھی بیجا حرکت کی تو سخت سے سخت سزا پاؤ گے"۔

ریاض نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے بھی جواب کا انتظار نہ کیا۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر چلا گیا۔ اب ریاض اور حور وش لبنیٰ ہی خیمہ میں رہ گیا۔ اس وقت آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ مشرق کی طرف سے آہستہ آہستہ سیاہی بڑھ کر تمام کائنات پر چھا گئی تھی۔ گویا اچھا خاصہ اندھیرا ہو گیا تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمکنے لگے تھے۔

چونکہ خیمہ میں روشنی نہ تھی۔ اس لیے بہت زیادہ تاریکی چھائی ہوئی تھی مگر اس اندھیرے میں بھی حور وش لبنیٰ کا چہرہ اس طرح چمک رہا تھا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہلکا بادل آجانے پر غبار اڑنے سے کچھ پھیکا پھیکا چمکا کرتا ہے۔ دونوں ارمانوس کے چلے جانے پر چٹائی کے اوپر بیٹھ گئے۔

دونوں تخیلات کے بحر بیکراں میں مستغرق تھے۔ دونوں پر فلک کی نیرنگی اور گردش تقدیر کے چکر میں آکر عزیزوں۔ دوستوں اور مسلمانوں سے بچھڑ کر غیروں غیر مذہب والوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے تھے۔

اپنی تقدیر اپنی حالت پر افسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ لیکن خاموش بیٹھے افسوس کرتے کرتے انکے دل بیٹھے جانے لگے۔ غم کی فوج نے ان پر چڑھائی شروع کر دی۔

وہ سمجھ گئے کہ اس طرح رنج و غم کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اسلئے انہوں نے گفتگو

کا آغاز کیا۔ ریاض نے دریافت کیا۔

"لبنیٰ! تم پائندہ صفت عیسائیوں میں کیسے آپھنسیں ؟"

لبنیٰ نے موسیقی نواز لہجہ میں جواب دیا قسمت نے لا پھنسایا کیونکہ بچھڑ اسکے اور کیا کہوں۔ نہ ریاض کو معلوم تھا کہ لبنیٰ عیسائیوں کے قبضہ میں کیسے آئی اور نہ لبنیٰ کو خبر تھی کہ ریاض کیسے آ گیا۔ ریاض نے پھر دریافت کیا۔

"قسمت نے تو لا ہی پھنسایا لیکن کس طرح ؟

لبنیٰ:" میں سیر کرنے آئی تھی۔ مزدوعہ اور سلمیٰ میرے ساتھ تھیں۔ اچانک پانچ ساتھ عیسائی سوار سر پر آ پڑے۔ وہ دونوں تو نہ معلوم کہاں چلی گئیں میں بھاگی مگر تیز نہ بھاگ سکی۔ لہذا پکڑی گئی "

لبنیٰ بہت زیادہ اداس اور غمگین و مضطرب تھی۔ اگرچہ ریاض بھی غمزدہ تھا لیکن وہ مرد تھا۔ جو مصیبت، جو غم، جو دکھ اس پر آ پڑے تھے وہ ان کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن چونکہ لبنیٰ حساس زیادہ تھی۔

ریاض نے اس کا خیال بٹانے غم کو کم کرنے۔ اور اس کے نازک دل سے کلفت دور کرنے کے لئے مسکرا کر کہا۔

تم نازک تھیں۔ نزاکت نے تم کو تیز نہ دوڑنے دیا۔ اسلئے تم اسیر ہو گئیں۔ پری پیکر لبنیٰ نے بے ساختہ پن سے کہا۔

"نہیں ریاض! میں بہت تیز دوڑی مگر ان کم بختوں نے میرا ہی تعاقب کیا۔ اور مجھے ہی پکڑنا چاہا "

ریاض:" تم خوبصورت تھیں پھول سے زیادہ دلفریب تھیں، اسلئے انھوں نے تمہارا ہی تعاقب کیا"

لبنیٰ نے اب ریاض کی شرارت آمیز گفتگو کو سمجھا اور وہ شرما کر خاموش ہو گئی اسوقت رات زیادہ آ چکی تھی۔ اندھیرا زیادہ پھیل گیا تھا لبنیٰ کے شرمانے کی ادا بوجہ اندھیرا ہونے کے ریاض نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس سیم تن کے خاموش ہونے سے وہ یہ ضرور گیا کہ لبنیٰ شرما گئی ہے۔

ریاض کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ارماؤس روشنی لئے ہوئے خیمے میں داخل ہوا۔ یہ موم بتی تھی خیمہ کی چوب میں ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے تختی پر بتی رکھدی۔ اور بغیر کچھ کہے سنے چلا گیا۔

اگرچہ خیمہ چھوٹا تھا۔ لیکن بتی کی مدھم روشنی اسے کافی روشن نہ کرسکی۔ تاہم کسی قدر اجالا ضرور ہوگیا۔ اور خیمہ کے اندر کی چیزیں صاف طور پر نظر آنے لگیں۔ ریاض نے پری جمال لبنیٰ کو دیکھا۔

اس کی چاند سی صورت چمک رہی تھی۔ موٹی موٹی سیاہ سرمگیں آنکھیں تجلیاں گرا رہی تھیں ریاض نے پھر کہا۔ ہاں تو انھیں تم ہی پسند آئیں۔ لہذا تمہارا ہی سہارا لیا۔ اور مسکرا دیا۔

لبنیٰ نے ایسی نظروں سے جن میں شوخی آگئی تھی۔ شوخی نے چمک پیدا کردی تھی ریاض کو دیکھا۔ حور ادا دوشیزہ کے مسیحا صفت لبوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ اس نے کہا۔

ہاں انھوں نے مجھے پکڑ لیا! ریاض نے اس کی سحر خیز آنکھوں کو دیکھ کر کہا "عرب کا چاند یا دنیائے حسن کی حور مجھے کہو؟"

لبنیٰ نے برق پاش تبسم سے جواب دیا "جو کچھ تم سمجھو"

ریاض نے جلدی سے کہا "میری رائے کو رہنے دو یہیں دیکھنے والے تمہیں پری پیکر حسن کی دیوی، عرب کا چاند، دنیا کی حور اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں، مگر مجھ سے کوئی پوچھتا نہیں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بتاؤں تم کیا ہو!

لبنیٰ کے نازک لبوں پر اب بھی تبسم کھیل رہا تھا۔ آنکھوں میں سحر خیز چمک تھی اس نے شوخی بھرے انداز میں کہا۔

"کوئی نہیں پوچھتا تو تم خود ہی بتادو؟"

ریاض نے از خود رفتگی کے انداز سے کہا "تم خدائے حسن ہو۔ پیکر ناز ہو مسیحائے زمان ہو۔۔۔۔"

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "مہربانی کرکے خاموش رہئے"

ریاض "لبنیٰ! خدا کی قسم بہترین حسینہ ہو۔ انسان، جن اور فرشتے سب تجھ پر تیرے بے پناہ حسن پر ایک جان سے نہیں ہزار جان سے والا و شیدا ہیں"

لبنیٰ نے طعنے کے طور پر کہا۔

"ریاض! تم پہاڑی چٹانوں پر کیسے پہنچ گئے؟"

ریاض: "حسن کی کشش کھینچ لائی تھی۔"

لبنیٰ نے شہزادیوں جیسی شان سے کہا: "ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔"

ریاض: "لبنیٰ! میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نہایت ذلیل کمینہ اور بدسرشت انسان ہوں۔ سعد میرا دوست ہے۔ اور تم سعد کی ہمشیرہ ہو۔ لہٰذا مجھے اپنے دوست کی ہمشیرہ سے محبت نہ کرنا چاہیئے لیکن میں نے ایسا کیا۔ میں نے دوستی کی تحقیر کی۔ ندامت اور شرم نے مجھے گھیر لیا۔ میں سعد سے آنکھیں چار نہ کر سکا۔ دوست کو چھپ کر بھاگ آیا۔ مگر محبت کی زنجیر میرے پاؤں میں پڑ گئی تھی وہ کشاں کشاں کھینچ کر مجھے تمہارے پاس لے آئی۔

لبنیٰ سنو! مجھے آئندہ گفتگو کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں تمہارا گرویدہ ہوں۔ تمہاری محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے۔ اب یہ نکلنے والی نہیں لیکن میں انسان ہوں۔ خوددار ہوں۔ دل پر جبر کروں گا۔ اور زبان سے اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا۔ جبتک کہ موت مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔"

"دوستی کا تقاضا یہی ہے۔ خدا کے لئے تم کسی وقت یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تم سے بیرخی کر رہا ہوں۔ میں تم سے مر کر بھی بے رخی نہ کر سکوں گا۔"

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "ریاض ایسی باتیں نہ کرو۔"

ریاض خاموش ہو گیا۔ وہ افسردہ خاطر ہونے لگا۔ لبنیٰ کو بھی اس کی افسردگی نے افسردہ کر دیا۔ دونوں خاموش ہو کر اپنے اپنے تخیلات میں الجھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ارمانوس کھانا لیکر آیا۔

دونوں نے قوت لایموت کے لئے تھوڑا بہت کھانا کھایا جب ارمانوس بچی ہوئی کھانا لے کر چلا گیا۔ تو دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی اور دونوں چٹائی پر پڑ گئے۔ چونکہ دونوں اپنے اپنے خیالات میں الجھے ہوئے تھے۔ اس لئے دیر تک پڑے جاگتے رہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سے کروٹ لے رکھی تھی۔ گویا دونوں

ایک دوسرے کو بھولنا چاہتے تھے۔ لیکن محبت کی جو آگ دونوں کے دلوں میں لگ چکی تھی وہ کیسے بھولنے دے سکتی تھی۔ کچھ دیر اس طرح پڑے رہنے کے بعد ریاض نے یہ دیکھنے کے لیے کہ لبنیٰ سو گئی ہے یا جاگتی ہے۔ اس کی طرف کروٹ لی۔

جبکہ ریاض کے دل میں یہ خیال گزرا ٹھیک اسی وقت لبنیٰ کے دل میں بھی یہی خیال گزرا۔ اس نے بھی کروٹ لی۔ اس طرح سے دونوں نے ایک ہی خیال سے متاثر ہوتے ہوئے کروٹ لی۔

یہ اسی محبت کی یادگار تھی جس کو وہ اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اب دونوں کے منہ ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے۔ بتی کی مدھم روشنی دونوں کے خوبصورت چہروں پر پڑنے لگی۔

ایک نے دوسرے کو نیم باز آنکھوں سے دیکھا۔ دونوں جاگ رہے تھے دونوں نے اس بات کو سمجھ لیا۔ دونوں ایک دوسرے کو جی بھر کر دیکھنا چاہتے تھے۔

لیکن ریاض کی ندامت اور لبنیٰ کی خودداری مانع تھی۔ دونوں خاموش اور آنکھیں بند کئے پڑے تھے۔

پچھلے پہر دونوں کو نیند آ گئی اور دونوں سو گئے۔ صبح سویرے دونوں بیدار ہوئے حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے لئے وہ خیمے سے باہر نکلے۔ باہر پہرے والے کھڑے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر ان کے خیمے کے گرد پہرہ رہا ہے۔ پہرہ والوں کی نگرانی میں انہوں نے حوائج ضروری سے فراغت پائی۔ خیمہ میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر دونوں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد سورج نکل آیا۔ آفتاب کی زرد زرد کرنیں درختوں اور خیموں کی چوٹیوں پر لوٹنے لگیں۔ اسی وقت انہوں نے نقاروں کی آوازیں سنیں اور ساتھ ہی ساتھ شور و غل کی بھی آوازیں آنے لگیں۔

انہیں سخت تعجب ہوا کہ شور و غل کیسا ہے۔ نقارے کیوں بجائے جا رہے ہیں۔ ابھی وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ پریتپال مع ردینہ خیمہ کے اندر داخل ہوئی۔

بارہواں باب
"غم انداز نظارہ"

میرونہ کو دیکھتے ہی دونوں بے اختیار انہ طریقہ پر استقبال کیلئے کھڑے ہو گئے میرونہ حسین بھی خوشحال تھی۔ اس کی پیشانی خندیدگی کی وجہ سے ہر وقت شگفتہ رہتی تھی۔ اس وقت اس کے نازک لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار تھا۔ وہ ان دونوں کی طرف بڑھی۔ ان کے قریب پہنچی اس نے کہا: "صبح بخیر! ریاض میں صبح ہوتے ہی تمکو دیکھنے کیلئے چلی آئی۔ ریاض نے اس کا شکریہ ادا کیا لیکن لبنیٰ نے اسے رشک آمیز تعجب کی نظروں سے دیکھا۔

لبنیٰ نے عرب بدوں میں پرورش پائی تھی۔ ان لوگوں میں اس ملک میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ جہاں ایک دوشیزہ کا اپنی زبان سے محبت کا اظہار کرنا معیوب تھا وہ عیسائیوں کی معاشرت سے بے خبر تھی۔

اس نے میرونہ کی صاف گوئی مگر بے حجابانہ گفتگو کو بیحیائی پر محمول کیا میرونہ ریاض کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ریاض بھی ہمہ تن اسکی طرف متوجہ تھا۔ لبنا کے حساس دل پر ریاض کی اس بیوفائی سے چرکا لگا شگفتہ چہرہ پژمردہ ہو گیا اس نے زیر لب ایک ہلکی سی آہ لی۔ ایسی آہ کہ جس کو صرف اسکے دل ہی نے سنا۔

میرونہ نے شوخی بھرے انداز سے کہا۔ کہو ریاض! رات تو خوب گزری ہو گی! خیمہ میں صرف تم تھے اور عرب کی سب سے زیادہ خوبصورت دوشیزہ بھی تھی ریاض نے کہا۔ نہیں! ہم صرف دو ہی نہ تھے۔ بلکہ ایک تیسرا بھی تھا میرونہ نے متعجب نظروں سے ریاض کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔ تیسرا کون تھا؟

ریاض۔ وہ خدا تھا۔ جو ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔

میرونہ کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ ریاض

سے کوئی خاص بات دریافت کرنا چاہتی ہے لیکن کسی وجہ سے ہچکچاتی ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے اپنا نازک سر اٹھایا اور اپنی ہوشربا آنکھیں ریاض کے چہرے پر جما کر کہا۔

"ریاض! کیا تم نے لبنیٰ کو دنیا بھر کی لڑکیوں سے زیادہ حسین سمجھا ہے؟" سوال ٹیڑھا تھا۔

ریاض سر جھکا کر جواب سوچنے لگا۔ لبنیٰ نے بھی اپنی خوبصورت نظریں اسکے چہرے پر جما دیں۔ کچھ دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا۔ اتفاقیہ اسکی نگاہیں حوروش لبنیٰ کی سحر خیز آنکھوں سے چار ہوگئیں۔ اس کے جسم میں ارتعاش پیدا ہوا۔ وہ کانپ گیا۔ میرونہ نے اس کی یہ کیفیت دیکھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا! "تم کانپ رہے ہو۔ کیا سردی معلوم ہو رہی ہے۔" گرمیوں کے دن تھے صبح کا وقت تھا۔ فرحت بخش ہوا چل رہی تھی۔ سردی نام کو نہ تھی۔ ریاض کیا جواب دیتا۔ وہ اب بھی خاموش رہا۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوتا جا رہا تھا۔ میرونہ نے دریافت کیا "تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم کانپ رہے ہو۔ اور تمہارے چہرے کا رنگ اڑا جا رہا ہے۔ کیا تم کچھ بیمار ہوگئے ہو"

ریاض نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا "میں بیمار نہیں اچھا ہوں"۔

میرونہ۔ "مگر تمہارے چہرے کا رنگ ......"

ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں نہیں کہہ سکتا شاید گرمی کا اثر ہو"۔

میرونہ نے جلدی سے کہا "بیشک بیشک! خیمہ کے اندر حبس ہو رہا ہے۔ آؤ خیمہ سے باہر چلکر تازہ ہوا میں کھڑے ہوں۔ لبنیٰ! تم بھی کچھ سست معلوم دیتی ہو۔ آؤ! تم بھی تازہ ہوا میں کھڑی ہو جاؤ"

میرونہ یہ کہتے ہی خیمے کے دروازہ کی طرف لوٹی۔ ریاض اور لبنیٰ بھی اسکے پیچھے پیچھے چلے اگرچہ لبنیٰ پردہ نشین لڑکی تھی۔ اور جب سے ہوش سنبھالا تھا پردہ ہی میں رہی تھی۔ اسے لوگوں کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی تھی خصوصاً اس وجہ سے کہ کوئی اس کو دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا لیکن قدرت نے اسے قیدی بنا دیا تھا۔

وہ اپنی مرضی کی مختار نہ تھی۔ دوسرے کے ہاتھوں میں اسیر تھی وہ جہاں چاہتے لیجاتے تھے دربار خاص میں وہ پیش کیجا چکی تھی۔ اسکے پاس کوئی نقاب نہ تھا۔ کھلے منہ جانا پڑتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ بے پردہ ہونے کی عادی ہو رہی تھی وہ میرونہ اور ریاض کے ساتھ خیمہ سے باہر نکلی۔ پہرہ داروں نے اسے دیکھا وہ ایسی نظروں سے اسے گھورنے لگے گویا ان میں سے ہر

ایک کی آرزو اسے اپنی آنکھوں میں یا دل میں چھپانے کی ہے۔

اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ کھلا ہوا میدان ہونے کی وجہ سے دھوپ درختوں کی چوٹیاں خیموں کی بلند چوبوں سے نیچے اتر کر سبزہ زار میدان میں پھیلنے لگی۔

نقاروں اور شور و غل کی آوازیں ابھی تک آرہی تھیں۔ جہاں یہ کھڑے تھے وہاں سے دور کسی قدر فاصلے پر کچھ غبار سا اڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ریاض نے میروانہ سے دریافت کیا۔

یہ شور و غل کیسا ہے؟ نقارے کیوں بجائے جا رہے ہیں؟ میروانہ نے جواب دیا۔ مسلمانوں کی جسارت عیسائیوں مسیحی مجاہدوں کی گرفتاری کا حال سُن کر عیسائی برافروختہ ہو گئے ہیں۔ بولس نے لشکر کو روانگی کا حکم دیدیا ہے۔ بیس ہزار لشکر روزانہ کوچ کر گیا۔

آج پہلے لشکر نے کوچ کیا ہے۔ دیکھتے نہیں کہ وہ سامنے غبار چلا کر آسمان سے ٹکرا رہا ہے

ریاض اور لبنیٰ نے دیکھا۔ غبار کے غٹ بلند ہو ہو کر فضا سے ٹکرا ٹکرا کر بادل بنتے جا رہے تھے۔ شور و غل اور نقاروں کی آوازیں دمبدم دور ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

ریاض نے پھر دریافت کیا۔ کل عیسائی لشکر کس قدر ہے۔؟

میروانہ۔ تین لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

ریاض کو بڑا فکر پیدا ہوا۔ مسلمانوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی۔ ان میں سے بہت سے غیر مسلح تھے۔ عیسائی مسلح، و تین لاکھ تھے۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ خدا ہی مسلمانوں کی آبرو رکھیگا۔

میروانہ نے پھر کہا۔ ریاض! مسلمان اس مرتبہ ضرور کچل ڈالے جائیں گے۔ عیسائی اپنی پوری جمعیت پورے سازوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ بیس ہزار تو زنگی ہیں جنکے سامنے انسانوں کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ وہ کھڑے ہوئے اونچے درخت سے معلوم ہوتے ہیں۔ انکے چہرے بھیانک سیاہ آنکھیں سرخ انگارہ سی۔

دانت زرد زرد دو لمبے دو باہر نکلے ہوئے۔ ہونٹ موٹے اس قدر موٹے کہ ان میں سوراخ کر کے کڑے ڈالے ہوئے ہیں۔ جن میں زنجیریں پڑی رہتی ہیں۔ جو گھوڑے کی باگ یا اونٹ کی نکیل کا کام دیتی ہیں۔

انھیں دیکھ کر بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔ وہ بیسوں من کا گرز رکھتے ہیں۔

جس پر گرز مارتے ہیں اس کا چورا کر دیتے ہیں۔ عام عیسائیوں کا خیال ہے کہ اسلامی فوج کو یہ زنگی ہی بھیں ڈالیں گے۔ اور عیسائیوں کو لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

ریاض نے ان زنگیوں کی بات پہلے بھی جاسوسوں سے سُنا تھا۔ اسوقت میرونہ نے جو ڈراؤنی تصویر الفاظ کے ذریعہ سے کھینچی تو ریاض کو بجائے خوف ہونے کے ان کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔

اس نے میرونہ سے دریافت کیا۔ یہ زنگی لشکر کے کس طرف ہیں؟

میرونہ۔ وہ لشکر کے انتہائی کنارہ پر مشرقی جانب شمالی گوشہ میں پڑے ہوئے ہیں شاید تم انھیں دیکھنا چاہتے ہو لیکن دیکھ نہیں سکتے۔

ریاض سمجھ گیا چونکہ وہ قیدی ہے۔ اسے لشکر میں پھرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اس لئے وہ زنگیوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اب نقاروں اور شور و غل کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تھیں۔ کیونکہ لشکر دور نکل گیا تھا۔ البتہ غبار بادل کی طرح دھوئیں کے مانند بل کھاتا ہوا افق مشرق میں نظر آ رہا تھا۔

میرونہ نے ریاض سے کہا۔ اب تمہاری طبیعت درست ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب بتاؤ کہ تم لبنیٰ کو دنیا بھر کی لڑکیوں سے حسین سمجھتے ہو؟

ریاض نے بے اختیارانہ طریقہ پر کہا۔ جس قدر لڑکیاں میں نے آج تک دیکھی ہیں لبنیٰ ان میں سب سے زیادہ حسین ہے۔ میرونہ کا چہرہ اتر گیا۔ اس کے دل میں ٹھیس لگی شہابی رنگ اڑ گیا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک نہ رہی۔ فوراً اس کی حالت میں نمایاں تغیر واقع ہوا۔ اسکے چہرے پر رشک کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اور رشک غصہ میں تبدیل ہو گیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا گوری گوری پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ ریاض دلبنیٰ نے اسکی یہ دگرگوں کیفیت دیکھی۔

میرونہ نے کسی قدر خشونت بھرے لہجہ میں کہا۔ تمہاری لبنیٰ۔ سب سے بڑھ کر حسین ہے؟

ریاض نے کچھ جواب نہ دیا۔ میرونہ تھوڑی دیر تک کھڑی کچھ سوچتی رہی۔ دفعتاً اس نے کہا۔ ریاض میں جا رہی ہوں۔ اب اسوقت ملوں گی جب کونسل تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کرے گی۔ یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ اس رفتار و گفتار سے اسکی خفگی کا اظہار تھا۔ دیر تک ریاض

اسے اور لبنیٰ ریاض کو دیکھتے رہے۔ جب وہ خیموں کے پیچھے چلی گئی تو ریاض نے لبنیٰ کو دیکھا لبنیٰ ابھی تک اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن ریاض اسے سمجھنے سے قاصر رہا کہ لبنیٰ کی نظریں محبت خیز ہیں یا اشتباہ آمیز۔

ریاض نے اس سے کہا لبنیٰ یہاں دھوپ آگئی ہے آؤ خیمہ میں چلیں اس وقت دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ دونوں دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے۔ آفتاب عالمتاب کی گستاخ کرنیں ماہوش لبنیٰ کے چاند سے چہرہ پر گویا فریفتہ ہو چکی تھیں۔ وہ ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر آرہی تھیں اور اسکے چہرہ پر لوٹ رہی تھیں ان کرنوں کیوجہ سے اسکا چہرہ اسقدر چمکنے لگا تھا کہ نظر بھر کر دیکھا نہ جاتا تھا۔ دیکھنے والوں کی نظر خیرہ ہو کر جھک جاتی تھی۔ اس کی جبین ناز اور چاند سی پیشانی پر پسینہ کے چھوٹے چھوٹے قطرے ایسے چمک رہے تھے جیسے گلابی رنگ کے پھول کی پنکھڑیوں پر شبنم کی چھوٹی چھوٹی بوندیں پیشانی پر زلف شبگوں کے کچھ گھونگھریالے بال چوٹی کی گرفت سے نکل کر ہوا کے باریک جھونکوں سے لہرا کر بڑے ہی پیارے معلوم ہو رہے تھے۔ اسنے اپنی موٹی موٹی سیاہ سرمگیں آنکھیں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض کے دل پر بجلیاں گر رہی تھیں وہ لرز گیا۔ وہ اسکی رسیلی کٹیلی اور برق پاش نظروں کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔

لبنیٰ نے آہستہ سے کہا۔ چلو۔ دونوں خیمہ میں داخل ہوئے علیحدہ علیحدہ بیٹھ گئے دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے۔ غالباً اپنے اپنے خیالات کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہے تھے ریاض زیادہ افسردہ زیادہ غمزدہ اور زیادہ پریشان معلوم ہو رہا تھا لبنیٰ بھی افسردہ خاطر تھی مگر اس کی افسردگی اسکے حسن کو دوبالا کر رہی تھی۔

دوپہر کے وقت ارمانوس کھانا لایا۔ دونوں نے کھانا کھایا اگرچہ ارمانوس بڈھا تھا درشت مزاج تھا لیکن حسن بڈھوں بچوں بے رحموں اور ظالموں پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ ارمانوس پر بھی لبنیٰ کے بڑھتے ہوئے حسن نے اثر کیا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی حلقہ کے اندر دھنسی ہوئی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ کھانے کے دوران میں ارمانوس نے کہا پری جمال لڑکی! تم زیادہ غم نہ کرو۔ گھل جاؤ گی۔ چہرہ کی گلاب کو شرمانیوالی رنگت اڑ جائے گی لبنیٰ نے ایک نگاہ غلط انداز سے بڑھے کو دیکھا بڈھا گھبرا گیا اور پھر اسنے

کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دونوں غمزدہ تھے۔ دونوں نے بہت کم کھانا کھایا۔ ارمانوس بیس خورد و کھانا لیکر چلا گیا دونوں قیلولہ کرنے کیلئے بڑھے۔ دونوں اب بھی خاموش تھے۔ انکو دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ دونوں میں کچھ خفگی ہو گئی ہے۔ حالانکہ خفگی نہ تھی۔

ریاض اس ستم روزگار کی محبت کو بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ لبنیٰ اسکے دوست کی ہمشیرہ ہے اس سے ایسی محبت کرنا جو عشق کے درجے تک پہنچ جائے مناسب نہیں ہے لیکن جو محبت اس کی رگ رگ میں سرایت کر گئی تھی۔ وہ آسانی سے نکلنے والی نہ تھی۔

طرفہ بات یہ تھی کہ جوں جوں وہ اس کی محبت کو دل سے نکالنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ اور بڑھتی تھی۔ ہار کر اب اس نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ اس سے گفتگو کرنا اور اسکی طرف دیکھنا چھوڑ دے مگر اس میں بھی وہ کامیاب ہوتا نظر نہ آتا تھا کیونکہ خاموشی اسکے لئے سوہان روح بنتی جارہی تھی۔ اگرچہ ریاض نے صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ لبنیٰ پر ہزار جان سے شیفتہ ہے اور موت کی آغوش میں پہنچنے تک اسی پر اور صرف اسی پر فریفتہ رہے گا لیکن دوستی کے تقاضا کی وجہ سے وہ صبر و جبر سے کام لے گا۔ لیکن لبنیٰ نے اسکے خاموش رہنے اسکی طرف نہ دیکھنے کو اس کی بے رخی یا غرور پر محمول کیا۔ اس لئے وہ ناخوش ہو گئی۔ اس نے تہیہ یا عہد نہیں تو عزم صمیم کر لیا کہ جبتک خود ریاض اس سے نہ بولیگا اپنے بیجا طرز عمل کی معافی نہ مانگے گا۔ اس وقت تک وہ اسے معاف نہ کرے گی نہ بولے گی نہ دیکھے گی بلکہ چند ہی گھنٹے میں اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے اس عہد پر یا عزم کو [illegible] سکے گی۔ بلکہ عشق معشوقانہ خودداری نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دل پر جبر کرکے جب [illegible] تک نباہے۔ چنانچہ وہ نبھا رہی تھی لیکن کبھی کبھی دزدیدہ نظروں سے ریاض کو دیکھ لیتی تھی۔ [illegible] دیتی کیونکہ اسے خوف ہوتا تھا کہ کہیں اسے دیکھتے ہوئے ریاض نہ دیکھ لے جب وہ [illegible] زدہ اور پریشان حال دیکھتی تھی۔ تو اس کا عزم و عہد وغیرہ سب ٹوٹ جاتے۔ [illegible] دونوں ریاض کے غم میں شریک ہوتے اس سے ہمکلام ہوتے اس کا دل بہلانے کو جی [illegible] مار رکھتی، دل پر جبر کرتی اور غم اٹھاتی۔

اسی طرح سے وہ بقیہ دن اور [illegible] رات بھی گزر گئے۔ دونوں میں بہت کم وہ بھی معمولی

بات ہوئی۔ لبنیٰ نے کئی مرتبہ غمزدہ صورت بنائی۔ زیر لب خفیف آہیں بھریں لیکن ریاض نے نہ اسے دیکھا اور نہ اس سے کچھ دریافت کیا۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں ریاض کی محبت کا خاتمہ تو نہیں ہو گیا۔ وہ میری نہ کو تو نہیں چاہنے لگا۔

اس خیال نے اس کے نازک دل کو سخت اذیت پہنچائی کہ وہ بہت زیادہ غمزدہ نظر آنے لگی۔ ریاض نے اسکی یہ حالت دیکھی تو وہ سخت بیقرار و مضطرب ہو گیا۔ اس نے کہا۔ لبنیٰ حوصلہ رکھو اس قدر غم نہ کرو۔

لبنیٰ نے جواب نہ دیا۔ البتہ اسکی نرگسی آنکھوں سے آنسو ضرور چھلک آئے، آہ عزیب عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو وہ اسکی محبت میں بہہ جاتی ہے۔ ریاض تڑپ گیا اور اسنے کہا۔

لبنیٰ! لبنیٰ!! اس طرح تو تم میرے حوصلہ کو بھی پست کرا دو گی۔ لبنیٰ نے آنسو پی لئے مگر وہ اب بھی کچھ نہ بولی۔ ریاض نے سمجھ لیا کہ وہ اس سے ناراض ہے یا وہ اسکی طرح محبت کم کرنے کی کوشش کر رہی ہے وہ بھی خاموش ہو گیا۔

تیسرے روز علی الصباح جبکہ وہ دونوں نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ارمانوس خیمہ میں داخل ہوا اس کے پیچھے ایک عیسائی افسر تھا۔ ارمانوس نے خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"او بدنصیب قیدیو! آج تمہاری قسمتوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔ کونسل کا اجلاس ختم ہو گیا ہے تم کونسل کے روبرو پیش کئے جاؤ گے۔ لہٰذا یہ افسر تم کو لینے کے واسطے آیا ہے"

ریاض اور لبنیٰ دونوں کے دل اسکی گفتگو سے دہل گئے۔ اور دونوں کے چہروں کا رنگ فق ہو گیا۔ کلیجے منہ کو آنے لگے۔ ستم زدہ قیدی جانتے تھے کہ عیسائی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ ظالم و بیرحم ہیں۔ ان سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

دونوں کھڑے ہو گئے۔ جو افسر انہیں لینے کیلئے آیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ خیمے سے باہر نکلا خیمہ کے باہر بہت سے سوار کھڑے تھے۔ جو ان کو حراست میں لے چلنے کیلئے آئے تھے افسر بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ انھوں نے قیدیوں کو حراست میں لیلیا اور روانہ ہو گئے۔

عیسائی سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ ریاض اور نازک اندام لبنیٰ پیدل تھے۔ دونوں افسردہ دلی کے ساتھ جا رہے تھے جس خیمہ میں کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا وہ

یہاں سے کئی میل کے فاصلے پر تھا۔ بیداد گر عیسائیوں نے مسلم قیدیوں کے لئے سواری کا کوئی انتظام نہ کیا

وہ انتظام کیوں کرتے انہیں ان قیدیوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ جذبات رحم وکرم سے انکے دل خالی تھے۔ ممکن ہے کہ ریاض کو کوئی تکلیف پیادہ چلنے میں نہ ہو مگر حور وش لبنیٰ تو بالکل نڈھال ہوگئی تھی۔ وہ نازک آفریں تھی۔ اسے اس قدر دور چلنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ مگر جبر کرکے چلی جا رہی تھی۔ آخر وہ دونوں اس خیمہ پر پہنچے جہاں کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا۔ مگر سوار رک گئے۔ افسر گھوڑے سے اترا وہ ریاض اور لبنیٰ کو لے کر خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔

نہایت ادب سے ارکان کونسل کو سلام کیا۔ خیمہ کے اندر پانچ آدمی بیٹھے تھے اور جن میں سے ایک بولص اور دو پادری تھے۔ اور دو معزز عیسائی تھے۔ افسر نے ریاض اور لبنیٰ کو انکے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا: عالیجاہ قیدی حاضر ہیں۔ پانچوں آدمیوں سامنے ایک ساتھ قیدیوں کو دیکھا۔ پانچوں کی نظریں ریاض سے گزر کر حور وش لبنیٰ پر آ کر رک گئیں اس وقت سب خاموش تھے۔ خیمہ کے اندر خاموشی طاری تھی۔ قبرستان جیسا سکوت تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیطارس اور میرونہ آئے دونوں بولص کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اب ایک پادری نے ریاض سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ اے نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟۔ ریاض نے جواب دیا میرا نام ریاض ہے۔

پادری۔ تم جانتے ہو کہ تم ایک قیدی ہو؟

ریاض۔ میں جانتا ہوں!

پادری۔ تم کو یہ معلوم ہے کہ تمہاری قوم والوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور اکثر کو گرفتار کر لیا ہے۔

ریاض۔ معلوم ہے۔

پادری۔ اچھا تو سنو! تمام عیسائیوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کا مسلمانوں سے انتقام لیں گے۔ جو مسلمان انکے ہاتھ آجائیں گے انہیں قتل کر ڈالیں گے۔ اسلئے یہ کونسل

تمہارے حق میں کوئی قطعی فیصلہ کرنے کیلئے منعقد ہوئی۔ لیکن کونسل کے فیصلے سے پہلے اگر میں کوئی تجویز تمہارے سامنے پیش کروں جو تمہارے لئے مفید ہو تم اسے منظور کر لوگے؟"

ریاض۔ بغیر تجویز سنے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

پادری۔ یہ دانشمندی کی دلیل ہے سنو! تم نوجوان ہو ——— تعلیم یافتہ ہو ذی عقل ہو، نیک و بد سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہو۔ حضرت مسیح خدا کا پسندیدہ مذہب لیکر دنیا میں آئے۔ لوگوں نے اس مذہب کو قبول کیا۔ عیسائی مذہب تمام مذہبوں سے بہترین مذہب ہے۔ تم نے نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ نیا مذہب چھوڑ دو، عیسائی بن جاؤ۔ خدا اور خداوند تم سے بہت خوش ہونگے۔ ریاض غور سے پادری کی گفتگو سن رہا تھا۔ جب پادری خاموش ہوا تو اس نے کہا ذی عقل انسان عیسائی مذہب قبول نہ کرے گا۔ پادری نے حیرت سے ریاض کو دیکھکر دریافت کیا۔ کس وجہ سے؟ ریاض نے جواب دیا خدا ایک ہے۔ اسکی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ حضرت عیسیٰ کی بھی یہی تعلیم تھی۔ لیکن آج عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر انہیں خدائی کا جزو قرار دیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت جبرئیل کو جو ایک فرشتہ ہے۔ روح القدس کہنے لگے۔ اس طرح ایک خدا کے تین ٹکڑے یا تینوں کی مجموعی طاقت کو ایک خدا سمجھ لیا ہے یہ تثلیث پرستی ہے توحید پرستی نہیں۔ جو انسان ذرا بھی عقل و شعور رکھتا ہے وہ کبھی عیسائی نہیں ہو سکتا۔

عیسائی نے کہا۔ تم میں سمجھ ہے لیکن اس سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ سوچو حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے وہ روح اللہ تھے۔ خداوند (حضرت عیسیٰ) نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے باپ سے اپنی امت کی بخشش کیلئے سفارش کروں گا۔ لہٰذا انکے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ ریاض نے قطع کلام کر کے کہا۔ سنئے اور غور سے سنئے سب سے پہلے خدا نے حضرت آدم کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ انکی ماں بھی نہ تھیں وہ خدا کا بیٹا کہلا سکتے تھے مگر کوئی بھی انہیں خدا کا بیٹا نہیں کہتا۔ خدا نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر کے دنیا اور دنیا والوں کو یہ بات بتانی تھی۔ کہ کچھ زن و شوہر کا تعلق ہی تخلیق انسان کا باعث نہیں بلکہ سب سے زیادہ اس کی قدرت کی دخل ہے لیکن انسان کی حماقت دیکھئے کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے خدا کی وحدانیت اور قدرت کا قائل ہو کر اسکی درگاہ معبودی میں سر عجز و بہ نیاز جھکانے کی بجائے

اس سرائی ہو کر گمراہی کے گڑھے میں جا پڑا۔ اور وہ ایسا کلمات بکنے لگا جس کا اس کو علم نہیں ہے۔ کس قدر بے جوڑ بات ہے کہ خدا جس نے اس عالم کو بنایا ہے جسے ہم دیکھتے ہیں اور اس عالم کو پیدا کیا ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اپنی لامحدود قدرت کا خیال نہ کر کے ایک انسان کا باپ بن بیٹھے۔ یہ خدا پر ایک زبردست بہتان ہے۔ پادری کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بولص نے کہا: "یہ کونسل کا اجلاس ہے۔ اسے مذہب کا دنگل نہ بنانا چاہئے۔ پادری نے کہا بیشک ہمارے پاس فضول بحث و تحقیق کے لئے وقت نہیں ہے (ریاض سے) مسلم نوجوان سنو! اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو تم کو جاگیر دی جائے گی۔ عیسائی دنیا تمہاری عزت و قدر کرے گی۔ تمہارے قدموں پر سیم و زر کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے۔ تمہیں اختیار دیا جائے گا جس عیسائی دوشیزہ سے چاہو عقد کر لو۔ کیا تم عیسائی ہونے کیلئے تیار ہو؟" ریاض نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ نہیں۔

پادری۔ اچھی طرح سوچ لو!

ریاض۔ خوب سوچ لیا۔

پادری۔ اگر تم عیسائی نہ ہوئے تو ممکن ہے کہ کونسل تمہارے قتل کا حکم صادر کر دے۔

ریاض۔ کچھ پرواہ نہیں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ سراب ہے یا سراب فانی ہے۔ چار دن کے عیش و عشرت کے بدلے ابدی تکلیف کا مزا اٹھانا عقلمندی کی دلیل نہیں ہے۔

پادری۔ دیکھو! تم نوجوان ہو۔ تم نے ابھی دنیا کا کچھ نہیں دیکھا۔ فضول ضد کر کے اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالو۔

ریاض۔ اس دولت، عیش اور زندگی پر لعنت ہے جو خدا کو چھوڑ کر حاصل کی جائے۔ کبھی کوئی مسلمان اس کو منظور نہیں کر سکتا۔

پادری۔ کیا بالکل انکار ہے۔

ریاض۔ ہاں بالکل انکار ہے۔

ایک پادری جو دوسرے لبنیٰ سے مخاطب ہوا۔ اس نے کہا "پری زاد دوشیزہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ تمہیں موتیوں سے سفید اور سونے سے زرد کر دیا جائے گا۔ سینکڑوں کنیزیں تمہاری

خدمت پر مامور کی جائیں گی۔ اور تم شہزادیوں جیسی شان سے رہو گی۔ پر یجبال لبنٰی نے ترنم خیز لہجہ میں جواب دیا۔ خدا کا قہر ایک لمحہ میں انسان کی دی ہوئی دولت، عزت اور ثروت مٹا سکتا ہے۔ کیونکہ نہ دنیا کو ثبات ہے۔ اور نہ دنیا کے رہنے والوں کو پھر کس زندگی پر خدا سے بغاوت کیا کرے۔ یاد رکھئے مسلمانوں کا کوئی فرد لالچ سے بھی عیسائی نہیں ہو سکتا۔ پادری کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا۔ اچھا تم دونوں انتظار کرو کہ کونسل تمہارے حق میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔

اب کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔ جو لوگ بیٹھے تھے وہ سرگوشیاں کرنے لگے دیر تک کی آہستہ آہستہ بحث و تمحیص کے بعد بولص نے سر اٹھا کر ریاض سے کہا۔ مسلم نوجوان کونسل نے تمہارے حق میں ہولناک فیصلہ صادر کیا ہے۔ اب وقت ہے کہ تم اپنے جواب پر نظر ثانی کر کے عیسائی ہو جاؤ گے۔ اگر تم نے انکار کیا تو مجبوراً کونسل کے فیصلہ پر عملدرآمد ہو گا۔ ریاض نے نہایت متانت سے کہا۔ آپ کی کونسل نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں موت سے ڈر کر اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔ بولص نے خود ادا لبنٰی سے کہا۔ "پر یجبال دوشیزہ تم عیسائی ہو جاؤ؟" لبنٰی نے کہا "ناممکن ہے!" اب بولص سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: "شیریں ادا لڑکی کونسل نے تم پر تمہاری جوانی پر رحم کر کے تمہارے لئے حکم صادر فرمایا ہے کہ تم زندہ رکھی جاؤ۔ لیکن کنیزوں اور خادماؤں کی طرح رہو گی۔

مسلم نوجوان تم سنو! ۔۔ بولص ٹھہر گیا۔ ریاض اور لبنٰی اس کی طرف دیکھنے لگے ریاض اطمینان سے دیکھ رہا تھا لیکن خود دشت لبنٰی غم و فکر بھری نظروں سے افسردگی سے آنکھیں جھکی ہوئی بولص پر لگائے ہوئے تھی۔ بولص نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اے مسلم نوجوان! تم آج سے چھ[1] روز قربانگاہ پر ذبح کر کے حضرت مسیح کی نذر بھینٹ چڑھائے جاؤ گے۔

---

[1] سنہ ۶۲۹ء میں عیسائی انسانوں کی قربانی جائز سمجھتے تھے چنانچہ ارسوس نے اپنی بیٹی ماریہ کی شب زفاف کیلئے کلیسا میں اہرائے عرب کو قربان کرنے کی شرط کی تھی۔ (از فتوح العجم صفحہ ۲۲)

ریاض نے نہایت اطمینان اور استقلال سے اپنی موت کا فتویٰ سنا مگر نازک اندام لبنیٰ اس جانگداز حکم کو سنکر مضطرب الحال ہو گئی۔ اس کے پرنور چہرے کا شہابی رنگ پرواز کر گیا نازک لب کانپنے لگے ہوش ربا آنکھوں سے غم والم کا اظہار ہونے لگا۔

وہ پیکر ناز حسن کانپنے لگی۔ اس نے دبی آواز سے ایک دلدوز آہ لی۔ اس کا سر گھومنے لگا۔ وہ لڑکھڑائی، اس کی برق پاش آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ریاض نے اس کی یہ کیفیت دیکھی وہ گھبرا گیا، بےچین ہو گیا۔ دیوانہ کی طرح اسکی طرف بڑھا قبل اسکے کہ وہ اسکے قریب پہنچے وہ غش کھا کر گری۔ خیریت یہ ہوئی کہ ریاض نے لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ ریاض کو اپنی موت کا فتویٰ سننے کا اتنا رنج نہ تھا جس قدر لبنیٰ کے بیہوش ہو جانے کا تھا۔ اس نے وفور محبت سے بیخود ہو کر اس حوروش کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ دراصل وہ اس پیکر غم کو اپنے سینہ میں، چھپانا یا جان دیکر اسے غم سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ مگر غم وہ چیز نہیں ہے جو بانٹا جا سکے۔ ریاض بہت زیادہ غمزدہ نظر آنے لگا تھا۔

غم اور افسوس نے اسکے خون کا ایک ایک قطرہ تک چوس لیا تھا۔ اسکی حالت دیکھ کر بے رحم سے بے رحم ظالم کو بھی اس پر رحم آ جانا چاہیئے تھا لیکن وحشی بے رحم اور ناخدا ترس عیسائیوں میں سے کسی کو بھی اس پر رحم نہ آیا۔

لبنیٰ بالکل بیہوش اس کی آغوش میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ غم وحسرت سے سفید ہو گیا تھا۔ ریاض ٹکٹکی لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

بولص نے تحکمانہ لہجہ میں گرجتی ہوئی آواز سے اس افسر سے خطاب کرتے ہوئے جو ریاض اور لبنیٰ کو اپنی حراست میں لایا تھا کہا۔ اس اجل رسیدہ کو یہاں سے لے جاؤ۔

خونخوار افسر اسکی طرف بڑھا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا تم اس دوشیزہ نازنین کو فرش پر ڈال دو اور میرے ساتھ چلو۔

یہ سنتے ہی ریاض کا دل دہل گیا۔ وہ لبنیٰ کو پھولوں کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک سمجھتا تھا۔ اس کا دل کیسے گوارا کرتا کہ وہ اس نازک اندام کو جسے کہ وہ اپنے دل میں رکھنا چاہتا تھا فرش پر ڈال دے۔

اس نے ترحم خیز لہجہ میں کہا۔ بیدرد انسان! مجھ پر نہیں اس غمزدہ لڑکی پر تو رحم کرو۔
بولص نے بگڑ کر کہا: "اس گستاخ نوجوان کو فوراً لیجاؤ"۔

افسر نے ہتھیلی بجائی۔ چند سپاہی خیمے میں داخل ہو گئے۔ افسر نے کہا: "اس نوجوان کے ہاتھوں سے اس دوشیزہ لڑکی کو چھین کر فرش پر ڈالدو۔ اور اسے اپنی حراست میں لیکر چلو۔

فوراً سپاہی ریاض کو لپٹ گئے۔ پہلے تو ریاض نے کوشش کی کہ وہ پریزاد لبنیٰ کو اپنے کلیجہ سے علیحدہ نہ کریں مگر فوراً ہی اسے خیال آیا کہ کہیں چھینا جھپٹی میں پری رخسار لبنیٰ کے چوٹ نہ آجائے اس نے آہستہ سے اپنی آرام جان کو فرش پر لٹا دیا۔ اور کھڑے ہو کر بولص سے کہا: "ظالم بادشاہ بیکسوں پر ظلم کر کے خدا کے قہر کو بیدار نہ کرو۔ بولص ہنس دیا اور اس نے کہا۔ بیٹے خدا سے کہو کہ وہ تمہاری امداد کیلئے آئے۔

ریاض غم و اندوہ کا پتلا بنا ہوا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا میں خدا کو پکاروں گا اس خدا کو جو بیکسوں کی سنتا ہے اور انکی مدد کرتا ہے۔ او مغرور بادشاہ سن! جس طرح سے آج تو نے میرے دل کو توڑا ہے خدا جلد سے جلد تیرے رشتہ حیات کو توڑے گا۔ اور موت تجھکو اچانک آدبائے گی۔

بولص نے ترش ہو کر افسر سے کہا۔ کیا دیکھ رہا ہے کیوں اس بے ادب، بدتمیز اور گستاخ نوجوان کو نہیں لے جاتے۔

فوراً سپاہی اس پیکر غم کو اپنی حراست میں لیکر روانہ ہو گئے۔ ریاض پھر پھر کر حسرت اور افسوس بھری نظروں سے عرب کا چاند کو زمین پر بیہوش پڑا ہوا دیکھ لیتا تھا اس وقت وہ غم زدہ ہو چکا تھا۔ تعجب تھا کہ وہ جی کیسے رہا تھا۔ ظالم و بیدرد سپاہی اس زندہ لاش کو لے کر خیمہ سے باہر چلے گئے۔

تیرھواں باب

عاجزانہ درخواست

حسن و جمال کی دلربا، پری زاد لبنیٰ فرش پر بیہوش پڑی تھی۔ اسکے سیاہ گیسو اس

کے چاند سے چہرے پر بکھر گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا چودھویں رات کے چاند پر سیاہ بادلوں کے تاروں کا جال پورا ہو گیا۔ اب بھی تجلی حسن سیاہ گیسوؤں کے جال میں سے چھن چھن کر نکل رہی تھی۔ پادری بولس، معوز عیسائی، میروسنہ اور قیطارس حیرت انگیز نظروں سے اس کے حسن عالم افروز کو دیکھ رہے تھے۔

اس وقت خیمہ میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ ایسی خاموشی کہ لوگوں کے سانس لینے تک کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ جو قدم انگیز منظر خیمے میں رونما تھا۔ اس کو دیکھ کر انسانیت کا تقاضا تھا کہ نازک اندام لبنیٰ کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جاتا۔ تسلی دی جاتی اور اسے ہر طرح بہلانے کی کوشش کی جاتی۔ مگر ان لوگوں کے دل رحم و کرم کے جذبات سے خالی تھے وہ اس قدر بے رحم تھے کہ رحم کے نام سے بھی آشنا نہ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بولس نے کہا۔

میں نے اس تمام لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا ہے میں نہیں چاہتا کہ اب جنگ کو ٹالا جائے فوراً دمشق کو روانہ ہو جانے کا مشورہ دیجئے کہ اس حسین دوشیزہ کو کس کے پاس رکھا جائے۔

چونکہ لبنیٰ بہترین حسینہ تھی۔ اس لئے ہر شخص اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کیلئے تیار تھا مگر سب سے زیادہ قیطارس حریص نظر آتا تھا قبل اس کے کہ کوئی اور بولے۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

چونکہ میں اسے گرفتار کر کے لایا ہوں میں ہی اسے اپنی حفاظت میں رکھنے کا مستحق ہوں۔

بولس کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک [illegible] نے کہا، بے شک اس دوشیزہ کو قیطارس ہی کی حفاظت میں دینا چاہئے! مجھے یقین ہے کہ قیطارس کی ہمشیرہ میروسنہ کی ترغیب سے یہ حسینہ عیسائی ہو جائے گی۔

بولس نے کہا، لیکن قیطارس جب اب جنگ پر جا رہا ہے تو شاید یہ ہمشیرہ بھی ان کے ہمراہ ہوگی۔ اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمان حملہ کر دیں اور یہ تینوں میروسنہ دونوں کو نکال لے جائیں۔

پادری نے حیرت انگیز نظروں سے بولس کو دیکھ کر کہا، کیا تم، کہ عیسائیوں میں سے مسلمان دونوں کو یہاں سے لے جائیں گے۔

بولس مقدس باپ مسلمان [illegible] ہر کام حیرت میں ڈال دینے والا ہے!!

قیطارس: اطمینان رکھئے مسلمان میرے کیمپ میں سے اس دوشیزہ کو نہیں لیجا سکتے۔

بولص: آپ مسلمانوں کو نہیں جانتے وہ آفت کے پرکالے ہیں جس جگہ ان کے موجود ہونے کا گمان نہیں ہوتا۔ وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اب دیکھئے آپ نے دو سو مسلمانوں کو گرفتار کر کے اپنے لشکر کی حراست میں دیا۔ وہ اچانک آپ کے لشکر پر آ پڑے اور اپنے ساتھیوں کو چھڑا لے گئے۔

پادری: بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔ اچھا یہ کیجئے کہ شہزادی میرونہ کو مع اس دوشیزہ کے قلعہ دہشوار میں شاہ ارسوس کے پاس چھوڑ دیجئے۔

بولص: یہ مناسب ہے۔ اگر قیطارس کو بھی اس تجویز سے اتفاق ہے۔

قیطارس کو یہ تجویز پسند نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ارسوس والئ دہشوار عیاش ہے اس کی اوباشی کی داستانیں زبان زد عوام ہیں۔ لہذا وہ اس کی طرف سے مطمئن نہ تھا اور لوکا اس کی ہمشیرہ بہت زیادہ حسین تھی۔ دوسرے لبنیٰ دنیائے حسن کا آفتاب تھی اسے اندیشہ ہی نہیں بلکہ کامل یقین تھا کہ ارسوس ان دونوں پر ڈورے ڈالے بغیر نہ رہے گا لیکن مخالفت کرتے ہوئے اس سے ڈرتا تھا کہ کہیں عیسائیوں میں نا چاقی پیدا نہ ہو جائے۔ اس وقت جبکہ عیسائی دنیا صلیبی جہاد کیلئے متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے اٹھی تھی نا اتفاقی کا بیج بو کر عیسائی دنیا کو کمزور کرنا تھا۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔

پادری نے کہا۔ قیطارس کو اس میں کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔

بولص نے کہا۔ بس تو شہزادی میرونہ اور اس عرب دوشیزہ کو قلعہ دہشوار میں بھیج دیا جائے۔

بولص نے ہتھیلی بجائی ایک خادم خیمہ کے اندر داخل ہوا بولص نے کہا اس سے تم شاہ ارسوس سے کہو کہ کونسل انہیں یاد کر رہی ہے۔

خادم نے سر تسلیم خم کیا اور چلا گیا لبنیٰ ابھی تک بیہوش پڑی تھی بدنصیب بیکس دنیا میں لڑکی کی خبر لینے والا کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ارسوس خیمہ میں داخل ہوا۔

وہ بولص کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بولص نے اس سے کہا۔

کونسل نے یہ تجویز کیا ہے کہ تا اختتام جنگ آپ شہزادی میرونہ اور اس مسلم دوشیزہ کو جو فرش پر پڑی ہے بیہوش اپنی حفاظت میں لے کر دمشوار میں رکھیں ۔

ارسوس جوان العمر تھا ۔ اس کی عمر تیس تینتیس سال کے قریب تھی ۔ صورت سے نہایت چالاک اور فریبی معلوم ہوتا تھا ۔ اس نے میرونہ اور لبنیٰ کو دیکھا ۔ اسکی نظر لبنیٰ کے چہرہ پر آ کر رکی ۔

اس نے فوراً کہا " جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوبی انجام دوں گا " بولفص نے کہا " تمام لشکر کوچ کرنیوالا ہے ۔ لہذا تم فوراً ان دونوں لڑکیوں کو قلعہ دمشوار پہنچا دو "

ارسوس " لیکن یہ عرب لڑکی بیہوش ہے "

بولفص " اپنے آدمیوں کو بلا لو وہ اسے ہوش میں لے آئیں گے "

ارسوس کے ساتھ ایک خادم بھی تھا ۔ اس سے کہا ۔ میخائیل ! تم اس لڑکی کو ہوش میں لاؤ "

میخائیل ارسوس کا ملازم تھا ۔ خاص اور رازدار تھا ۔ وہ اپنے آقا سے کہیں زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا ۔ وہ جلدی سے لبنیٰ کے پاس پہنچا اس نے اسے غور سے دیکھا ۔

لبنیٰ بیحد حسین تھی ۔ اس کے سیاہ ریشم جیسے گیسوئے دراز ملائم بال اسکے رخ تاباں پر پڑے ہوئے تھے ۔ ان زلفوں سے حسن کی شعاعیں چھن چھن کر اس طرح سے نکل رہی تھیں جس طرح شب چہاردہم میں ہلکا ابر آ جانے سے چاند کی شعاعیں نکلا کرتی ہیں ۔

میخائیل اس حسن کی دیوی کو دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ جب اسکی حیرت دور ہوئی تو اس نے اسکے تن نازک کو ٹٹولا ۔ وہ اٹھ کر خیمہ سے باہر گیا اور لکڑی کے ایک آبخورہ میں پانی لیکر آیا ۔ اس نے اسکے منور چہرے سے سیہ گیسوؤں کا جال ہٹایا ۔ اس کا چہرہ زلف شبگوں کے ہٹنے سے بالکل ایسا چمکنے لگا ۔ جیسا چاند بادل کے ہٹ جانے سے چمکنے لگتا ہے ۔

میخائیل نے پانی کے چند چھینٹے اس بت طناز کے چہرے پر دیئے لبنیٰ کو ہوش آ چلا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی ہوشربا آنکھیں کھول دیں ۔ اس نے اپنے گرد و پیش نظر کی ، اس کے نازک لبوں سے خفیف سی آواز کراہنے کے طور پر نکلی ۔

میخائیل جو اس پر جھکا ہوا تھا پیچھے ہٹ گیا ۔ لبنیٰ نے چند گہرے گہرے سانس لئے

ان سانسوں کی آمد و رفت سے اس کا گداز سینہ جب ابھرتا اور دبتا تھا۔ تو دیکھنے والے کیلئے ایک جان ستاں منظر پیش کرتا تھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حور وش لبنیٰ کو بالکل ہوش آ گیا۔ اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھ کا سہارا لیکر اٹھنا چاہا لیکن وہ ستم روزگار تھی۔ اور اس کو وفور غم و آلام نے نازک تر بنا دیا تھا۔

وہ اٹھ نہ سکی تو میخائیل نے اس سے کہا۔

"اے پیکر حسن و ناز ابھی تھوڑی دیر اور اٹھنے کی کوشش نہ کرو!!"

لبنیٰ ابھی ہوش میں آئی تھی۔ اگرچہ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں لیکن ابھی اس نے یہ نہ سمجھا تھا کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے۔ اس کے گرد و پیش کون بیٹھا یا کھڑا ہے؟

اب جبکہ میخائیل نے اسے تھوڑی دیر اور کوشش نہ کرنے کی تلقین کی تو اس نے اپنی حالت کو محسوس کیا۔

ایک غیر مرد اور وہ بھی غیر مذہب والے کو اپنے قریب بیٹھا ہوا دیکھ کر دوشیزہ کی حیا نے اسے ٹھوکر دے دے کر اٹھ بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔

وہ اپنے ہاتھ کا سہارا لیکر اٹھی۔ اس نے اپنے چاند سے زیادہ روشن چہرے پر جھک آنے والی زلف شبگوں کو اپنے نازک ہاتھ سے ہٹا کر پیچھے ڈالا اور اپنے نازک سر پر دوپٹہ کا آنچل کھینچتے ہوئے اٹھنے کا قصد کیا لیکن وہ اسقدر نڈھال اور کمزور ہو چکی تھی کہ اٹھتے وقت اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔

میخائیل نے پھر کہا "اے حسن و جمال کی دیوی! تم کمزور ہو۔ ابھی کھڑے ہونے کی کوشش نہ کرو۔" نازنین بیکس لڑکی اپنی کمزوری کو محسوس کر رہی تھی لیکن اس کی رگوں میں عربی خون دوڑ رہا تھا۔ اسے گوارہ نہ ہوا کہ وہ کمزوری کیوجہ سے بیٹھی رہے وہ بسم اللہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

کھڑے ہونے پر اسکے پاؤں ڈگمگانے لگے میخائیل اسے سہارا دینے کے لئے بڑھا اس نے اس کے گداز بازوؤں کو پکڑ لیا۔

لبنیٰ اس کی گرفت سے نکلنے کیلئے اسطرح سے پیچھے ہٹی جیسے کہ اسکے بازوؤں

پر سانپ لپٹ گئے ہوں۔"

وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر خیمہ کی چوب کے سہارے سے جا لگی۔ اب باہر شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں۔ نقارے زور زور سے پیٹے جانے لگے۔ بولس نے کہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ لشکر روانگی کیلئے تیار ہو گیا ہے۔ اب ہم سب کو اس خیمہ سے باہر چلے جانا چاہیئے۔ یہاں میرونہ، عرب دوشیزہ ارسوس اور میخائیل کو رہنے دو۔"

لشکر روانہ ہونے کے بعد ارسوس اپنے آدمیوں کی نگرانی میں ان لڑکیوں کو لیکر قلعہ دہشوار کی جانب روانہ ہو جائیں۔

یہ کہتے ہی بولس اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے ساتھ ہی سب لوگ اٹھے۔ یہ سب مع میرونہ کے خیمے سے باہر چلے گئے۔ اور خیمہ میں صرف لبنیٰ ہی رہ گئی، تنہائی ہونے سے وہ گذشتہ واقعات پر غور کرنے لگی۔

خیمے سے باہر نکلتے ہی بولس اور اسکے ساتھ والوں نے دیکھا کہ تمام لشکر روانہ ہونے پر تیار ہے خیمے جھولداریاں اور سائبان وغیرہ باربرداری میں لاد کر روانہ کر دیئے ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جو میدان خیموں کا شہر معلوم ہوتا تھا اب ویران نظر آنے لگا۔ تھا پیادے سب آگے سواروں کے پیچھے دور تک میلوں تک پھیلے ہوئے کھڑے تھے۔

عیسائیوں کے سیکڑوں علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔ نقارے نہایت زور شور سے بجائے جا رہے تھے۔ بولس اور اسکے ہمراہیوں کیلئے زین کسے گھوڑے کھڑے تھے۔

بولس فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسکے بعد پادری اور معزز عیسائی سوار ہو گئے۔ بولس نے ارسوس سے کہا۔

دیکھو نہایت ہوشیاری اور حفاظت سے ان دونوں لڑکیوں کو لیکر قلعہ دہشوار میں چلے جانا مسلمانوں سے بچے رہنا، وہ اکثر اچانک اسوقت آجاتے ہیں جبکہ ان کے آنیکا وہم و گمان تک نہیں ہوتا۔

ارسوس مسکرایا۔ اس نے کہا۔ آپ مطمئن رہیں مسلمان مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

بولس مع پادریوں اور معزز عیسائیوں کے چلا گیا۔ وہ اپنے لشکر میں پہنچا۔ اس نے

لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔

ٹڈی دل لشکر روانہ ہونا شروع ہوا۔ لاکھوں کی تعداد میں لشکر تھا۔ میلوں لمبے اور چوڑے میدان میں پھیلا ہوا تھا۔ پیادے کی پہلی صف قومی نعروں کو بلند کرتے ہوئے روانہ ہوئی۔

اس کے بعد دوسری پھر تیسری۔ غرضیکہ اسی طرح سے تمام صفوں نے حرکت شروع کی۔ سب سے آخری صف تقریباً ایک گھنٹہ میں روانہ ہوئی۔ اس وقت آفتاب بہت زیادہ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی۔ عیسائی سپاہی اور سواروں کی زرق برق وردیاں ان کے صیقل کئے ہوئے ہتھیار۔ افسروں کی رنگین پوشاکیں۔ بادشاہوں کی سنہری کلغیاں اور زیورات دھوپ میں چمک رہے تھے۔

یہ لشکر نہایت شان اور دبدبہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے بلند ہونے والے غبار نے اس لشکر کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ جب عظیم الشان لشکر میرونہ اور میخائیل کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تو ارسوس نے میرونہ سے کہا۔

مہ جبین شہزادی! میں اور میخائیل تیار ہو کر آتے ہیں اتنے میں تم بھی تیار ہو جاؤ۔

میرونہ نے کہا۔ میں تیار ہوں آپ تیار ہو کر آ جائیے۔

ارسوس اور میخائیل جنوب کی طرف روانہ ہوئے میرونہ کو اس وقت تمام میدان خالی نظر آ رہا تھا۔ صرف مشرق کی طرف وہ غبار اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جو لشکر اپنے پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا تھا۔

لیکن جب میرونہ نے جنوب کی طرف دیکھا تو اسے چند خیمے اور تھوڑا سا لداریاں کھڑی نظر آئیں میرونہ سمجھ گئی کہ یہ مختصر لشکر ارسوس والئی دمشق اور رکھا ہے۔

اب میرونہ واپس لوٹ کر خیمہ کے اندر داخل ہوئی۔ خیمہ میں تہا لجنی تھی وہ اب تک چوب کے سہارے لگی ہوئی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ اسکی مست سیاہ اور نشیلی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ جو اسکے منور عارض پر اسطرح بہ کر بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نور کی لہریں حسن کے میدان میں بہہ رہی ہوں۔

میرونہ اسکے قریب پہنچی اس نے حور وش کو روتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک منٹ تو اسے دیکھتی رہی۔ خیال ہوتا تھا کہ میرونہ کا پتھر جیسا دل لبنیٰ کے رونے سے پسیج جائے گا۔ مگر اس سنگدل نے نہ اسے تسلی دی اور نہ اس سے اظہار ہمدردی کیا۔

وہ آگے بڑھی۔ لبنیٰ نے اسے روکنا چاہا۔ بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ میرونہ!... ستم زدہ لڑکی کا گلا بھر آیا۔ وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ میرونہ رک گئی۔

میرونہ نے دریافت کیا۔ کیا کہتی ہو؟"

لبنیٰ دامن سے آنسو پونچھتی ہوئی اس نے کہا۔ کیا ریاض قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جائے گا؟

سنگدل میرونہ نے اس بات کا خیال کئے ہوئے کہ اس کا جواب شکستہ دل لڑکی کے دل کے ٹکڑے کر دے گا۔ جواب دیا۔ یقیناً۔

لبنیٰ سہم گئی۔ وفور رنج و قلق سے اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اسکا چہرہ بالکل سفید ہو گیا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے غم و افسوس کا اظہار ہونے لگا۔ اسکے لب کانپنے لگے اس نے رنج و غم ضبط کرنے کیلئے اپنے نازک عنابی لبوں کو اپنے موتی جیسے چھوٹے اور سفید دانتوں سے دبا لیا۔ میرونہ اسکی یہ کیفیت نہایت غور اور دلی مسرت سے دیکھتی رہی گویا وہ لبنیٰ کو جس قدر غم آلود دیکھتی اسی قدر مسرور ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد لبنیٰ نے پھر کہا۔ میرونہ ستم زدوں پر احسان کرو۔ ریاض کو بچا لو!

میرونہ نے ایسی نظروں سے جن سے حسد اور غصے کی مخلوط جھلک پائی جاتی تھی لبنیٰ کو دیکھ کر کہا۔ گویا اسلئے ریاض کو بچا لوں کہ وہ تم پر فریفتہ ہے۔

لبنیٰ نے شرمیلی مگر غمزدہ نظروں سے جفا پرور میرونہ کو دیکھ کر کہا نہیں بلکہ اس لئے کہ تم اس پر فریفتہ ہو۔

میرونہ نے بیساختگی کے ساتھ کہا بیشک اس پر فریفتہ تھی۔ مگر اب نہیں۔

"لبنیٰ۔ کیوں؟"

میرونہ۔ اس لئے کہ وہ تم پر شیفتہ ہے تمہارا فدائی ہے۔ تمام دنیا کی لڑکیوں سے تم کو زیادہ حسین سمجھتا ہے۔

لبنیٰ: اگر تم چاہو تو اسے بچا سکتی ہو۔
میرونہ: ہاں۔ بچا سکتی ہوں۔ بولص کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ میں اس سے کہوں اور وہ ریاض کو معاف نہ کر دے۔"
لبنیٰ نے عاجزانہ انداز سے کہا: "خدا کیلئے اسے بچا لو۔"
میرونہ نے ترش روئی سے جواب دیا: "میں کبھی اسے نہ بچاؤنگی! بیوقوف لڑکی سن! مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ لیکن جس قدر محبت ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ اب نفرت ہو گئی ہے۔
لبنیٰ کے آنسو برابر جاری تھے۔ غمزدہ لڑکی رو رہی تھی۔ بڑھتے ہوئے غم کی وجہ سے سسکیاں بھر رہی تھی۔ غم کرتے کرتے اور روتے روتے اسکی حالت خراب ہو گئی تھی کہ سنگدل سے سنگدل کو بھی اس پر رحم آ جاتا لیکن رحم نہ آیا۔ تو میرونہ کو۔
لبنیٰ نے انتہائی عاجزی سے کہا۔ میرونہ! اس قدر سنگدل نہ ہو مجھ پر نہیں تو اس پر رحم کرو۔ جس کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔
میرونہ نے خفگی کے لہجہ میں کہا بیوقوف نہ ہو تم عیسائی لڑکیوں سے واقف نہیں ہو۔ جب ہمیں کسی سے نفرت ہو جاتی ہے تو ہم اس کے لئے نہایت خطرناک ہو جاتی ہیں۔
لبنیٰ اس کے سامنے دو زانو کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنے نازک ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا شہزادی صاحبہ غصہ تھوک دو۔ ایک عرب لڑکی پر احسان کرو۔
سنگدل میرونہ نے غصہ بھری نظروں سے سہم زدہ لبنیٰ کو دیکھا اس نے اس کا ہاتھ جھٹک کر غصہ سے زمین پر تھوک کر مارتے ہوئے کہا۔ کم بخت لڑکی دور ہو جاؤ میں ریاض کو اپنے سامنے بھینٹ چڑھتا ہوا دیکھوں گی
لبنیٰ نے اس کے غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسکے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا۔ آہ رحم کرو! رحم!! میرونہ نے اسے غیظ بھری نظروں سے دیکھا پھر دھیمی ہوئی اور اس نے کسی قدر نرم لہجہ میں کہا۔ اچھا اے عربی لڑکی اٹھ
لبنیٰ کی جان میں جان آئی۔ جس طرح سے ایک ڈوبنے والے انسان کو کوئی ساحل

پر کھڑا ہو کر کہہ دے کہ سنبھل میں آ رہا ہوں۔ خواہ وہ اس تک پہنچ ہی نہ سکے۔ لیکن ڈوبنے والے کو قدرے سہارا مل جاتا ہے۔ اسی طرح سے لبنیٰ کو سہارا ملا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس نے اپنے ریشمیں آنچل سے آنسو پونچھے۔ میرونہ نے کہا۔ کیا تو چاہتی ہے۔ کہ میں ریاض کو بچا لوں

لبنیٰ نے عاجزی سے کہا۔ ہاں میری یہی تمنا ہے!"

میرونہ۔ اس کی صرف ایک ہی تدبیر ہے۔

لبنیٰ۔ کیا؟

میرونہ۔ اول تو اقرار کرو کہ تم اس سے کوئی سروکار نہ رکھو گی۔ اور ہمیشہ کے لئے اس سے دستبردار ہو جاؤ گی۔

یہ سنکر لبنیٰ کے کلیجہ پر ایک گھونسہ لگا لیکن فوراً ہی اس نے سوچا کہ ریاض کی زندگی کیلئے وہ خود مصائب اٹھائے گی۔ اس نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا۔ مجھے منظور ہے۔

میرونہ۔ دوسرے تمہیں عیسائی مذہب اختیار کرنا ہو گا۔

لبنیٰ کی امید ٹوٹ گئی۔ اور اس کے چہرے پر جو خفیف سی مسرت کی جھلک نمودار ہوئی تھی۔ وہ غائب ہو گئی۔ وہ تصویر مجسمہ غم بن گئی۔ اس نے غمگین ہو کر اپنا نازک سر جھکا لیا

میرونہ نے دریافت کیا۔ بولو۔ یہ بھی منظور ہے۔

لبنیٰ نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا۔ اس نے کہا یہ منظور نہیں ہے۔

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ تب تو ریاض کو نہیں بچایا جا سکتا۔

لبنیٰ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا۔ اس نے خیمہ کی چھت کی طرف دیکھا۔ گویا وہ سب طرف سے مایوس ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جو انتہائی غم اور انتہائی بیکسی میں کام آتا ہے۔ وہ خدا ہے۔ اس نے نیلی چھت والے کی طرف دیکھا۔ کاش وہ اس سنگدل پیکر جفا لڑکی کی خوشامد کرنے کی بجائے پہلے ہی اس مہربان بیکسوں کا حامی ہمدرد و کو یاد کرے۔ اور سب کی بگڑی کا کھیون ہار ہے۔ لیکن جب تک انسان یہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص کے ذریعہ سے کام ہو سکتا ہے اس وقت تک اپنی کوشش دوسروں کی بیجا خوشامد میں صرف کرتا ہے۔ جب وہ ہر طرف سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس آخری سہارے

کی طرف دیکھتا اس سے التجا کرتا اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کا یہی دستور ہے۔ خدا کی طرف دیکھتے ہی لبنیٰ کو ڈھارس سی ہوگئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی غیبی طاقت اس کی اور ریاض کی امداد کرے گی۔ اس نے آنسو پونچھ ڈالے۔ تھوڑی دیر کے بعد میخائیل اور ارسوس خیمہ میں داخل ہوئے۔ ارسوس پیکرِ حسن لبنیٰ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ لبنیٰ نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ ارسوس نے قریب آ کر کہا۔ میرا ارادہ آج ہی روانہ ہونے کا نہیں ہے۔ میں دو چار روز اور یہاں ٹھہروں گا۔ لبنیٰ کو نہیں لیکن میرونہ کو یہ سن کر حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا۔ آپ کیوں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ ارسوس نے کہا۔ میری مرضی! میرونہ حسرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"قارئین! اگر آپ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کا نام اور اس تاریخ کا عمل ... و عشق کی داستان ... یہ داستان کے پڑھنا چاہتے ہیں تو اسی ناول کا دوسرا حصہ "بہادر دلہن" ملاحظہ فرمائیں۔"

بہادر دولہن

(عرب کا چاند دوسرا حصہ)

مصنفہ:

مورخ اسلام مولانا صادق حسین صدیقی سردھنوی

جس میں

اسلامی سرفروشوں کے جنگی کارنامے پیش کرتے ہوئے
بیس ہزار مسلمانوں سے تیس لاکھ عیسائیوں کی جنگ
مسلم خواتین کے بے نظیر واقعات شجاعت دکھائے گئے ہیں

قیمت اس حصہ کی
دو روپیہ آٹھ آنے

صادق صدیقی اکیڈمی بمبئی ۳ — مطبوعہ: خواجہ پریس دہلی ۶

پہلا باب

چاہ کندہ را چاہ درپیش

عیسائی لشکر نہایت شان وشکوہ سے کوچ کررہا تھا۔ وہ جس طرف سے ہوکر گزرتا تھا۔ اس طرف کی زراعت کو پامال و روند ڈالتا تھا۔ اور کھیت ایسے چٹیل میدان ہو جاتے تھے۔ گویا ان میں کاشت ہی نہیں کی گئی تھی۔

لشکر گزر جانے کے بعد جب غریب کاشتکار اپنے ویران کھیت کو دیکھتے تو بیچارے سر پکڑ کر رہ جاتے تھے۔ وہ بد دعا دیتے تھے کہ اسے خداوند عالم اس لشکر کو پھر اس طرف نہ لائیو۔

ایک شب اس لشکر نے دمشق کے قریب قیام کیا۔ اور دوسرے دن آفتاب طلوع ہوتے ہی پھر روانہ ہوا۔ شام کے وقت وہ اس میدان میں پہنچا۔ جس جگہ مسلمان فروکش تھے اور پچھ عیسائی لشکر پہلے جا کر خیمہ زن ہو گیا تھا۔ مسیحی لشکر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ آرہا تھا۔ چند ایک سربرآوردہ مسلمان اپنے لشکر کے قریب ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر عیسائی لشکر کی آمد کا تماشا دیکھنے لگے۔

اس وقت آفتاب تین چوتھائی منزل طے کر چکا تھا۔ دھوپ کی سفید رنگت زردی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وقت نہایت خوشگوار ہو گیا تھا۔

اگرچہ مسلمانوں کا لشکر عیسائی لشکر سے کئی میل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا لیکن مسیحی لشکر دور سے اکھٹا طبل جنگ بجاتا۔ نر سنگے پھونکتا ہوا اس دھوم سے آرہا تھا کہ زمین ہل رہی تھی۔ سنائی دے رہی تھی مسلمانوں کے انکے افروں اور طبل جنگ وغیرہ کی آوازیں آرہی تھیں جو مسلمان ٹیلے پر چڑھے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت خالدؓ۔ عمروؓ۔ ضرارؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ

عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور چند سربرآوردہ عرب تھے۔

ان لوگوں نے دیکھا کہ حد نگاہ تک شمالاً جنوباً عیسائی لشکر پھیلا ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے افق مغرب میں مسیحی لشکر پیدا ہو کر آ رہا ہے۔ یہ لشکر آ کر وسیع میدان میں خیمہ زن ہو رہا تھا۔ دن چھپنے تک برابر لشکر کی آمد جاری رہی۔

جب آفتاب غروب ہو گیا اور مسیحی لشکر آتا ہی گیا تب مسلمان ٹیلہ سے نیچے اتر آئے انھوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ عیسائی لشکر آفتاب غروب ہونے کے تین گھنٹے بعد تک آتا رہا۔ اگرچہ قمری مہینے کی وسطی تاریخیں تھیں۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے نکل آیا تھا۔

چاندنی نے ہر طرف کھیت کر لیا تھا۔ مگر لشکر کی آمد کی وجہ سے گرد و غبار اسقدر اڑ رہا تھا کہ فضا پر گرد کی ایسی تہہ جم گئی تھی جس نے چاندنی کو زمین پر آنے سے روک دیا تھی۔

جب سارا لشکر آ گیا تو اس نے وسیع میدان کو ہر طرف سے ڈھک لیا تھا۔ خیمے جلد جلد نصب کر دیئے گئے چھولداریاں اور سائبان گاڑ دیئے گئے۔ دم کے دم میں میدان خیموں کا شہر نظر آنے لگا۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کے لشکر سے چھ میل پیچھے ہٹ کر اپنا کیمپ ڈالا تھا۔ مسلمانوں اور مسیحیوں میں صرف چھ میل کا فاصلہ تھا۔ یوں تو یہ میدان ہر طرف سے کھلا تھا لیکن جگہ جگہ ایک ایک دو دو فرلانگ کے فاصلے پر چھوٹے بڑے ہزاروں ٹیلے تھے۔ میدان میں اکثر جگہ اور بعض بعض ٹیلوں پر درخت یا درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے۔

مسیحی لشکر نے شب بھر آرام کیا۔ دوسرے دن بھی مسیحی میدان کارزار میں نہ نکلے۔ گویا وہ دو دن متواتر سفر کرنے سے اسقدر تھک گئے تھے کہ دو چار دن آرام کئے بغیر تکان سفر دور نہ ہو سکتی تھی۔ تیسرے دن بولس گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور چند والیان ملک کی معیت میں اپنے لشکر سے نکل کر اسلامی لشکر کی طرف چلا!!

اس نے میدان کو دیکھا۔ تمام میدان سبزہ زار تھا وہ دو میل چل کر ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ یہاں سے اس نے اسلامی لشکر کو دیکھا۔ اگرچہ اسلامی لشکر پھیل کر پڑا ہوا تھا لیکن اس کی تعداد ہی کیا تھی۔ صرف بیس ہزار نفوس۔ عیسائی لشکر کے مقابلہ میں اس کی

کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

بولص نے اس مختصر لشکر کو نظر حقارت سے دیکھا۔ اس نے کہا واہ واہ صرف اس قدر لشکر پر مسلمانوں کو ناز ہے؟

علیف لوبہ کے بادشاہ نے کہا۔ اسی مختصر لشکر نے دنیا کو زیرو زبر کر دیا ہے۔ ملک شام انھوں نے فتح کر لیا ہے۔ ہرقل اعظم کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایران پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ کیانی سلطنت کی بیخ بیک اکھاڑ دی ہیں نے یہ کہیں نہیں سنا کہ اسلامی لشکر کی تعداد کسی معرکہ میں ایک لاکھ تو کیا پچاس ہزار بھی نہیں ہوئی حالاں کہ مسیحی اور مجوس بڑی بڑی جمعیت سے حملہ آور ہوئے۔

معرکہ قادسیہ میں مسلمان صرف تیس ہزار تھے اور ایرانی کئی لاکھ۔ یرموک میں مسلمان صرف ستر ہزار تھے اور مسیحی دس لاکھ۔ انطاکیہ میں مسلمان ستائیس ہزار تھے اور مسیحی گیارہ لاکھ۔ لیکن ہمیشہ مسلمان ہی فتحیاب ہو گئے۔

بولص نے چیں بچیں ہو کر کہا۔ واہیات ہے مسلمان انسان ہیں یا جن ہیں چونکہ آج مسلمانوں میں جوش ہے اسلئے کہ ایک مسیحی شاید ایک مسلمان کا مقابلہ نہ کر سکے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ دو مسیحی ایک مسلمان کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں۔ تم دیکھو گے کہ میں کس قدر جلد ان مسلمانوں کو نیست و نابود کرتا ہوں۔

قیطارس نے کہا۔ حضرت مسیح ایسا ہی کریں۔

اب لوگ ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ اور اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے راستہ میں مکسوح بجادت کے بادشاہ نے کہا۔ اس اسلامی لشکر کا یہ سالار خالدؓ بن ولید ہے سنا ہے کہ وہ بڑا بہادر ہے۔ اور اس نے بڑے بڑے معرکے فتح کئے ہیں مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے اگر کسی طرح قابو میں آجائے تو شاید مسلمان شکست کھا کر بھاگ جائیں۔

بولص نے کہا۔ اس کا قابو میں آنا کونسی بڑی بات ہے میں نے ایک تجویز اسے قید کرنے یا مار ڈالنے کی سوچ لی ہے۔

مکسوح نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا کیا؟

بولص۔ کل میں صبح سویرے چند ٹیلوں کے گرد کچھ دلیر عیسائیوں کو چھپا دوں گا۔ اور قاصد بھیجکر حضرت خالدؓ کو طلب کروں گا۔ جب وہ آجائے تو اچانک اس پر حملہ کر دونگا مجھے حملہ آور ہوتے دیکھ کر میرے جانباز سپاہی میری امداد کیلئے دوڑ آئیں گے۔ اسوقت میں یا تو اسے گرفتار کر لوں گا یا قتل کر ڈالوں گا۔

مکسورح نے خوش ہوکر کہا۔ نہایت معقول تجویز ہے!

علیف نے فرط مسرت سے قہقہہ لگا کر کہا۔ نہایت عمدہ تجویز ہے۔ اس طرح ہم خالدؓ کو جو مسلمانوں کا شجاع ترین فرد ہے ضرور گرفتار کر لیں گے۔

مکسورح۔ میں سمجھتا تھا کہ چھوٹے آدمی تجاویز سوچ کر بڑے آدمیوں کو بتاتے ہیں بڑے ان پر عمل کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں چھوٹے آدمیوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر آج معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا۔ تجاویز بھی بڑے آدمی ہی سوچتے ہیں اور عمل بھی بڑے آدمی ہی کرتے ہیں اس لئے نام بھی ان کا ہی ہوتا ہے۔

علیف۔ ہمارے بادشاہ بولص نہایت ذہین بڑے تیز فہم اور کمال دوراندیش ہیں جو بات سوچتے ہیں لاجواب اور اچھی ہوتی ہے میں تو ان کی ہر بات کو آسمانی وحی کیطرح سمجھتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔

بولص اپنی تعریف سن سن کر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ گویا اس نے اپنے خیال میں اپنی تجویز پر عملدرآمد بھی کر لیا تھا۔ خالدؓ سپہ سالار عساکر اسلامیہ کو گرفتار بھی کر لیا تھا۔

اس نے کہا۔ بات تو وہی سوچنی چاہیئے جو کبھی پٹ ہی نہ پڑے۔

مکسورح۔ بیشک آپ کی کبھی تجویز بیکار نہ گئی۔

پطرس بولص کا چھوٹا بھائی تھا۔ جو کہ انکے ہمراہ تھا علیف نے اس سے کہا۔ آپ خاموش ہیں آپ نے اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا۔

پطرس نے متانت بھرے لہجہ میں کہا۔ اور میری رائے کیا۔

علیف۔ واہ واہ آپ کی رائے کیوں کچھ نہیں۔ آپ بادشاہ بولص کے بھائی ہیں ذی فہم اور مدبر ہیں آپ بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیے۔

پطرس نے کہا میں اس تجویز کی موافقت نہیں کر سکتا۔

بولس نے حیرت انگیز نظروں سے اس کو دیکھ کر کہا ہائیں تم اس مفید تجویز کی موافقت نہیں کرتے؟ کس وجہ سے۔

پطرس۔ جناب عالی عرب نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ہیں وہ ہر معاملہ کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مبادا یہ تجویز برعکس نہ پڑے۔

بولس۔ گویا تم یہ سمجھتے ہو کہ عرب میری اس کارروائی کو بھانپ لیں گے۔

پطرس۔ جی ہاں۔

بولس۔ تم مطمئن رہو میں ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ ان کو ذرا بھی شک و شبہ نہ ہوگا۔

پطرس۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے۔

بولس۔ بالکل اندیشہ نہ کرو میں پورے دو سو آدمی ٹیلوں کی آڑ میں چھپا اور تمام لشکر کو پہلے ہی مسلح کر دوں گا اول تو وہ دو سو آدمی ہی کافی ہوں گے اور اگر کسی وجہ سے میں سمجھوں گا کہ کامیابی کی امید نہیں۔ تو لشکر کو اشارہ کر دوں گا۔ سب یکدم حملہ کر کے خالدؓ کو جا دبوچیں گے۔

پطرس۔ خدا ایسا ہی کرے۔

بولس۔ ایسا ہی ہوگا تم اطمینان رکھو۔

اب یہ لوگ لشکر کے قریب پہنچ گئے تھے بولس نے کہا۔

دیکھو ہمارے لشکر میں عربوں کے سراغرساں موجود ہیں اس امر کی احتیاط رکھو کہ کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے ہمارا راز طشت از بام ہو جائے۔

جو تجویز آج سوچی گئی ہے اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا اور صبح ہی لشکر کو مسلح کر کے میدان میں لے آنا۔

مکسورح نے کہا۔ بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔

لشکر میں پہنچ کر یہ تمام الگ الگ ہو گئے۔ ان کا لشکر بھی علیحدہ علیحدہ خیمہ زن تھا سب اپنے اپنے خیموں پر چلے گئے۔ رات سب نے آرام سے گذار دی۔

صبح ہوتے ہی بولص نے دو سو آدمیوں کو منتخب کر کے ٹیلوں کے پیچھے چھپنے کیلئے بھیج دیا۔ جب وہ لوگ صبح کے جھٹپٹے وقت میں ٹیلوں کے پیچھے جا چھپے تو بولص نے طبل جنگ بجوایا۔

تمام عیسائی لشکر میں ہلچل شروع ہو گئی جس طرح ساکن سمندر میں طوفان کے وقت لہریں اٹھ کر سمندر میں تلاطم کر دیتی ہیں اسی طرح عیسائی کیمپ میں بہادروں اور سواروں کی آمد و رفت سے طوفان سا آگیا۔

دیر تک دستوں پر دستے میدان کارزار کو روانہ ہوتے رہے جب آخری دستہ بھی روانہ ہو گیا۔ تو بولص قلب لشکر میں جا کھڑا ہوا۔ اس کے چاروں طرف اسکے حاجب اور دوسرے ممالک کے بادشاہ تھے۔

اس نے مکسوح سے کہا۔

میں اب اپنی تجویز پر عمل کرنے کیلئے جاتا ہوں۔ تم میدان کارزار کی طرف دیکھتے رہنا جب میں اشارہ کروں فوراً لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیدینا اور بہت جلد میرے پاس پہنچ جانا۔

مکسوح نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

اب بولص بیس آدمی کو اپنے ہمراہ لے کر چلا۔ چونکہ لشکر دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تمام کا تمام مسلح تھا۔ اس لئے وہ اسقدر ٹڈی دل لشکر کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوا۔

اس نے بے حد غرور کے لہجہ میں آہستہ سے کہا۔ اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کیا ہستی ہے۔ یقیناً وہ تمام کے تمام پیس ڈالے جائیں گے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا لشکر سے نکلا۔ اس وقت آفتاب کسی قدر اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان پر پھیلنے لگی تھی۔ اس نے افق شمال میں اسلامی لشکر کو بہت دور سے دیکھا انکے خود زرہ بکتر اور ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے مگر وہ اسقدر دور تھے کہ انکی صورتیں نظر نہ آتی تھیں۔ بولص نے گھوڑے کو تیز کر دیا۔ اس کا ایک مصاحب ساتھ ہی تھا۔

جب وہ ایک میل سے زیادہ دور نکل گیا تو اس نے اپنے آدمیوں کو ٹیلوں کی آڑ میں چھپے ہوئے دیکھا۔

وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے ان سے کہا۔ دیکھو جس وقت میں یا میرا مصاحب

تم کو اشارہ کریں تو فوراً دوڑ سے چلے آنا۔ اور جو مسلمان بھی ہمارے پاس ہو اسے مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا۔

ان آدمیوں پر ایک افسر تھا۔ اس افسر نے کہا۔

عالی جاہ ایسا ہی ہوگا۔

اب بولص ایک فرلانگ اور آگے بڑھا۔ مگر اسلامی لشکر اب بھی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر تھا۔ لیکن چونکہ وہ بالکل سامنے تھا۔ کوئی اور چیز انکے درمیان میں حائل نہ تھی۔ اسلیئے وہ صاف نظر آنے لگا تھا۔

بولص یہاں آکر رک گیا۔ اور اس نے اپنے مصاحب سے کہا تم اسلامی لشکر کے قریب جاؤ۔ اور ان سے کہو کہ تمہارے سردار کو ہمارا بادشاہ کچھ گفتگو کرنے کے لئے بلاتا ہے۔

مصاحب نے بہت بہتر کہا۔ اور گھوڑے کو سر پٹ چھوڑ دیا۔ وہ بہت جلد اسلامی لشکر کے قریب پہنچ گیا۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کے طبل جنگ کی آواز سن لی تھی۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ آج مسیحی لڑنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی صف بستہ ہو گئے۔ انھوں نے دور سے ہی دو عیسائیوں کو آتے ہوئے دیکھا۔

ایک عیسائی رک گیا تھا۔ دوسرا اسلامی لشکر کے قریب آگیا تھا۔ رکنے والا عیسائی بولص تھا۔ اور آنے والا اس کا مصاحب تھا۔

مصاحب مسلمانوں کو اپنے سے اس قدر قریب دیکھ کر کانپ گیا۔ عام مسلمانوں کے لمبی لمبی داڑھیاں تھیں۔

وہ زرہ بکتر کے اوپر ڈھیلے ڈھالے ڈھیلی آستینوں والے قبا پہنے تھے۔ بڑے بڑے گھیردار پائجامے تھے۔ سروں پر خود۔ خودوں پر عمامے اور عماموں پر ایک رومال باندھ کر دونوں طرف کانوں کے پاس رومال کے گوشے لٹکا رکھے تھے۔

یہ ان کا قومی لباس تھا۔ ان کے اس لباس کا غیر مسلموں کے اوپر بڑا رعب پڑتا تھا۔

چنانچہ عربوں کی یہ ہیئت کذائی دیکھ کر مصاحب بھی مرعوب ہو گیا۔

تھوڑی دیر وہ سکتہ کے عالم میں کھڑا رہا۔ جب ذرا اس کے حواس بجا ہوئے تو اس نے کہا۔ مسلمانو! میں سفیر ہوں۔ مجھے میرے بادشاہ نے بھیجا ہے۔ وہ تمہارے سردار سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

خالدؓ۔ ضرارؓ۔ عمروؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ مقدادؓ اور کئی اور سردار ایک جا جمع کھڑے تھے انہوں نے مصاحب کی آواز سنی!

حضرت خالدؓ نے کہا۔ عیسائیوں کا بادشاہ مجھے بلاتا ہے چل کے دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔

ضرارؓ نے کہا آپ اس لشکر کے سالار اعظم ہیں آپ کا جانا مناسب نہیں ہم میں سے کسی کو روانہ کر دیجئے۔

مقدادؓ نے کہا۔ کوئی صاحب اس سفارت پر نہ جائیں میں جاؤں گا دیکھوں سگ نصرانی کیا کہتا ہے۔

خالدؓ نے کہا۔ لیکن مجھے بلا رہا ہے مجھے ہی جانا چاہئے۔

عمروؓ بن العاص فاتح مصرؓ نے کہا۔ آپکا جانا کسی طرح مناسب نہیں مقدادؓ ہی کو روانہ کر دیجئے۔

خالدؓ نے کہا۔ اچھا مقدادؓ تم جاؤ سنو وہ کیا کہتا ہے اسے نرمی سے دعوت اسلام دینا۔ ممکن ہے کہ خدا اسے مسلمان کر دے۔

مقدادؓ نے کہا میں انتہائی نرمی سے گفتگو کروں گا آپ اطمینان رکھئے۔

مقدادؓ نے گھوڑا بڑھایا۔ وہ لشکر سے نکل کر بولص کے مصاحب کے قریب پہنچے مصاحب نے ان سے دریافت کیا۔

کیا تم اسلامی لشکر کے سردار ہو؟

مقدادؓ نے جواب دیا۔ ایک دستہ کا میں بھی سردار ہوں۔

مصاحب۔ لیکن ہمارے بادشاہ نے تمہارے سپہ سالار کو طلب کیا ہے۔

مقدادؓ۔ تمہارا بادشاہ جو کچھ دریافت کرے گا میں جواب دوں گا۔

چونکہ مصاحب کو بولص کی تجویز کی کچھ خبر نہ تھی اس لئے اس نے کہا اچھا آپ ہی تشریف

سے چلے۔

مقدادؓ دور معاً تب گھوڑوں کو دیڑاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ تمام مسلمانوں نے میدان کارزار کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

مقدادؓ بہت جلد بولص کے پاس پہنچ گئے۔ بولص نے انہیں دیکھتے ہی دریافت کیا۔ تم ہی اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہو؟

مقدادؓ نے جواب دیا۔ میں سپہ سالار نہیں ہوں۔ مجھے مسلمانوں نے آپ سے گفتگو کرنے کیلئے بھیجا ہے۔

بولص۔ لیکن میں نے سپہ سالار کو بلایا تھا۔

مقدادؓ۔ آپ کو جو سوال کرنا ہے مجھ سے کیجئے۔ انشاء اللہ العزیز میں معقول جواب دونگا۔

بولص۔ میں بجز تمہارے سپہ سالار کے اور کسی سے بات کرنا بھی نہیں چاہتا۔ اگر وہ مجھ سے ڈرتا ہے تو میں اپنے ہتھیار رکھے دیتا ہوں۔ اس سے کہو کہ میں غیر مسلح ہو گیا ہوں وہ بیخوف و خطر میرے پاس چلا آئے۔

مقدادؓ اس کی تسلی آمیز گفتگو سن کر ہنسے اور انھوں نے کہا تیری گفتگو سے مکر و فریب کی بو آتی ہے۔ تیری صورت سے عیاری ٹپکتی ہے تو کوئی فریب دینا چاہتا ہے۔ اور ہمارے سردار پر بزدلی کی پھبتی اڑا رہا ہے۔

مگر تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا سردار بزدل نہیں ہے۔ وہ تجھ جیسے شرکیا ایک ہزار آدمیوں کیلئے کافی ہے۔

اگرچہ بولص کو مقدادؓ کی گفتگو ناگوار گذری اور اسکے جی میں آیا کہ وہ مقدادؓ پر حملہ کر دے مگر فوراً اسے خیال آیا کہ اس طرح سے اس کی تجویز رہ جائیگی۔ اور مسلمانوں کے سالار اعظم پر قابو حاصل نہ کر سکے گی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جب تمہارا سردار ایسا بہادر ہے تو اس سے کہو کہ مجھ سے گفتگو کرنے کیلئے بے دھڑک چلا آئے۔

مقدادؓ نے کہا۔ ہمارے لشکر میں دو سردار ہیں ایک سردار مال اور دوسرے سردار فوج

ہیں ہم کسے بلانا چاہتے ہو۔
بولص کو یہ خبر نہ تھی وہ فکر میں پڑ گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا میں اس سردار کو بلانا چاہتا ہوں جس کی بہادری کا عام شہرہ ہے۔ اور جس نے بڑے بڑے دلیروں کو مار ڈالا ہے ملک شام اور ایران کو فتح کر لیا ہے۔ مقداد رضی نے کہا۔ ان کا نام خالد رضی ہے......
بولص نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں خالد کو ہی بلانا چاہتا ہوں۔ مقداد رضی واپس لوٹے۔ وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر اسلامی لشکر کے قریب پہنچے۔
خالد رضی نے انکو واپس آتے ہوئے دیکھ کر عمرو بن العاص سے کہا۔ دیکھو مقداد واپس آ رہے ہیں۔ غالباً وہ دشمن خدا مجھے ہی بلاتا ہے۔
اس عرصہ میں مقداد انکے پاس پہنچ گئے حضرت خالد رضی نے استفسار کیا کہو کیا معاملہ ہے؟
مقداد رضی نے جواب دیا وہ سگ رومی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔
حضرت خالد رضی نے متبسم انداز سے کہا۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اچھا میں ہی اس کے پاس جاؤں گا۔
حضرت ضرار رضی نے کہا آپ ہرگز نہ جائیے وہ آپ کے ساتھ کوئی نہ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے۔
حضرت خالد رضی نے فرمایا اگر وہ فریب کرنا چاہتا ہے تو کرے خود خدا میری مدد کریگا۔
یہ کہتے ہی انھوں نے گھوڑا بڑھایا۔ اور لشکر سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔
جب حضرت خالد رضی روانہ ہو گئے تو حضرت ضرار رضی نے کہا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ رومی حضرت خالد رضی کے ساتھ فریب کرنا چاہتا ہے۔ اس کا فریب اسی کے اوپر الٹنے کے لئے جاتا ہوں۔ کون ہے جو میرے ہمراہ چلے گا؟
فوراً فضل بن عباس رضی۔ علی بن عقیل۔ عبداللہ بن جعفر۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی عبداللہ بن طلحہ۔ عبداللہ بن مقداد اور سلیمان بن الخالد نے کہا ہم سب آپ کے ہمراہ چلیں گے ضرار رضی ننگے بدن صرف ایک تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے انھوں نے گھوڑے کو بڑھایا۔ انکے پیچھے وہ لوگ چلے جنھوں نے انکے ساتھ چلنے کا اقرار کیا تھا

یہ لوگ معہ حضرت خالدؓ کے صرف آٹھ آدمی تھے وہ سب اسلامی لشکر سے کھیت کی ٹیلوں اور درختوں کے جھنڈ کی آڑ لیتے ہوئے اس جگہ کے قریب جہاں بولص کھڑا تھا پہنچ کر ایک بڑے ٹیلے کے پیچھے چھپ گئے۔

اس عرصہ میں حضرت خالدؓ بولص کے پاس پہنچ گئے تھے انھوں نے بولص کو دیکھا۔ وہ بادشاہ تھا۔ زرہ بکتر کے اوپر ریشمیں لباس پہنے تھا جس کے حاشیوں پر سونے کے تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔

کالر اور کفوں پر ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ خالص سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے سر پر سونے کا تاج تھا۔ آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے اس کا لباس اور تاج بہت زیادہ چمک رہے تھے۔

بولص نے حضرت خالدؓ کو دیکھا۔ خالدؓ کس قدر جسیم اور بارعب تھے۔ وہ انہیں دیکھکر قدرے خوفزدہ ہوا۔ اس نے کہا کیا تمہارا ہی نام خالدؓ ہے؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ ہاں میرا ہی نام خالدؓ ہے۔

بولص نے کہا معزز سردار ٹھنڈے دل سے وہ سنو جو میں کہوں۔ ایک وقت تھا کہ جب تم وحشی تھے۔ تمہارے وحشی پن کو دنیا جانتی تھی۔ تم آپس میں لڑتے تھے بیٹیوں کو نہ صرف مار ڈالتے تھے بلکہ انکو زندہ ہی دفن کر دیتے تھے۔ بھوکے مرتے تھے۔ آج تم کس قدر مہذب ہو گئے ہو۔ تم نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں الٹ دی ہیں نعمتیں کھا کھا کر موٹے ہو گئے ہو تم نے ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کو مار ڈالا ہے۔ تمہارے منہ کو خون لگ گیا ہے۔

اب تم ہم پر چڑھ آئے ہو میں تمکو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم خیریت سے اپنے وطن چلے جاؤ۔ ورنہ سب کے سب اس میدان میں کھیت رہو گے۔ بولص خاموش ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ ایک وقت تھا جب ہم ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے کہا ہے ہم بالکل وحشی تھے نا خدا ترس تھے۔ بت پرست تھے۔ ہم نے خدا کو چھوڑ دیا تھا۔ اور خدا نے ہم کو چھوڑ دیا تھا۔ آسمان سے [illegible] اسمانی کی بلا نازل رہتی تھی۔ آپس میں لڑتے تھے۔ دختر کشی کرتے تھے۔ جب خدا [illegible] سمجھ کہ ہم پر رحم آیا تو ہماری ہدایت کیلئے اپنا پیارا نبی حضرت محمد صلعم

بھیجا۔ اس مقدس ہستی نے ہمکو خاک سے پاک کردیا پیتل سے کندن بنادیا ہم اس پر ایمان لائے مسلمان ہو گئے۔ خدائے قدس کو پا لیا۔ اور خدا ہم پر مہربان ہو گیا۔ اور ہم پر سے قحط سالی دور ہو گئی۔ افلاس جاتا رہا۔ نا اتفاقی دور ہو کر اتفاق آگیا بیٹی کو بیٹے سے زیادہ چاہنے لگے ملک پر ملک فتح کر لئے گئے۔ دولت کے ڈھیر لگ گئے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ساری دنیا۔ سارا جہان بلکہ عالم صرف ایک خدا کی پرستش کرے اسے پوجے جو تمام کائنات کا خالق ہے۔ اس کے ہی آگے سر جھکائے جو معبود حقیقی ہے۔

بولس۔ بہتی سے گفتگو نہ کرو میں نے تمکو مصالحت کرنے کیلئے بلایا ہے۔

خالدؓ۔ صلح کرنیوالوں کی گفتگو ایسی نہیں ہوتی جیسی کہ تم کر رہے ہو۔

بولس۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر تم کیا چاہتے ہو۔

خالدؓ۔ وہی جو کچھ کہہ چکا ہوں یعنی صرف ایک خدا کے پرستار بن جاؤ۔ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو حضرت محمد صلعم کی رسالت کو مالو کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔

بولس۔ یہ دشوار ہے۔

خالدؓ۔ بس تو جزیہ دو۔ محکوم بن جاؤ اور ذلت کی زندگی بسر کرو۔ غلامی کا جوا اپنے کندھوں پر رکھو۔

بولس۔ ایک خوددار قوم یہ کسی طرح منظور نہیں کر سکتی۔

خالدؓ۔ اب تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریگی۔ جو کہ صداقت پر ہوگا فتح پا جائیگا۔

بولس۔ کیا تم اس لشکر سے نہیں ڈرتے جو تین لاکھ کے قریب تمہارے سامنے پڑا ہے۔

خالدؓ۔ ہم دشمنوں کی کثرت سے نہیں ڈرتے کوئی مسلمان بجز خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔

بولس۔ اب معلوم ہو جائیگا۔

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ گویا وہ اپنے آدمیوں کو بلا رہا ہے خالدؓ نے اسکا چہرہ دیکھا۔ اس کے بشرہ سے شیطنیت کے آثار ظاہر تھے۔ انہوں نے کہا اے نصرانی بادشاہ تیرا چہرہ کہہ رہا ہے کہ تو فریب کر کے مجھے کسی جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔

سن اگر تیرا ارادہ میرے ساتھ مکر کرنے کا ہے تو یہ مکر تجھ پر ہی ٹوٹے گا جو کسی کیلئے کنواں کھودتا ہے خود ہی اس کے اندر گرتا ہے۔ ابھی حضرت خالدؓ کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ بولس اسکی طرف جھپٹا۔ اس نے کہا ہتھیار ڈال دو۔ تم میرے قیدی ہو۔

یہ کہتے ہی بولس اپنا گھوڑا حضرت خالدؓ کے گھوڑے کے پاس لے آیا اس نے حضرت خالدؓ کا بازو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے نصرانی کی اس جسارت کو دیکھا اور اسکی پشت کی جانب نظر کی انھیں سیکڑوں مسیحی گھوڑے دوڑاتے آتے نظر آئے حضرت خالدؓ نے کہا بیوقوف تیرا مکر تیری موت کا باعث ہوگا۔

انھوں نے گھوڑے کو للکارا گھوڑے نے زقند بھری۔ بولس کے ہاتھ سے ہاتھ چھوٹ گیا انھوں نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ وہ بولس کی طرف جھپٹے لیکن قبل اسکے کہ وہ بولس پر حملہ کرتے مسیحی سوار درمیان میں آگئے۔ وہ تلواریں کھینچ کھینچ کر حضرت خالدؓ پر ٹوٹ پڑے حضرت خالدؓ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے شروع کئے۔ جنگ شروع ہوگئی اور عیسائیوں نے چاروں طرف سے حضرت خالدؓ کو نرغے میں لے لیا حضرت خالدؓ نہایت بہادر شیر دل اور پھرتیلے مجاہد تھے۔

انھوں نے نہایت برق رفتاری سے حملہ کرکے پے در پے سات مسیحیوں کو قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں کو بھی جوش آگیا۔ انھوں نے انتہائی شدت کے ساتھ حملے شروع کر دیئے۔ گویا اکیلے حضرت خالدؓ پر دو سو کے قریب مسیحی ٹوٹ پڑے ہوئے تھے۔

وہ نہایت جوش اور پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے لیکن حضرت خالدؓ کو ذرا ان سے کوئی خوف و اندیشہ ہی نہ تھا۔ وہ نہایت استقلال اور پوری دلیری کیساتھ لڑ رہے تھے۔ انکی خارا شگاف تلوار عیسائیوں کے سر و تن کے فیصلے کر رہی تھی وہ اسطرح سے ان پر جھپٹ رہے تھے۔ جیسے کہ ببر کا شیر بھیڑوں پر جھپٹتا ہے۔ بولس ایک طرف کھڑا ہوا اپنے جانبازوں کو نہایت جوش و غیرت دلا رہا تھا۔ عیسائی اس کی آواز پر غیظ و غضب میں آ آ کر حملے کر رہے تھے لیکن حضرت خالدؓ نہایت بہادری سے اسطرح لڑ رہے تھے۔ گویا ان پر کسی کی تلوار کچھ اثر نہ کرتی تھی اور وہ جسکے بھی وار مارتے تھے وہی دو ٹکڑے ہو کر گر جاتا تھا۔ آپ نے کتنے ہی عیسائیوں کو قتل

کر ڈالا تھا۔ عیسائیوں کو بڑا غصہ آ رہا تھا۔ وہ دو ہزار تھے۔ اور مسلمان ایک اور چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ تاہم ان کے قابو میں نہ آتا تھا۔ اور جب موقع پاتا تھا تلوار مار کر ایک نہ ایک مسیحی کو تہہ تیغ کر ڈالتا تھا۔

بولس بدستور جوش و غیرت دلا رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی دفعتاً ہی مسیحیوں نے اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز سنی وہ گھبرا گئے۔ انھوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ انہیں چند مسلمان گھوڑے دوڑاتے آتے ہوئے نظر آئے اور انہوں نے سنا کہ کوئی بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔

انا ضرار الفارس القدم البطل — یا عجبی علی الاعلاج اذا منصبل

میں ضرار ہوں شہسوار ہوں بہادر ہوں اور لڑنے والا ہوں — دشمنوں پر برجستہ مارنے والا اور متصل حملہ کرنے والا ہوں

تعبسیفی الروم حتی نیعجل — ما اسال فی الامر من نعل

تلوار سے روم کا استیصال کروں حتیٰ کہ وہ سنبھل جائے — الٰہی مجھے سوائے تیرے کسی سے کچھ امید نہیں

سب نے اس آواز دینے والے کی طرف دیکھا یہ ضرار رضی اللہ عنہ تھے جو ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار سرپٹ گھوڑا دوڑائے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ انکے پیچھے سات اور مسلمان تھے۔ سب نے تلواریں میانوں سے کھینچ کر اپنے ہاتھوں میں لے رکھی تھیں۔ مسیحی ان شیران اسلام کو آتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے۔ بولس کا چہرہ اتر گیا۔ مسلمان نہایت تیزی سے آ رہے تھے وہ دم کے دم مسیحیوں کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے پہلے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملے میں انھوں نے ایک مسیحی کو مار ڈالا۔ اور گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ وہ بولس کی طرف جھپٹا۔ بولس سخت خوفزدہ ہو گیا۔ وہ دہشت سے کانپنے لگا۔ خوف سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

اس نے فریاد بھرے لہجہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے ہوئے کہا خالد یہ کوئی شیطان میری طرف جھپٹ رہا ہے۔ مجھے اس کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر کہا۔ اے عیسائی بادشاہ تم خوف نہ کرو تمہاری موت کا فرشتہ یہ دوڑا آ رہا ہے صلیب پرستوں کا قتل کرنے والا ہے۔ اس کا نام ضرار رضی اللہ عنہ ہے یہی تجھے قتل کرے گا۔

اس عرصہ میں ضرار رضی اللہ عنہ بولس کے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اس پر تلوار بلند کی۔ وہ کانپ

کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ ضرارؓ تم اسے زندہ اسیر کر لو!

حضرت ضرارؓ نے اس کی تلوار پر تلوار ماری۔ بولس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر پڑی ضرارؓ نے بڑھ کر اس کو آ دبوچا۔ فردوس یعنی زین کے پرنہ سے مضبوطی سے کس کر باندھ دیا۔

بولس پر غشی طاری ہونے لگی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے امان مانگی۔ خالدؓ نے کہا۔ اب امان مانگتا ہے مکار زرا دیکھ تیرا کیا حشر ہوتا ہے حضرت ضرارؓ نے جلدی سے تلوار بلند کی قبل اس کے کہ حضرت خالدؓ کچھ کہیں ضرارؓ کی تلوار بولس کے داہنے شانے پر پڑی۔

جو کہ گردن کاٹتی ہوئی بائیں شانہ سے نکل گئی۔ اس طرح مکار بولس کا دم کے دم میں خاتمہ ہو گیا۔ ضرارؓ کے ہمراہیوں نے ضرارؓ کی طرح سے آتے ہی بے تحاشا حملہ کر دیا وہ عیسائیوں کو کھیرے ککڑی کی طرح سے کاٹ کاٹ کر ڈالنے لگے۔

عیسائی گھبرا گئے۔ انہوں نے بولس کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انکے چہروں پر ہوائیاں چھوٹنے لگی تھیں۔ وہ بھاگنے کا راستہ دیکھنے لگے۔ عیسائی لشکر نے دور سے ہی جنگ ہوتے دیکھی۔ انہوں نے حرکت شروع کی۔ افسر نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

وہ نہایت ہی سرعت کے ساتھ بڑھے۔ سب سے آگے ہاتھیوں کی یلغار تھی۔ ایک ہزار تین سو ہاتھی جھومتے ہوئے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ عیسائی نہایت جوش و خروش سے قومی نعرے لگاتے طبل جنگ بجاتے ہوئے اور نرسنگے پھونکتے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے۔

عیسائی لشکر کی آمد نے زمین کو ہلا دیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ طوفان کیوقت سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھ اٹھ کر ساحل کو نابود کرنے کیلئے اس سے ٹکرا رہی ہوں۔

حضرت خالدؓ نے اس لشکر کو آتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے کہا مسلمانو! یہ کیا ستم ہے کیوں نہیں ان گنتی کے چند ایک عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے۔ عیسائی لشکر کے آنے سے پہلے ہی انکو ختم کر ڈالو۔

مسلمانوں نے جوش میں آکر حملہ کر دیا۔ انھوں نے بہت سے عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ دو ہزار میں سے صرف بیس یا اکیس آدمی بچے جو کہ اپنی جان بچانے کیلئے نہایت تیزی سے

اپنے لشکر کی طرف بھاگ پڑے۔ اسلامی لشکر نے ٹڈی دل عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے بھی اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر نہایت تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ ضرار رضی اللہ عنہ اور انکے ہمراہی عیسائیوں کو قتل کر کے واپس نہیں لوٹے بلکہ وہ اسی جگہ کھڑے ہو کر عیسائی لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

انکی یہ جسارت یہ دلیری کچھ معمولی نہ تھی بے حد قابل تعریف تھی۔ وہ کل نو آدمی تھے اور تین لاکھ دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ جرأت کیوں تھی؟ اور قوموں کی تاریخیں ایسی عدیم النظیر اور شجاعت کے کارنامے پیش کرنے سے کیوں قاصر ہیں؟

صرف اس وجہ سے کہ مسلمانوں میں قوت ایمانی تھی۔ خدا پر بھروسہ تھا جوش و جہاد کا جذبہ تھا۔ شہادت کا شوق تھا۔ عیسائی لشکر نہایت شان و عظمت سے قریب آگیا۔

انھوں نے تلواریں میانوں سے نکال رکھی تھیں۔ دھوپ میں انکی زرہ بکتریں اور تلواریں چمک رہی تھیں۔ مشرق سے مغرب تک اور جہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ وہاں سے افق جنوب تک مسیحیوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کو قریب دیکھ کر کہا۔ اے توحید پرست مسلمانو۔ ان صلیب پرستوں پر حملہ کر دو۔

یہ کہتے ہی وہ بڑھے ان کے ساتھ ہی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور انکے ہمراہی چلے ان سب مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگا کر ٹڈی دل عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کو ان کی اس جسارت پر کمال غصہ آیا۔ وہ ان مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ چونکہ مسلمان تھوڑے سے تھے اسلئے انہیں انکے قتل پر طمع ہوئی انہوں نے ان چند مسلمانوں پر جوش میں آکر حملہ کیا۔ مسلمان سد سکندری کی طرح سے ایک جگہ ڈٹ گئے۔

انھوں نے بے نظیر جرأت اور دلیری سے حملے شروع کر دیئے انکی بے پناہ تلواروں نے عیسائیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈالنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں عیسائیوں کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان ایسا لقمۂ تر نہیں ہیں۔ جیسا کہ وہ سمجھے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ ہر طرف او مسلمان تھے جو بہت تھوڑی جگہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور لڑائی میں مصروف تھے۔

عیسائی صفیں مشرق سے مغرب تک میلوں تک لمبی تھیں۔ وہ سارے لشکر کی پیشقدمی نہ روک سکے۔ البتہ جس جگہ وہ لڑ رہے تھے۔ وہاں کے عیسائیوں کو انھوں نے روک دیا تھا۔ عیسائی لشکر برابر بڑھ رہا تھا۔ سامنے سے اسلامی لشکر آ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دور چل کر دونوں لشکروں میں تصادم ہو گیا۔ عیسائی قومی نعرے لگا رہے تھے۔ اس شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی حملہ کرتے وقت اللہ اکبر کا پرہیبت نعرہ لگایا۔ عیسائیوں کا تمام شور و غل اس نعرہ کی آواز میں مدغم ہو کر رہ گیا۔ اب عیسائیوں کا سیلاب رک گیا۔ صاف اور شفاف تلواریں بلند ہوئیں انسانی سمندر میں تیر بیا بھر جو اٹھیں تو خون اگل رہی تھیں۔ جنگ شروع ہو گئی تھی۔ نہایت زور اور بڑے جوش کے ساتھ ہر شخص اپنی ہستی کو بھول گیا تھا۔ دوسروں کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں تھا۔

مسلمانوں نے اپنی صفوں کو بہت کچھ لمبائی میں پھیلا دیا تھا لیکن انکی تعداد میں اس قدر کمی آگئی تھی کہ وہ عیسائیوں کی ایک صف کے برابر بھی اپنی صف لمبی نہ کر سکے۔

قلب کے مسیحی مسلمانوں سے لڑ رہے تھے اور میمنہ و میسرہ کے صلیبی مجاہد قوس قزح کی طرح مسلمانوں کے گرد حلقہ بنائے چلے آ رہے تھے گویا وہ مسلمانوں کو اپنے نرغہ میں لیکر کچل ڈالنا چاہتے تھے۔

مسلمان عیسائیوں کی اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے ارادہ کو بھانپ گئے تھے لیکن کیا کر سکتے تھے قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے مجبور تھے۔ کوئی اور قوم ہوتی تو گھبرا جاتی۔ خوفزدہ ہو کر ہتھیار ڈال دیتی یا بھاگ جاتی لیکن وہ مسلمان تھے مضبوط ایمان والے خدا پر بھروسہ رکھنے والے مسلمان۔ اسلام پر مٹ جانے والے مسلمان۔

انہیں کوئی خوف نہ تھا۔ وہ سر جھکائے خدا سے لو لگائے قتل اور غارتگری میں مصروف تھے۔ جنگ نہایت زور شور کے ساتھ ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں پر مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے تھے۔ صفیں ٹوٹ گئی تھیں۔ جانباز سرفروش مار رہے یا مر رہے تھے۔

میدان جنگ میلوں لمبا ہو گیا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی۔ تلواریں کھنچی چمکتی ابھرتی معلوم ہوتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تلواروں کا کھیت اگ آیا ہے۔ اس وقت آفتاب

نصف النہار پر آ گیا تھا۔ دھوپ میں حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ لڑنے والوں کو پسینے پر پسینے آ رہے تھے لیکن انہیں نہ گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینے کا خیال تھا۔ وہ برابر لڑ رہے تھے۔

خالدؓ بن ولید نہایت جوش و خروش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ کسی ایک جگہ جم کر نہ لڑ رہے تھے۔ بلکہ گھوڑا دوڑا دوڑا کر دور تک چلے جاتے تھے۔ جو سامنے آ جاتا تھا اسے قتل کر ڈالتے۔ جب وہ واپس لوٹتے تو عیسائیوں کو تلوار سے جام مرگ پلاتے چلے آتے۔

عیسائیوں نے جوش میں آ کر عہد کیا تھا کہ خالدؓ پر حملہ کئے۔ لیکن جو اسکے پاس پہنچتا تھا وہی قتل ہو کر گر پڑتا تھا۔ اب تک انکے زخم تو کیا ایک خراش بھی نہ آئی تھی۔

ضرار پورے جوش اور پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے۔ وہ ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے چونکہ وہ ننگے بدن تھے۔ اس لئے عیسائی طمع میں آ کر ان پر حملے کرتے لیکن جو انکے قریب پہنچتا تھا۔ اسی کو وہ مار ڈالتے تھے۔ عیسائی ان سے کترانے لگے تھے۔

بعض عیسائیوں نے مسلمانوں کی دلیری اور جوش جنگ دیکھ کر دبی زبان سے کہدیا تھا کہ ان مسلمانوں کو انسان کون کہتا ہے۔ یہ انسان نہیں ہو سکتے انسانوں کا یہ کام نہیں کہ اپنے سے پندرہ گنا انسانوں سے لڑیں۔ پھر اس طرح کہ دشمنوں کو قتل کر دیں اور خود قتل نہ ہوں۔

یوں تو مسلمان عام طور پر جھکائے نہایت استقلال اور پورے جوش سے لڑ رہے تھے۔ لیکن عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق خلیفۂ اول اور ہاشم بن مرقال موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ان دونوں کو اکہزار عیسائیوں نے نرغہ میں لے لیا تھا۔ وہ انکو قتل یا گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن وہ دونوں اپنی تیغیں ملائے ایسی شدت سے جنگ کر رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

انہوں نے دو چار دس بیس کو نہیں بلکہ سیکڑوں مسیحیوں کو مار مار کر ڈال دیا تھا کہ کشتوں کے انبار لگا دیئے تھے لیکن وہ صرف دو ہی تھے۔ اکہزار کا کب تک مقابلہ کرتے دشمنوں کو مارتے مارتے تھک گئے۔ ہاشم بن مرقال کے ہاتھوں اور رخساروں پر گیارہ زخم آئے زخموں سے خون بہنے لگا۔ وہ زخم پونچھتے جاتے اور لڑتے جاتے تھے۔

جن ہزار عیسائیوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ ان کا سردار مرزبان تھا۔ بڑا بہادر اور نڈر عیسائی تھا۔ وہ دیبائے زرد کی خلعت زرہ کے اوپر پہنے تھا۔ چاندی کی خود اوڑھے ہوتا جس پر

سونے سے مینا کاری ہو رہی تھی۔ کمر میں جواہر نگار پٹکہ تھا۔ ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کا دستہ جواہرات سے مزین تھا۔ سورج کی شعاعوں سے اس کی ہر ایک چیز چمک رہی تھی۔

اس نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا۔ عبدالرحمٰن زیادہ تھک چکے تھے۔ ان میں مقابلہ کی قوت ہی نہ رہی تھی۔ مگر آسانی سے مرنا بھی نہ چاہتے تھے۔ انھوں نے جرأت کر کے اسکا حملہ روکا غزبان کو طیش آ گیا۔ اس نے نہایت پھرتی اور چابکدستی سے حملے شروع کر دیئے۔

عبدالرحمٰن اسکے حملے روکتے رہے۔ جب انکی طاقت بالکل ہی جواب دینے لگی تو مدافعت میں سستی آ گئی۔ غزبان نے پورے جوش اور پوری قوت سے حملے کئے عبدالرحمٰن کا دایاں ہاتھ مجروح ہونے کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن کو طیش آیا۔ وہ زخمی شیر کی طرح بپھرے اور انھوں نے داہنے ہاتھ سے تلوار مارنا چاہی مگر مجروح ہاتھ نے کام نہ دیا۔

اس پر انکیں اور غصہ آیا۔ انھوں نے بائیں ہاتھ میں تلوار لیکر پوری طاقت سے حملہ کیا غزبان نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار ڈھال کو پھاڑ کر گردن پر پڑی۔ جس طرح تار صابون کو کاٹ ڈالتا ہے اس طرح غزبان کی گردن تلوار نے کاٹ ڈالی۔ عیسائی اسکی یہ جرأت دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن وہ ذرا سنبھلے اور انھوں نے نہایت جوش اور غصہ سے حملہ کر دیا۔

ہاشم اور عبدالرحمٰن نے انکے حملے کو روکا۔ عبدالرحمٰن بائیں ہاتھ سے تلوار چلا رہے تھے ہاشم داہنے ہاتھ سے۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ شہادت قریب ہے۔ شہادت حاصل کرنے ہی کی انکی تمنا تھی۔ اور وہ تمنا پوری ہونے والی تھی۔

لیکن وہ چاہتے تھے کہ جب تک بدن میں طاقت ہاتھوں میں قوت اور دل میں جوش رہے عیسائیوں کو قتل کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ اب بھی جبکہ انکی طاقت جواب دے چکی تھی اور زخموں نے نڈھال کر دیا تھا برابر لڑ رہے تھے۔ عیسائی سخت غضبناک تھے اسلئے کہ وہ ہر حملہ میں یقین کر لیتے تھے کہ اب دونوں مسلمانوں کو مار ڈالیں گے لیکن جب انکے پاس پہنچتے تو خود ہی مر جاتے۔

عیسائیوں نے یورش کر کے عبدالرحمٰن کا گھوڑا مار ڈالا۔ عبدالرحمٰن پیادہ ہو گئے اب انکے شہید ہونے میں کوئی بات ہی باقی نہ رہی تھی۔ دفعتاً انھوں نے قریب ہی سے اللہ اکبر کی پر ہول آواز سنی! ہاشم اور عبدالرحمٰن نے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا۔ انہیں فضل عباس اور انکے ساتھ بھیں

پچیس مسلمان آتے نظر آئے۔ ان کو دیکھ کر دونوں کے دل بڑھ گئے۔ انہوں نے نہایت جوش اور قوت کے ساتھ حملہ کیا۔

عیسائی گھبرا گئے۔ استنے میں کہ وہ سنبھلیں فضل بن عباس اور انکے ہمراہیوں نے حملہ کر دیا۔ فضل نے بڑھ کر ایک مسیحی کے تلوار ماری وہ تیورا کر گرا۔ عبدالرحمٰن نے لپک کر اس کا گھوڑا پکڑا۔ اور جست مار کر اس پر سوار ہو گئے۔

اب ان مسلمانوں نے پوری طاقت سے حملہ کر دیا۔ عیسائی مُردوں کے ڈھیر لگ گئے اگرچہ مسلمان صرف بیس پچیس ہی تھے اور عیسائی اب بھی آٹھ سو سے زیادہ تھے لیکن وہ مرعوب ہو گئے پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر انھیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔

انھوں نے انھیں اس طرح قتل کرنا شروع کر دیا۔ گویا وہ کھیتی تھے اور ان کا کاٹنا ضروری تھا۔ چشم زدن میں چار سو مسیحی مارے گئے۔ اور بقیۃ السیف مسیحی نہایت تیزی کیساتھ پیچھے ہٹے۔ وہ اپنے لشکر میں گھس گئے۔ عبدالرحمٰن اور ہاشم نے فضل اور انکے ہمراہیوں کا شکریہ ادا کیا۔ ابھی یہ اچھی طرح کھڑے ہونے اور سانس لینے بھی نہ پائے تھے کہ انھوں نے اپنی بائیں جانب ایک شور عظیم سُنا۔

وہ اس طرف دیکھنے لگے۔ انھوں نے دیکھا کہ مسلمان نہایت تیزی سے پسپا ہو کر پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ مسیحی نہایت دلیری اور جوش سے بڑھ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کی ہزیمت اور عیسائیوں کی جسارت دیکھ دیکھ کر کمال متعجب ہوئے۔

دُوسرا باب

خونریز جنگ

جبکہ ہاشم اور عبدالرحمٰن مسیحیوں میں گھرے ہوئے جنگ کر رہے تھے اس وقت تمام محاذ پر شدت سے جنگ ہو رہی تھی۔ اور مسیحی مسلمانوں کو ریل کر پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور مسلمان مقابلہ و نہایت مدافعت کر رہے تھے۔

عیسائی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بہت زیادہ تھے۔ مسلمان بہت ہی کم تھے جگہ جگہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا تھا ہر جگہ گھمسان کا معرکہ گرم تھا۔ عیسائیوں نے بائیں بازو پر ہاتھیوں کو ریلا۔

مسلمانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وہ جمے کھڑے رہے لیکن عربی گھوڑوں نے کبھی ہاتھی نہ دیکھے تھے۔ وہ ان سیاہ پہاڑیوں کو دیکھکر بھڑکے ہر چند مسلمانوں نے انکو روکا باگیں کھینچ کھینچ انکی گردنوں کو اپنے سینوں سے ملا لیا۔ مگر گھوڑے نہ رکنا تھے نہ رکے۔

وہ پیچھے ہٹے عیسائیوں نے شور مچایا۔ ہاتھیوں نے چنگھاڑیں ماریں۔ گھوڑے گھبرا کر بالکل بے قابو ہو گئے تھے۔ انکے پیچھے ہٹنے سے مسلمانوں کے بائیں بازو کو شکست ہو گئی۔

اس شور ہزیمت کو سنکر اور دیکھ کر عبدالرحمٰن، ہاشم، فضل اور انکے ساتھی مسلمان متعجب ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کو سہارا دینے، ہزیمت خوردہ مسلمانوں کو واپس لوٹانے کے لئے اس طرف نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

شکست خوردہ مسلمانوں کے گھوڑے انتہائی کوشش کرنے پر بھی نہ رکے وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے مسلم عورتوں کے خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ عورتوں کی حفاظت کیلئے کل پانچسو مسلمان قاسم بن عیاض الاشعری کی سرکردگی میں مامور کئے گئے تھے۔ جو لوگ ہزیمت اٹھا کر آئے تھے وہ قبیلۂ اوس اور ہمدان سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ جو مشہور محدث ہیں وہ بھی انکے ہمراہ تھے۔ انھوں نے بڑی کوشش کرکے اپنے گھوڑے کو روکا۔ ان کا گھوڑا رک گیا۔

انھوں نے بلند آواز سے کہا شیران اسلام عرب کے غیور بہادر کیا غضب کرتے ہو میدان جنگ سے بھاگ کر بزدلی کا دھبہ اپنے دامن پر لگاتے ہو۔ اور قبیلے جو جنگ کر رہے ہیں تمہیں کیا کہیں گے عار عرب اور ننگ عرب نہ بنو۔ آج بھاگتے ہو کل قیامت کے دن حضرت محمد رسول اللہ کے سامنے کیا منہ لیکر جاؤگے۔ خدا کے روبرو کیا عذر کروگے۔ اللہ تعالے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ (الخ) (ترجمہ) کافروں سے اپنی پشت نہ پھیرو۔ اور جو کوئی ان سے اپنا پیچھا پھیریگا۔ اسے حیلہ

جنگ یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جائیں گے تو وہ مستوجب غضب خدا اور سزاوار عذاب جہنم ہوگا۔

ادھر مالک اشتر نے بھی یہی کہا مسلمانوں نے رکنا بھی چاہا لیکن بھڑکے ہوئے گھوڑے نہ رکے وہ عورتوں کے کیمپ سے بھی آگے بڑھنے لگے۔ عورتوں کے خیمے ایک مسطح میدان میں نصب تھے۔ تمام عورتیں سروں سے چادریں باندھے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچوں کی انگلیاں پکڑے خیموں کے قریب ایک قطار میں کھڑی تھیں۔ انھوں نے چادروں کے پلے منہ پر اس طرح سے لپیٹ لئے تھے کہ انکا چہرہ اور ناک کا کچھ حصہ بالکل ڈھک گیا تھا صرف آنکھیں اور پیشانیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ عورتیں جو میدان کارزار میں لڑتی تھیں یا مسلمانوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہی تھی یا مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں اسی طرح سے رہا کرتی تھیں۔ لیکن قوم عرب میں اس سے بھی زیادہ پردہ تھا۔ وہ جب باہر نکلتیں تو اول سر سے جنبق باندھتیں اس پر دوپٹہ اوڑھتیں اور دوپٹہ پر چادر اس طرح ڈالتیں کہ وہ جسم کے تمام حصوں کو چھپا لیتی صرف آنکھوں کا کچھ حصہ کھلا رہتا۔

عورتوں نے مسلمانوں کو شکست کھا کر آتے ہوئے دیکھا انھوں نے کہا مسلمانو! کیا غضب کرتے ہو دشمنوں کے سامنے سے بھاگ کر خدا کا غضب مول لیتے ہو۔ بہشت سے دوزخ کی طرف بھاگتے ہو جنت تلواروں کے سائے میں ہے پیچھے پھرو۔ دشمنوں سے لڑو۔ مرو مارو یا شہید ہو جاؤ۔

مسلمانوں نے عورتوں کی آوازوں کو سنا لیکن وہ نہ رک سکے جب میدان کارزار میں کسی قوم کے قدم اکھڑ جاتے ہیں تو پھر دوبارہ مشکل سے جما کرتے ہیں۔ ان عورتوں میں حضرت خولہ بھی تھیں۔

خولہ حضرت ضرار کی سگی بہن تھیں۔ نہایت خوبصورت نوجوان بہادر اور جوشیلی تھیں۔ اجنادین اور یرموک کے مقامات میں نہایت دلیری کے ساتھ لڑ چکی تھیں۔

جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان کسی طرح سے بھی نہیں رکتے تو انہیں غصہ آگیا انھوں نے عورتوں کو دیکھ کر کہا:

اے خواتین عرب۔ اب آگے بڑھو مسلمانوں کے گھوڑوں کے منہوں پر لکڑیاں مار مار کر روک دو۔

یہ کام آسان نہ تھا۔ گھوڑے سرپٹ دوڑے چلے آرہے تھے جو انکے سامنے آتا اسے کچل

ڈالتے لیکن عربی عورتیں بہادر تھیں، شیردل تھیں، نڈر تھیں۔ وہ خیموں کی چوبیں لمبے لمبے بانس چھوٹے چھوٹے ڈنڈے لیکر جھپٹ پڑیں۔

انھوں نے گھوڑے کے سروں اور کانوں پر ضربات لگانا شروع کیں بعض گھوڑوں کی جھپٹ میں آگئیں۔ گریں اور مجروح ہوئیں لیکن جو کام انھوں نے شروع کیا تھا۔ اسے برابر کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ انھوں نے بہت بڑی تعداد گھوڑوں کی میدان کارزار کی طرف لوٹادی مسلمانوں نے پیچھے ہی پیچھے نہیں بلکہ ان میں ملے جلے عیسائی بھی بڑھتے ہوئے چلے آرہے تھے انکے ہاتھی پیچھے آرہے تھے سوار آگے تھے۔ حضرت خولہ نے چوبیں مار کر کئی ایک مسیحیوں کو مار ڈالا تھا۔ انکی دیکھا دیکھی اور عورتوں نے بھی عیسائیوں پر حملے کر دیے۔

مرزوعہ اور حضرت سلمیٰ بھی خولہ کے پاس آگئیں، انکے نازک ہاتھوں میں چوبیں تھیں یہ چوبیں اتنی وزنی تھیں کہ آجکل کی مسلم عورتوں سے شاید ہی اٹھ سکیں۔

خصوصاً بڑے بڑے گھرانوں کی ناز پروردہ نازک اندام عورتیں ہرگز نہ اٹھا سکتیں مگر وہ کمسن نازنین ہوتے ہوئے بھی بھاری بھاری چوبیں اٹھا اٹھا کر عیسائی سواروں اور گھوڑوں کے مارنے لگیں۔ اس طرح سے انھوں نے مسیحیوں کو مار ڈالا۔

آج کل کی مسلم عورتیں اور لڑکیاں غور کریں۔ سوچیں تاریخیں پڑھیں۔ انکی بزرگ بہنوں نے کیا کیا کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ کس کس طرح سے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا کس کس طرح لڑیں۔ کیا کیا مجاہدین کی خدمات کیں۔ ان میں سے بھی اکثر شہزادیاں امیرزادیاں تھیں جنھوں نے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔

کنیزیں اور خادمائیں رکھتی تھیں لیکن کاہل وجود نہ تھیں وہ اپنی پرستاروں سے حسب قدر کام لیتی تھیں اتنا ہی خود کرتی تھیں۔ ہر وقت پان چبا کر بکریوں کی طرح منہ نہ ہلاتی تھیں بیجا ناز و نخرے نہ دکھاتی تھیں۔ آٹھ آٹھ بجے سو کر نہ اٹھتی تھیں۔ خدا اور خدا کے رسول کو نہ بھولی تھیں۔ لہو و لعب میں مشغول نہ رہتی تھیں۔ ریشمی کپڑے پہن کر سونے میں زرد۔ موتیوں میں سفید ہو کر کبھی نہ اتراتی تھیں۔

حسد نہ کرتی تھیں غیبت سے بچتی تھیں دشمنوں سے ڈرتی تھیں پنجگانہ نماز پڑھتی تھیں

غرضیکہ کوئی اچھا کام ایسا نہ تھا جو کہ وہ نہ کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انکے نام تاریخوں میں بخوبی جلی لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

بھلا ایسی عورتوں اور لڑکیوں سے خدا کیوں خوش نہ ہوگا کیوں جنت میں داخل نہ کریگا۔

مسلمانوں نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ انھیں غیرت آئی۔ وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہوگئے۔ سب کے سب رکے اور مسیحیوں پر اس طرح سے ٹوٹ پڑے جیسے کہ بھوکا شیر شکار پر ٹوٹتا ہے۔

خالد بن یماس الاشعری نہایت بہادر تھے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ قیس بن الحارث اور رابعہ بن زہیر المہزومی دونوں بڑے نڈر اور دلیر تھے۔

انھوں نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ ان تینوں کے ہمراہ پانچسو آزمودہ کار سوار نجدہ سے آئے تھے۔ اپنے سرداروں کے ساتھ انہوں نے بھی حملہ کر دیا۔ یہ حملہ نہایت سخت تھا۔

عیسائیوں نے ان کا حملہ روکنا چاہا۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ہزار کوشش کرنے پر بھی وہ اس حملے کو نہ روک سکے۔ ان کے سیکڑوں جانباز قتل ہو ہو کر گرے اور سروں کے ڈھیر لگ گئے۔

خون سبز سبز گھاس پر گر گر کر لالہ کاری کرنے لگا۔ عیسائیوں کا سیلاب رک گیا۔ اس عرصہ میں شکست خوردہ مسلمان بھی پلٹ پڑے وہ غیرت و شرم میں آکر پلٹے تھے۔ اپنی ندامت مٹانا چاہتے تھے۔ انھوں نے حد درجہ شدت کے ساتھ حملہ کیا۔

جنگ نہایت زور و شور کے ساتھ شروع ہوگئی عورتیں ابھی تک لڑ رہی تھیں مسلمان اور عیسائی سواروں کے نرغہ میں تھیں۔ ہر ہر قدم پر انھیں موت سے ہمکنار ہونے کا احتمال تھا۔ مگر اسوقت وہ فرط جوش سے اپنی ہستیوں کو بھولے ہوئے تھیں برابر عیسائیوں کے سروں پر چوبیں مارنے میں مصروف تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے موقع کی نزاکت کا احساس کیا۔ انہیں خوف ہوا کہ کہیں گھوڑے ان کے جسم نازک انداموں کو نہ کچل ڈالیں۔ چنانچہ انھوں نے بلند آواز سے کہا۔

اے عرب کی مایہ ناز عورتو! اور لڑکیو! تم نے اپنا کام کر دیا بھاگے ہوئے مسلمانوں

کو میدان کارزار کی طرف پلٹ دیا بہت سے مسیحیوں کو مار ڈالا۔ اب تم میدان کارزار سے ہٹ کر اپنے خیموں کی طرف چلی جاؤ۔

حضرت خولہ نے انکی آواز کو سُنا وہ سنبھلیں۔ انھوں نے اپنے گرد پیش دیکھا۔ وہ اور عورتیں اور لڑکیاں گھوڑوں اور سواروں میں محصور تھیں۔ اب انھیں پن نزاکت کا احساس ہوا۔ انھوں نے سریلی آواز سے کہا۔ اے خواتین عرب تم نے وہ کیا جو تمہارے شایان شان تھا۔ اب مسلمان لوٹ پڑے ہیں۔ نہایت ہولناک جنگ شروع ہوگئی ہے۔ اب تمہاری خدمات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ سب واپس لوٹو اور اپنے خیموں کے سامنے پہنچ جاؤ۔

تمام عورتوں نے انکی آواز سُنی سب میدان کارزار سے پیچھے ہٹ گئیں سب نے اس طرح سے ان کے کہنے پر عمل کیا۔ جیسے کہ وہ انکی افسر ہو۔ تعجب ہوتا ہے ان عورتوں میں دوشیزہ لڑکیاں تھیں۔ اور جوان، ادھیڑ اور کم عمر عورتیں تھیں۔

حضرت خالد جو اسلامی لشکر کے سردار تھے۔ انکی حرم محترم (بیوی) ام تمیم تھیں خولہ نو عمر دوشیزہ تھیں۔ لیکن سب عورتیں ان کا کہا مانتی تھیں۔ نہ کسی کو اپنے بڑے پن کا خیال تھا نہ اپنے شوہر کے سردار ہونے کا تکبر و غرور تھا۔

بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں للہیت تھی۔ وہ حضرت خولہ کو جانتی تھیں کہ ان میں جوش اور امنگ ہے مذہب سے ہمدردی ہے۔ وہ انکی نہ صرف قدر کرتی تھیں بلکہ اپنے آپ کو ان کا محکوم سمجھتی تھیں۔

آج مسلمانوں میں کتنی عورتیں ہیں جو انکی تقلید کرتی ہیں بلکہ مشاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ باستثنائے چند شاید ہی ایسی اللہ والی بیبیاں مسلمانوں میں ہوں۔

جب مردوں میں نفسانیت ہے۔ تو مزوری عورتوں میں مردوں سے زیادہ ہوگی۔ اور چونکہ اولاد ماں باپ کے قدم بقدم چلتی ہے۔ اس لئے ان میں بھی یہ مسموم ہوا سرایت کر جاتی ہے۔ جس جگہ بھی مسلمانوں کی بیبیاں اکٹھی ہوتی ہیں اپنی بات اور رائے کو سب سے بالاتر رکھنے کے لئے ایسی چیخ چیخ کر گفتگو کرتی ہیں کہ الٰہی توبہ!

اس بات کو بھول جاتی ہیں کہ انکی آواز غیر مرد سنتے ہیں۔ خود کو سب سے بہتر رکھنے

کے لئے بعض بعض بیچاریاں تو چہرے چھپنے جھنگھاڑ نے لگ جاتی ہیں تاکہ مرد انکی آواز سنکر معلوم کرلیں کہ فلاں کی بیوی بیٹی اور بہن تمام عورتوں میں ممتاز ہیں۔

کاش ان عورتوں کو معلوم ہوتا کہ ان کا چیخنا یا زور سے بات کرنا بڑے گناہ کا موجب ہے۔ دنیا چند روزہ ہے حیات مستعار ہے پھر کیوں خدا اور خدا کے رسولؐ کی نافرمانی کر کے بلاوجہ بلا مطلب دوزخ خریدی جائے۔

اس میں کچھ مردوں کا بھی قصور نظر آتا ہے۔ جو مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر مذہب سے دور جا پڑے ہیں۔ انہیں خبر نہیں انکا مذہب انہیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ جب وہ خود ہی ناواقف ہیں تو اپنے متعلقین کو کیا ہدایت کر سکتے ہیں کاش ایسے مردوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ نہ صرف اپنے ہی اعمال کا جواب دیں گے بلکہ ان سے انکے متعلقین کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔

خدا جس قدر رحیم ہے اس سے زیادہ قہار ہے قیامت کے دن اس کے قہر و غضب کی انتہا ہوگی۔ اس دن اولیاء اللہ خدا رسیدہ بزرگ اور انبیاء علیہم السلام سخت خوفزدہ ہوں گے۔

جب ایسی ایسی معصوم ہستیاں خوفزدہ اور پریشان ہوں گی تو عوام الناس جن میں اکثر و بیشتر گناہوں کے ٹھیکیدار رہے ہیں کس قدر پریشان اور خوفزدہ ہوں گے قیامت کے نام سے جسم کانپتا ہے۔ روح لرزتی ہے۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو دوزخ سے بچائے جس کا ایندھن انسان اور جن ہیں۔ خواتین غرب سمٹ گئیں۔

وہ خیموں کے سامنے ایک قطار میں کھڑی ہو گئیں جو عورتیں یا لڑکیاں گھوڑوں کی جھپٹ میں آکر زخمی ہو گئی تھیں انکی مرہم پٹی کی جانے لگی خانم ان کے ساتھی اور ہزیمت خوردہ مسلمان نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔

عیسائی بھی ڈٹ گئے۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ اب بھی تمام محاذات پر نہایت زور و شور سے جنگ ہو رہی تھی۔ تلواریں نہایت تیزی سے بلند ہو ہو کر انسانوں کے سر تنوں سے الگ کر رہی تھیں۔

خون آلود تلواریں جب بلند ہوتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گلابی رنگ کے چھوٹے چھوٹے پودے اُگ آئے ہوں۔ مجروحوں کی چیخ و پکار۔ قومی نعروں کی آواز طبل جنگ کی مہیب صدا۔ آلات حرب کی جھنکار سے فضا بھر ا رہی تھی۔

میدان کارزار لرز رہا تھا۔ اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی شرق سے غرب تک لوگ لڑتے نظر آ رہے تھے۔ جگہ جگہ کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ جو آدمی بھی مجروح ہو کر گھوڑے سے نیچے گر جاتا تھا۔ گھوڑے اسے کچل ڈالتے تھے۔

اسوقت آفتاب تین چوتھائی منزلیں طے کر چکا تھا۔ اور اب دھوپ میں بھی نہ وہ پہلے جیسی تیزی رہی تھی۔ نہ سفید رنگت۔ دھوپ میں زردی آ چلی تھی حرارت دور ہو گئی۔ جس شدت سے جنگ شروع ہوئی تھی۔ اسی شدت سے اب بھی ہو رہی تھی۔ آج مسلمانوں کو ظہر کی نماز پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا تھا۔ اب عصر کا وقت آ گیا تھا لیکن جنگ نہایت زور و شور سے ہونے کی وجہ سے اسوقت بھی نماز پڑھنے کا امکان نہ تھا۔

یہ مسلمانوں کا دل گردہ تھا کہ وہ صرف بیس ہزار ہوتے ہوئے تین لاکھ عیسائیوں سے برسر آزما تھے۔ خالد۔ ابو ہریرہ اور انکے ہمراہیوں نے پے در پے اس شدت سے حملے کیے کہ عیسائیوں کو پسپا ہو کر اس جگہ سے ہٹنا پڑا۔ جہاں ان کے ہاتھیوں کی قطار تھی۔

مسلمانوں کے گھوڑوں نے جب ہاتھیوں کو دیکھا تو وہ بھڑ بھڑکنے لگے۔ عیسائی سوار ہاتھیوں کے پیچھے ہٹ گئے۔ ہاتھیوں کو بڑھایا گیا۔ مسلمانوں نے ان بلاؤں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کے گھوڑے بے قابو ہو کر بھاگ پڑیں گے۔

وہ سوچنے لگے کہ کیا تدبیر کریں جس سے کہ ہاتھیوں سے چھٹکارا ملے۔ مسلمانوں میں ایک شخص مفرج بن عنیہ الفزاری تھے۔ وہ نہایت بہادر جوشیلے اور طاقتور تھے وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

انھوں نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لیکر ایک بہت بڑے ہاتھی کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مسلمان اور عیسائی حیرت سے انکی طرف دیکھنے لگے۔ وہ تیزی سے چلکر ہاتھی کے قریب پہنچے۔ انہوں نے تلوار میان میں ڈال لی اور نیزہ مارا۔

جب وہ ہاتھی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو ہاتھی نے انکی طرف سونڈ چلائی انھوں نے جلدی سے ڈھال پشت پر ڈال کر بائیں ہاتھ سے سونڈ مضبوط پکڑ کر داہنے ہاتھ سے اسکی آنکھ میں نیزہ گھسیڑ دیا۔ اس کے صدمہ سے ہاتھی چنگھاڑ اٹھا۔ وہ تڑپا مفرح فوراً علیحدہ ہٹ گئے۔ وہ عجلت میں اسکی آنکھ میں سے نیزہ بھی نہ نکال سکے۔ ہاتھی نے اس زور سے جھرجھری لی کہ اس پر جو لوگ سوار تھے وہ گر پڑے ان کے گرتے ہی ہاتھی نے انکو کچل ڈالا۔

وہ زخم چشم کیوجہ سے اسقدر بیقرار ہو رہا تھا کہ فیل بان نے ہزار کوشش اسکے روکنے کی کی مگر نہ رکا۔ بلکہ الٹا بھاگا اور جو چیز اسکے سامنے آئی اسے سونڈ سے گرا کر کچل ڈالا۔

بیسیوں سپاہی اور سیکڑوں گھوڑے مار دیئے جس طرف سے ہاتھی گزرا شور مچ گیا۔ اور عیسائی لشکر میں ابتری پیدا ہو گئی۔ مفرح نے یہ کام نہایت دلیری کا کیا تھا۔

انھوں نے عمل سے مسلمانوں کو بتایا کہ اس طرح سے ان ہاتھیوں کی بلا دور کر دو۔ فوراً بہت سے مسلمان نیزے لے لیکر اپنے اپنے گھوڑوں سے کود ے اور ہاتھیوں کی طرف جھپٹے۔ جو سپاہی ہاتھیوں پر بیٹھے تھے انھوں نے تیر پھینکنے اور نیزے مارنے شروع کیئے لیکن نڈر مسلمانوں نے انکے کسی حربہ کا اندیشہ نہ کیا۔ وہ بڑھتے رہے انھوں نے نیزوں سے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑنا اور تلواروں سے سونڈیں کاٹنا شروع کر دیں۔

ہاتھی گھبرا گئے وہ چنگھاڑیں مار مار کر الٹے بھاگنے لگے۔ اور انھوں نے ہر اس شخص اور چیز کو روند ڈالا جو ان کے سامنے آئی۔ اس جانب کے عیسائی لشکر میں سراسیمگی اور بدحواسی طاری ہو گئی۔

دم کے دم میں مسلمانوں نے ایک سو سانڈ ہاتھیوں کو مجروح کر دیا۔ ان مجروح ہاتھیوں کو بھاگتے چنگھاڑتے اور تلملاتے دیکھ کر دوسرے ہاتھیوں پر بھی دہشت طاری ہو گئی۔

وہ سب کے سب پیچھے لوٹے اور اندھا دھند بھاگنے لگے۔ ان ہاتھیوں کی بھگدڑ سے سیکڑوں عیسائی پیادے سیکڑوں سوار اور سیکڑوں گھوڑے کچلے گئے وہ سخت پریشان اور بدحواس ہو گئے۔ جن ہاتھیوں کو مسلمانوں کے لئے لائے تھے وہ خود انکے لئے وبال جان بن گئے۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کی سراسیمگی دیکھی۔ انہوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگا کر نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ اس نعرہ کی آواز سنکر ہر جگہ کے مسلمان چونکے سنبھلے۔ انہوں نے بھی اس نعرۂ تکبیر کی تکرار کی۔

گویا کہ ہر جگہ اور ہر محاذ پر شدت کے ساتھ حملہ کر دیا گیا۔ اس وقت تمام واقعات سے زیادہ زور شور کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ عیسائیوں نے زور زور سے نعرے لگانے اور طبل جنگ بجانا شروع کر دیا۔ اور اسقدر شور و غل برپا ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

عبدالرحمٰن۔ ہاشم فیضل اور انکے ہمراہی ہزیمت خوردہ مسلمانوں کی اعانت کے لئے چلے تھے۔ انکے گرد سیکڑوں عیسائیوں نے حلقہ ڈال لیا۔ اور مسلمانوں نے نہایت شدت سے جنگ شروع کر دی اور سیکڑوں عیسائیوں کو کھیرے ککڑی کیطرح کاٹ کاٹ کر ڈالدیا لیکن تازہ دم عیسائیوں کی آمد کے سلسلہ نے انہیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ مجبور ہو کر وہ اس جگہ جم کر لڑنے لگے۔

خالدؓ ضرار اور انکے ہمراہ اب بھی شد و مد سے مصروف جنگ تھے جس سرعت سے کہ انہوں نے صبح جنگ شروع کی تھی انکے بازو عیسائیوں کو قتل کرتے کرتے شل ہو گئے۔

اسوقت آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ زردی مائل کرنیں سمٹ سمٹ کر درختوں کی کونپلوں پر پہنچ گئی تھیں اور جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

اس وقت میدان کارزار نہایت مہیب بن گیا تھا۔ سرفروش آفتاب کو غروب ہوتے دیکھ کر آج ہی جنگ کا فیصلہ کرنے کیلئے انتہائی جد و جہد کرنے لگے تھے۔

تلواریں نہایت سرعت سے اٹھ اٹھ کر انسانی جسموں میں تیر رہی تھیں۔ عیسائی مسلمانوں کو ریلنا اور مسلمان عیسائیوں کو دھکیلنا چاہتے تھے۔ مگر فریقین میں سے کوئی بھی ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

آخر لڑتے لڑتے سورج ڈوب گیا۔ مشرق جانب سے سیاہی اٹھنے لگی۔ اسوقت التوائے جنگ کا اعلان ہوا۔ دونوں لشکر واپس لوٹنے اور آہستہ آہستہ اپنے خیموں کیطرف روانہ ہوئے۔

کچھ عیسائی اور کچھ مسلمان اپنے اپنے مقتولوں کو اٹھانے کیلئے رہ گئے مسلمانوں

نے اپنے شہداء کو شمار کیا۔ کل دو سو چالیس آدمی شہید ہو گئے تھے۔ عیسائیوں نے جب اپنے مردوں کو گنا تھا تو وہ پانچ ہزار دو سو تھے۔ انکے کشتگان میں زیادہ تر اہل نوبیجاۃ اور روم سے تھے۔
اگرچہ آج کی جنگ میں کسی کو فتح و ظفر نصیب نہ ہوئی۔ لیکن نتیجہ کے طور پر مسلمان کامیاب رہے۔

تیسرا باب

ارسوس اور لبنیٰ

میرونہ یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ ارسوس نے کوچ کرنے کا ارادہ کیوں ملتوی کر دیا۔ اسے ارسوس کا جواب میری مرضی" نہایت ہی برا معلوم ہوا۔ وہ شہزادی تھی۔ مغرور تھی۔ آجتک کبھی اس نے کسی سے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ سنی تھی۔ اسے غصہ آیا اور اس نے جبین ناز پر بل ڈال کر کہا۔ آپ کی مرضی کیوں؟ یہی تو میں دریافت کرنا چاہتی ہوں۔

ارسوس بھی نہایت سمجھدار تھا۔ اور ساتھ ہی مغلوب الغضب تھا۔ وہ خود مختار حکمران تھا۔ رعایا پر حکم چلاتا تھا۔ آجتک اسے کسی نے حکم نہ دیا تھا۔ اسے میرونہ کا تحکمانہ لہجہ ناگوار گزرا اس نے قدرے ترش روئی سے جواب دیا شہزادی صاحبہ آج کوچ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

میرونہ۔ کیوں؟

ارسوس۔ اسلئے کہ میرا لشکر روانگی پر تیار نہیں۔

میرونہ۔ آپ اسے حکم دیجئے گھنٹہ، دو گھنٹے میں تیار ہو جائے گا۔

ارسوس۔ جو عظیم الشان لشکر جا رہا ہے وہ اس قدر گرد و غبار چھوڑتا جا رہا ہے کہ تم جیسی نازک اندام اسے برداشت نہ کر سکے گی۔

میرونہ کو یا تو غصہ آ رہا تھا۔ یا اپنی تعریف سُنکر غصہ فرو ہو گیا۔ اس نے ہلکے تبسم کے ساتھ کہا۔ یہ بات ہے تو آج ملتوی کر دو۔

ارسوس نے میرونہ سے دریافت کیا میں نے آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کرا دیا ہے

کیا آپ اس عرب دوشیزہ کو بھی اپنے پاس رکھیں گی؟

میرونہ نے فخر و غرور کے لہجہ میں جلدی سے جواب دیا۔ نہیں یہ عرب دوشیزہ قیدی ہے اسے اسی خیمہ میں رہنے دو۔

ارسوس۔ شاید آپ کو تنہائی میں کچھ کام دے۔

میرونہ: بیشک مجھے تکلیف ہوگی لیکن میں ایک عرب دوشیزہ کو اپنے خیمے میں رہنے کی کبھی اجازت نہیں دے سکتی۔ خیال کیجئے وہ ایک کم مرتبہ قیدی ہے۔ ایک شہزادی کس طرح اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔

نوروش بھی ارسوس اور میرونہ کی گفتگو سن رہی تھی۔ اسے اپنی بدقسمتی پر رہ رہ کر افسوس آرہا تھا۔ وہ ایک امیر عرب کی دختر تھی۔ ناز و نعم میں پلی تھی۔ قسمت نے اسے قیدی بنا دیا تھا لیکن افسوس کرنے سے کیا حاصل تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ بالضرور پیش آکر رہے گا۔ عرب دوشیزہ سرد آہ بھر کر خاموش رہی۔

ارسوس ملتفتی محبت بھری نظروں سے اس پیکر حسن و جمال کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت دیر تک لیلیٰ کے سراپا کو نظر بھر کر دیکھنا چاہتا تھا مگر جس قدر دیکھتا تھا اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوس دید اور بڑھتی تھی۔ لیلیٰ اس قدر خوبصورت تو کہ جو شخص اسے ایک مرتبہ دیکھ لیتا تھا ہزار کوشش کرنے پر بھی اس کی پیاری اور دلفریب صورت کو نہ بھول سکتا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ارسوس نے لیلیٰ سے خطاب کر کے دریافت کیا۔ اے عرب دوشیزہ تم اکیلا خیمہ میں رہنا پسند کرتی ہو یا کسی اور خیمہ میں بھیجا جائے۔

لیلیٰ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ ایک غمزدہ بیکس و بےبس اسیرہ کیا جواب دے سکتی ہے۔

ارسوس اس کے دلفریب چہرہ پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا۔ اگرچہ جمال لیلیٰ بہت زیادہ غمزدہ تھا، لیکن اس حالت میں بھی وہ بہت ہی پیاری معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے جواب ایسے سادگی و ناز لہجہ میں دیا جو ارسوس کو بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔

اس نے پھر کہا۔ تمہاری شان کہہ رہی ہے کہ تم کسی امیر عرب کی لڑکی ہو؟

یہ سنکر لبنیٰ کا دل بھر آیا۔ اسے اپنی ثروت یاد آگئی۔ مگر اس نے ضبط کیا۔ اور اسی مخصوص لہجہ میں کہا۔ اسکے دریافت کرنے سے کیا فائدہ۔ اب تو میں قیدی ہوں۔

ارسوس۔ تمہارا کیا نام ہے؟

لبنیٰ۔ لبنیٰ!۔

ارسوس۔ لبنیٰ تم غمگین نہ ہو تمہاری شایان شان تمہاری قدر و منزلت کیجائیگی۔

میرونہ نے استہزاء کے طور پر کہا۔ یہ کیوں غمگین نہ ہو جس پر یہ فریفتہ ہے اسے قربانگاہ پر بھینٹ چڑھائے جانے کا حکم ہو گیا ہے۔

ارسوس نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر دریافت کیا۔ وہ کون ہے۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ ریاض ہے۔

ارسوس۔ کیا ریاض اس نوجوان کا نام ہے۔ جو اس حور وش لبنیٰ کے ساتھ گرفتار ہو کر آیا ہے۔

میرونہ۔ ہاں اسی کا نام ریاض ہے۔

ارسوس۔ چونکہ یہ خیمہ نہایت بد حیثیت ابتر اور خراب ہے اس لئے شہزادی صاحبہ آپکا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ اس خیمہ میں تشریف لے چلئے جو آپکے لئے نصب کیا گیا ہے۔

میرونہ۔ چلیے۔

ارسوس نے لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ تمہارے لئے بھی دوسرا خیمہ نصب کیا گیا ہے تمہیں بھی اس خیمہ میں چلنا چاہیے

لبنیٰ کو سوائے اچھا کہنے کے اور چارہ ہی کیا تھا۔ وہ قیدی تھی اور قیدی کی کوئی رضا مرضی نہیں ہوتی۔

یہ سب اس خیمہ سے نکلے آفتاب نصف النہار تک قریب پہنچ گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیلی ہوئی تھی۔ آفتاب کی گستاخ کرنیں حور جمال لبنیٰ کے روشن چہرہ پر منعکس ہو رہی تھیں۔ اس کا چہرہ ایسا چمکنے لگا تھا جیسے اس وقت آفتاب چمک رہا تھا۔۔۔

تابش حسن نظر بچا کر اس کے چہرے کی طرف نہ دیکھنے دیتی تھی۔ یہ اس طرح سے چلے جس طرف ایک مختصر دستہ سواروں کا قیام پذیر تھا۔ چند خیمے درختوں کے سایہ میں کھڑے تھے۔

خیموں سے تھوڑے فاصلے پر گھوڑا گاڑیاں تھیں۔ چونکہ وہ جگہ کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ تھی اس لیے بہت جلد یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ ارسوس نے ایک مختصر خیمہ کی طرف اشارہ کر کے میروزہ سے کہا۔

"یہ خیمہ آپکے لئے تجویز کیا گیا ہے۔" میروزہ اس خیمہ کی طرف چلی۔ ارسوس نے میخائیل سے کہا "تم شہزادی صاحبہ کو انکے خیمہ تک پہنچا آؤ!!"

میخائیل بغیر جواب دئے شہزادی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ ارسوس لبنیٰ کو لے کر ایک شاندار خیمہ میں پہنچا۔

یہاں چند سنتری پہرہ دے رہے تھے۔ ارسوس نے ان سنتریوں سے مخاطب ہو کر کہا تم لوگ خیمہ سے چلے جاؤ۔ سنتری وہاں سے ہٹ گئے۔ ارسوس مع لبنیٰ کے اندر داخل ہوا۔ یہ خیمہ نہایت وسیع تھا۔ اس میں کاشانی مخمل کا فرش ہو رہا تھا۔ اور درمیان میں گدے دار کرسیاں پڑی تھیں۔ خیمے کی قناتات پر چاروں طرف کچھ ہتھیار اور ڈھالیں آویزاں تھیں۔

ایک کونہ مغرب کی جانب بچھی ہوئی تھی۔ خیمہ کی شان کہہ رہی تھی کہ "وہ کسی ذی شان کا خیمہ ہے"

ارسوس بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور لبنیٰ کرسیوں کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ ارسوس نے اس تمام رنگ کو دیکھا۔ وہ اسکا پر تمنا چہرہ دیکھنے میں منہمک تھا۔ لبنیٰ کو اس کا اس طرح سے بے باکانہ نظر پر دیکھنا ناگوار گزرا۔ وہ چاہتی تھی کہ "ارسوس کو اس بیباکانہ انداز سے دیکھنے کو روک دے"

لیکن اسے معلوم تھا کہ اسکی سرزنش کچھ کارگر نہ ہو گی۔ کیونکہ وہ قیدی ہے اور قیدی کی کوئی بات سنی نہیں جاتی۔ اس نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ اور اسکی دلفریب نظریں زمین پر لوٹنے لگیں۔ ارسوس دیر تک اسے ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا۔ کچھ وقفہ کے بعد وہ چونکا اور اس نے کہا "پیاری نازنین تم ابھی تک کھڑی ہو"

ارسوس محو دید ہو کر کچھ کھو سا گیا تھا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ ناز آفرین لبنیٰ کھڑی ہے۔ اسکی از خود رفتگی دور ہوئی تب اس نے مندرجہ بالا فقرہ کہا۔ لبنیٰ پھر بھی چپ رہی اسنے کہا۔

اے رشک خوبان یہاں آکر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔

لبنیٰ نے افسردگی سے کہا۔ میں ایک قیدی ہوں کرسی پر بیٹھنے کا کیا حق رکھتی ہوں۔

ارسوس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ تم قیدی نہیں ہو۔ ایسی خوبرو دوشیزہ لڑکی آنکھوں اور دلوں میں رکھنے کے قابل ہے۔

لبنیٰ اس بات کا کیا جواب دیتی وہ ارسوس کے تیور دیکھ کر پہلے ہی کھٹک گئی تھی اسنے اپنے دل میں کہا کہ میری خوبصورتی میرے لئے وبال جان ہو رہی ہے۔ کاش میں اسقدر خوبصورت نہ ہوتی۔

یہ انکو ہے اپنی صورت آفریں سے گلا ۔۔۔ غضب میں ڈالدیا لاجواب کر کے مجھے

ارسوس اسکی طرف بڑھا۔ اس نے کہا۔ پیکر جمال دوشیزہ تمہارے اسطرح سے کھڑے رہنے سے میرے دل کو تکلیف ہو رہی ہے۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔

اسوقت اس "عرب کے چاند" کے سر سے دوپٹہ کھسک گیا تھا جس سے اسکی سیاہ ریشم جیسی خمدار زلفیں نظر آنے لگی تھیں۔ اسکے بال گھونگھریالے تھے گوری پیشانی پر کچھ گستاخ بال جھک آئے تھے جو کہ نہایت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ لبنیٰ نے ایک ادائے جانانہ کیساتھ بائیں ہاتھ سے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ "آپکی مہربانی"

ارسوس نے از خود رفتگی کے انداز میں کہا۔ اے پارہ ماہ لڑکی تیری بھولی صورت نے میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو بہترین حسینہ ہے۔ دنیائے جہاں کی رونق ہے۔ تیری صورت دلفریب اور دلستان ہوشربا ہے۔ لبنیٰ پہلے سے ہی معلوم کر رہی تھی وہ اپنے حسن کی تعریف سنکر شرما گئی۔ اسکے شرمانے کی ادا۔ زاہدوں ولیوں اور فرشتوں کو لبھانے والی تھی۔ ارسوس تو بالکل ہی مر مٹا اور اس نے کہا۔

اے عرب کے چاند مجھ پر مہربانی کر۔ تیری بھولی صورت دلفریب ادائیں۔ بے تحاشا نگاہوں نے مجھے لوٹ لیا مسحور کر دیا۔ دیوانہ بنا دیا ہے لبنیٰ کے پیارے چہرے سے کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اور اس نے کہا۔ آپ شہزادہ ہیں۔ شریف عیسائی ہیں آپکو ایسی گفتگو زیبا نہیں ہے۔

ارسوس نے کہا۔ میں سب کچھ تھا۔ مگر اب مجھے تیری بھولی صورت پیاری اداؤں ہوشربا نگاہوں کو دیکھ کر کچھ بھی نہیں رہا۔

اب میں تجھ سے تیری مہربانی کا خواستگار ہوں۔ تیرا صرف ایک لفظ تسکین کیلئے کافی ہے۔ لبنیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔ میں مسلمان ہوں تم عیسائی۔ مذہب کی تفریق۔ معاشرت کی تفریق اور تمدن کی تفریق حائل ہے۔

ارسوس دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ لوگوں کو اپنا محکوم رکھنے مذہبی جذبات کے تحت میں محیر العقول کام لینے ایک قوم کو ایک مرکز پر جمع کرنے کیلئے نئے مذہب کا ڈھکوسلہ گھڑ لیا گیا ہے۔ یہ بڑے لوگوں کی جدت ہے۔

ارسوس کی گفتگو سے لبنیٰ کو حیرت ہوئی۔ اس نے ان لوگوں میں پرورش پائی تھی جو کہ مسلمان تھے۔ مذہب کے دلدادہ تھے۔ مذہب کے فدائی تھے۔ اور مذہب کیلئے ہر وقت سر بکف رہتے تھے۔ اسکی نظروں میں مذہب کی توقیر بے حد تھی۔ اس نے کہا مذہب کی تحقیر نہ کیجئے۔ مذہب خدا تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے جس طرح سے ایک بادشاہ کو اسکی رعایا ایک خاص نظام کی وجہ سے اسے اپنا بادشاہ مان کر اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اس طرح مخلوق مذہب کے تحت میں مذہبی پابندیوں کے ساتھ خدا کے وجود کی قائل ہوتی ہے اور اسکی عبادت کر کے اسے سراہتی ہے۔

ارسوس حیرت سے اس بت طناز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ حور جسم پیکر نور کا مرقع لاجواب ہو کر عاجز آ جائے گی لیکن اسکی گفتگو نے اسے بہت جلد بتا دیا کہ وہ عاجز آنے والی نہیں۔ بلکہ مذہبی باتوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے کہا۔ اچھا اگر مذہب واقعی کوئی چیز ہے تو عیسائی ہو سکتی ہو؟"

لبنیٰ۔ عیسائی مذہب اس صورت میں نہیں رہا جس کو حضرت عیسیٰ لیکر آئے تھے اس میں بہت کچھ تغیر و تبدل کر لیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا جاتا ہے حالانکہ خدا اس الزام سے پاک ہے۔ اسکے نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے۔ اسکی ذات ان باتوں سے مبرا و منزہ ہے۔

ارسوس: "لیکن تمہارا مذہب۔۔۔"

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ یہ مذہب نیا نہیں ہے۔ ابتدائے آفرینش سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہی مذہب چلا آتا ہے۔ اصول پر غور کیجئے آدم علیہ السلام کا عقیدہ تھا کہ خدا ایک ہے، تمام مخلوق کا تنہا مالک ہے، اور پیدا کرنیوالا ہے، وہی عبادت کے لائق ہے۔ اسی کی تلقین تمام انبیاء علیہم السلام کرتے چلے آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا بھی یہی مقولہ تھا۔ جب مسیحی اس سے بھٹک کر دور جا پڑے، مشرک بن گئے، انہیں خدا کا بیٹا کہنے لگے تو خدا نے حضرت محمد صلعم کو مبعوث فرمایا۔

انھوں نے اسلام کو نئے سرے سے نئے رنگ میں پیش کیا۔ اور سابقہ تمام کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ نئی کتاب قرآن شریف نازل ہوگیا۔ اس کتاب میں گذشتہ انبیاء اور صحائف کا ذکر ہے۔ یہ مذہب نیا کیسے ہوا۔

ارسوس اس کو نہایت حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اسکی تقریر اسے تعجب میں ڈال رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو اس نے کہا۔ اے عرب کے چاند! تو عیسائی ہونے سے تو شہزادی ہو جائے گی۔ عیسائی دنیا تیری قدر کرے گی۔ سیم و زر تیری ٹھوکروں میں پڑے ہوں گے۔ موتی ہیرے جواہرات اور لعل تیری ضرورت سے زیادہ بخش دیئے جائیں گے۔ خادم غلام کنیزیں تیری خدمت کے لیے ہوں گے۔ ملکہ تا . . . .

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ دولت عشرت کا پیش خیمہ ہے عشرت گناہوں کی جڑ ہے۔ گناہوں سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ دولت کی خواہش حرص کے بندے کیا کرتے ہیں۔

ارسوس۔ اگر تو میری محبت کا اقرار کرے تو میں مسلمان ہو جاؤں۔

لبنیٰ۔ کسی غرض کو لیتے ہوئے مسلمان ہونے سے کچھ نفع نہیں۔

ارسوس نے انتہائی حیرت سے اسے دیکھا وہ دیر تک دل میں حیرت لیے بے قرار رہا۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے کہا۔ لبنیٰ میں تجھے آزماتا تھا۔ دیکھتا تھا تو میرے مذہب پر کیا کہتی ہے میں عیسائی ہوں اور راسخ عیسائی۔ کسی طرح سے بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے تجھ سے محبت ہوگئی ہے تو بھی میری محبت کا اقرار کرلے۔ دمشق ارکی حکومت تیرے قدموں پر ڈال دی جائے گی۔

لبنیٰ۔ مجھے حکومت کی خواہش نہیں ہے۔

اب ارسوس کو غصہ آنے لگا۔ اس نے قدرے ترش روئی سے دریافت کیا۔ کیا تم کسی طرح میری محبت کا اقرار نہ کرو گی؟

لبنیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ کسی طرح نہیں۔

ارسوس کو طیش آگیا۔ اس نے کہا یہ بخت لڑکی تو قتل کر دی جائے گی۔

لبنیٰ نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔ بےحیائی کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے ارسوس نے دانت پیستے ہوئے تلوار میان سے کھینچ کر بلند کی۔ اس نے انتہائی غیظ بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ او اجل گرفتہ سر جھکا۔ لبنیٰ نے اپنا نازک سر جھکا دیا اس کے چہرہ سے خوف و انتشار کے بجائے خفیف سی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ غالباً وہ کلمہ پڑھ رہی تھی۔ ارسوس نے اسے دیکھا۔ وہ اسکو مرنے کیلئے تیار دیکھ کر کمال متحیر ہوا۔ اس نے تلوار میان میں کرتے ہوئے کہا۔ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تیرا ایک ہی وار میں خاتمہ کر دوں۔ ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ میں تجھے سخت سے سخت تکالیف دے دیکر ماروں گا۔ دہشوار کے قلعہ میں لیجا کر تجھے تنگ و تاریک جیل خانہ میں قید کر دوں گا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ لبنیٰ نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک ارسوس کھڑا رہا اور اسے گھورتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ خیمے سے باہر چلا گیا۔ لبنیٰ سرو قد کھڑی ہو گئی۔ اور اپنی حالت پر غور کرنے لگی۔

وہ نازک تھی۔ نازآفرین تھی۔ زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے اسکے نازک پاؤں دکھنے لگے تھے۔ مگر وہ بیٹھی نہیں کھڑی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر ارسوس خیمہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک اور مسیحی آرہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کی زنجیر تھی۔

ارسوس نے کہا۔ یہ عرب دوشیزہ قیدی ہے۔ نہایت سرکش و مغرور، مدنع گستاخ اور عیار ہے۔ مجھے اس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہے اسے زنجیروں میں جکڑ کر سامنے والے خیمہ میں قید کر دو۔

خیمہ کے باہر پہرہ لگا کر سنتریوں کو ہدایت کر دو کہ اسکی نگرانی سے ہرگز ہرگز بھی غفلت نہ کریں۔

اس نے سر تسلیم خم کیا۔ وہ آگے بڑھا۔ اس نے خوروشہ لبنیٰ کے ہاتھوں میں زنجیر ڈال دی غریب بے بس و بیکس لڑکی کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے لیکن اس نے ضبط کیا۔ وہ آنسو پی گئی یہ ظالم و بیرحم شخص اس حورا د اسلم دوشیزہ کو لیکر خیمہ سے باہر نکلا اور دوسرے مختصر خیمہ میں لے جا کر اسے قید کر دیا۔ وہ بقیہ دن اور دوسرا دن ارسوس وہیں رہا تیسرے دن صبح سویرے ہی اس نے کوچ کیا۔

اس کا لشکر مختصر تھا۔ صرف دو سو سوار تھے۔ تمام سوار سردار بلکہ خود ارسوس گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس نے یہ عنایت کی کہ ایک گھوڑے پر لبنیٰ کو سوار کر دیا۔ اور ایک گھوڑے پر بیسرو بیٹھی۔

مختصر لشکر دہشوار کی جانب روانہ ہوا۔ مظلوم لبنیٰ کے ہاتھوں میں اس وقت بھی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔

دہشوار یہاں سے فاصلہ پر تھا۔ وہ تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ جب آفتاب بلند ہو کر نصف النہار پر پہنچ گیا۔ اور اس کی ترچھی کرنیں شعاعیں بالکل سیدھی ہو گئیں تو یہ لوگ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک چھوٹی پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

چونکہ دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ تیز پڑ رہی تھی۔ ہوا بالکل بند تھی۔ اس لیے گرمی زیادہ ہو گئی تھی۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے ان سب کو پسینہ آ رہا تھا۔ ان لوگوں نے پہاڑی کا کچھ تھوڑا ہی سا حصہ طے کیا تھا کہ انکے گھوڑے چونکے۔

انہوں نے کنوتیاں کھڑی کیں۔ سوار سنبھلے۔ ارسوس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ قریب ہی کوئی خونخوار جانور ہے۔

ابھی کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ کہ دفعتاً اللہ اکبر کے ہیبتناک نعرہ کی آواز آئی۔

اس نعرہ سے آواز بازگشت پیدا ہوئی زمین ہل گئی اور پہاڑی لرز گئی۔ مسیحی لرزنے لگے۔ گھوڑے کانپ گئے عیسائیوں نے حیرت اور خوف بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھ

جس طرف سے نعرہ کی آواز آئی تھی۔ اس طرف سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آرہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے ایک چٹان کے پیچھے سے مسلمان نمودار ہوئے۔ وہ نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑاتے بڑھے چلے آرہے تھے۔

جب وہ سب چٹان کے پیچھے نکل آئے۔ عیسائیوں نے دیکھا۔ وہ کل ساٹھ سوار تھے پہلے تو عیسائی سخت خوفزدہ ہو گئے تھے۔ مگر جب انھوں نے اس قدر کم مسلمان دیکھے تو انکا خوف جاتا رہا۔ اورارسوس نے کہا۔ دلیروان گنتی کے چند مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالو عیسائیوں نے دونوں لڑکیوں کو پیچھے کر دیا۔ اور خود آگے بڑھ کر تلواریں میانوں سے کھینچ لیں مسلمان بھی قریب آکر رکے۔ انھوں نے بھی تلواریں بلند کیں۔ دونوں فریقین بڑھے۔ تلواریں جھکیں اور جنگ شروع ہوگئی۔

چوتھا باب

"کامیابی"

قصہ کا سلسلہ قائم رکھنے کے لیے کچھ پچھلے واقعات بیان کرنے ضروری ہیں۔ جب سعد، حزار اور ان کے دو سو ہمراہی مسیب ورافع کی کوششوں سے عیسائیوں کے پنجہ سے آزاد ہو گئے تھے۔ اور انھوں نے ان عیسائیوں کو بھی شکست دیدی تھی۔ جو فضل بن عباس کے سامنے سے بھاگ کر آئے تھے۔ وہ مظفر ومنصور ہوکر واپس لوٹے تھے مگر اس فتح پر خوش نہیں تھے۔ بلکہ ملول و افسردہ خاطر غمگین تھے۔ کیونکہ پری زاد دلہنی اور نوجوان ریاض کو انھوں نے کھو دیا تھا۔ وہ انہیں نہ مل سکے تھے۔ چونکہ انکے متعلق کوئی علم نہ تھا جو عیسائی اسیر ہوئے تھے۔ وہ خود ناواقف تھے۔ وہ بھی انکے متعلق کچھ نہ بتا سکے تھے اسلیے مجبور ہوکر وہ لوٹ آئے تھے۔

یوں تو سارے ہی مسلمان آزردہ تھے لیکن سعد کو سب سے زیادہ غم تھا۔ وہ اس قدر بیقرار تھا۔ کہ ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ اسے کیسے چین آسکتا تھا کیونکہ اسکی منگی

ہمشیرہ عیسائیوں کے پنجے میں پھنس گئی تھی۔ اس کا دوست جس کے لئے وہ اپنا سب کچھ نثار کرسکتا تھا بے رحم عیسائیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو چکا تھا۔ وہ جس قدر بھی غمگین اور بےچین رہتا حق بجانب تھا۔

اس کی بےچینی غمگینی اور تڑپ مسلمانوں سے دیکھی نہ جاتی تھی خصوصاً حضرت خالدؓ سے وہ اسے تسلی دے کر سمجھا بجھا کر اس کے غم کے خیال کو بھلانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جو غم اٹھتے بیٹھتے بے قرار کر رہا تھا۔ جس نے دل میں ناسور کر دیا تھا وہ کیسے بھلایا جا سکتا۔

سعد کے دل پر اس کی ہمشیرہ۔ اس کے دوست کی یاد کا چرکا لگا ہی تھا اس نے کسی وقت کھانا نہ کھایا یا غم اٹھانے کھانا نہ کھانے سے وہ اس قدر مضمحل ہو گیا تھا کہ بیمار سا نظر آنے لگا تھا۔

خالدؓ سے اس کی یہ کیفیت نہ دیکھی گئی۔ انہوں نے جاسوسوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ لبنیٰ اور ریاض کا پتہ لگا کر لائیں ان سے انعام کا وعدہ لیا گیا۔ انہوں نے اقرار کیا اور روانہ ہو
مسلمانوں کے جاسوس وہ عیسائی تھے جن پر مسلمانوں نے بہت احسان کئے تھے پھر جاسوسی محض احسان ہی کے صلے میں نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کو اس کے معاوضہ میں گرانقدر انعام بخشے دی جاتی تھیں۔ وہ نہایت خوشی سے جاسوسی کی خدمت انجام دیتے تھے کئی دن کے بعد سراغرساں واپس آئے۔ انہوں نے کہا لبنیٰ اور ریاض اس وقت تک قید میں ہیں۔ ریاض کو قربان گاہ پر زندہ چڑھایا جائے گا۔ اور لبنیٰ کو ... استقام تک قید رکھا جائے گا۔ دونوں خبریں حوصلہ شکن تھیں۔ سعد کو بے حد رنج ہوا مگر وہ مجبور تھا۔ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ لبنیٰ کی طرف سے اسے قدرے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ ابھی قید رکھی جائے گی لیکن ریاض کے بھینٹ چڑھائے جانے کی خبر نے اسے بہت زیادہ غمزدہ کر دیا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ بیدرد و بےرحم مسیحی بھینٹ چڑھائیں گے وہ نماز پنجگانہ کے بعد پہلے ریاض اور پھر لبنیٰ کے بخیریت رہنے اور دوبارہ آملنے کی دعائیں مانگتا تھا۔ ایک دن جبکہ وہ نماز مغرب پڑھ کر آیا تھا۔ خالدؓ نے اسے بلایا۔ وہ ان کے خیمے پر پہنچا

خالدؓ نے کہا۔ ایک خوشخبری سن لو!!

سعدؓ نے ایسی غمزدہ اور افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا گویا ان کیلئے خوشخبری کی کوئی امید نہ تھی۔ خالدؓ انکی درد بھری نگاہوں کو دیکھ کر بیقرار ہو گئے انھوں نے کہا سعد بالکل مایوس نہ ہو جاؤ۔ خدا پر بھروسہ رکھو وہ بہتر کریگا۔ مجھے خدا کی ذات پر قوی امید ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دوستوں کی طرف سے بالکل مایوس نہ ہونے دیگا یہ اسکی طرف سے آزمائش ہے۔ ابتلاء آزمائش کے لئے ہی ہوتی ہے بے صبر ہو کر گنہگار نہ بنو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔

ترجمہ (اے محمد صلعم) اور صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سناؤ۔ جب انھیں مصیبت پہنچے وہ کہیں کہ ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگ مبارکبادی کے قابل ہیں۔ خدا کی طرف سے رحمت کے حقدار وہی ہیں اور راہ پر ہیں۔

سعدؓ نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس خوف سے ضبط و صبر کر رہا ہوں میں ہی جانتا ہوں کہ کسقدر مجھے غم ہے۔ حیرت ہے کہ میں وفور غم سے ہلاک کیوں نہیں ہو جاتا۔

خالدؓ۔ قبل از وقت کوئی ہلاک نہیں ہو سکتا۔ سنو لبنیٰ بخیریت ہے۔ ارسوس والیٔ دہشوار کی حراست میں دہشوار جانے والی ہے۔

سعدؓ۔ غور سے سن رہا تھا۔ اس نے دریافت کیا وہ کہاں ہے؟

خالدؓ۔ دہشوار سے دوسری طرف جس جگہ عیسائیوں کا کیمپ ہے۔

سعدؓ۔ وہاں کیوں؟

خالدؓ۔ وہ ارسوس کی حراست میں دی گئی ہے۔ ارسوس بد نظر اوباش ہے۔ وہ قیدلارس کی ہمشیرہ میروزا اور لبنیٰ کو حراست میں لئے کسی خاص مقصد سے پڑا ہے۔

سعدؓ۔ اسکے ہمراہ کسقدر لشکر ہے؟

خالدؓ۔ بہت تھوڑا صرف دو سو سوار۔

سعدؓ نے جلدی سے کہا۔ بس تو مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے قبیلہ کے پچیس سوار لیکر روانہ ہو جاؤں۔

خالدؓ۔ پچیس نہیں سو سوار لے جاؤ۔

سعدؓ۔ تو کیا کرنے ہیں۔ اول تو اتنے لوگ تیز نہ دوڑ سکیں گے دوسرے اندیشہ ہے کہ مبادا عیسائیوں کے سراغرساں جو کہ ہمارے لشکر میں بکھرے پڑے ہیں اتنے آدمیوں کو روانہ ہوتے دیکھ کر کچھ کھٹک نہ جاویں۔ اور ہماری روانگی کی اطلاع عیسائیوں کو نہ کردیں۔

خالدؓ۔ یہ سچ ہے۔ اچھا تم ساٹھ مسلمانوں کو لے جاؤ۔ آدھی رات کے بعد کوچ کرو۔ بہت احتیاط سے روانہ ہونا میں عشاء کی نماز کے بعد اس جاسوس کو جس نے یہ خبر مجھسے بیان کی ہے تمہارے خیمہ پر روانہ کردوں گا۔ وہ رستہ سے بخوبی واقف ہے تمہیں ایسے راستہ سے لے جائیگا جو قریب بھی ہو اور خطرہ بھی نہ ہو۔

سعدؓ نے کہا بہتر ہے۔ اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمہ میں آیا۔ اس نے اپنے غلام کے ذریعہ سے ساٹھ آدمیوں کو بلایا۔ وہ آگئے تو اس نے کہا مجھے ایک خفیہ مہم پر جانا ہے صرف ساٹھ آدمی لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے۔ ساٹھ آدمیوں کو اسی لئے بلوایا ہے اگر تم مناسب سمجھو تو میرے ہمراہ چلو۔"

ایک شخص نے کہا۔ آپکی مہربانی ہے۔ آپ نے ہمیں خفیہ مہم پر جانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ اس انتخاب پر ہم آپکا بے پایاں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم سب کے سب آپکے ہمراہ چلنے کے لئے بسروچشم تیار ہیں۔

سعدؓ۔ کسی صاحب کو کوئی اعتراض ہو تو نہ جائیں۔

سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا کسی کو اعتراض نہیں۔ اور اگر آجکل کے مسلمان ہوتے تو پہلے یہ دریافت کرتے کہ کیا کام ہے؟ کہاں جانا ہے؟ کوئی اندیشہ تو نہیں۔ اور کسقدر فاصلے پر جانا ہوگا۔

جب ہمیں ان کے تمام سوالات کا تسلی بخش جواب ملتا تو شاید کہتے کہ اتنی دور جبکہ غنیم ملک میں عیسائی زمین کے چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسی جرأت حماقت ہے

بنی ہے۔ اسی بحث و مباحثہ میں افشائے راز ہو جاتا۔ اور اول تو کام پر روانہ ہی نہ ہوتے۔ اور اگر روانہ بھی ہوتے تو ناکام واپس آتے۔

لیکن وہ قرون اولیٰ کے مسلمان تھے انھیں کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو کام تب دیا جاتا کرنے پر تیار ہو جاتے تھے۔ بحث و تحمیص کو محض تضیع اوقات جانتے تھے۔

سعدؓ نے ان لوگوں سے کہا۔ آج ہی آدھی رات کے وقت روانہ ہونا ہے۔ آپ جا کر تیاری کرلیں لیکن نہایت خاموشی کیساتھ کسی کو آپکی تیاری اور کہیں روانہ ہونیکی خبر نہ ہونے پائے۔ آدھی رات کو آپ خود بخود گھوڑوں پر سوار ہو کر تشریف لے آویں۔

سب نے بہت اچھا کہا۔ اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ سعدؓ نے اپنی زرہ نکالی ہتھیار اٹھائے۔ انھیں صاف اور صیقل کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسود ریاض کا غلام حاضر ہوا۔ اسکے بشرہ سے بھی غم و فکر کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

اس نے حضرت سعدؓ سے کہا۔ مجھے سالار اعظم نے بتایا ہے کہ آپ آدھی رات کو کسی مہم پر جانے والے ہیں کیا آپ مجھے اپنے ہمراہ لے چلیں گے۔

سعدؓ نے کہا۔ اسود آؤ بیٹھو۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ لیلیٰ دو سو عیسائیوں کی حراست میں قلعہ دمشق جا رہی جانیوالی ہے۔ میں خدا کا نام لیکر اسکی رہائی کیلئے جانیوالا ہوں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو چلو میں بڑی خوشی سے اپنے ساتھ لے چلوں گا۔

اسود بیٹھ گیا۔ اس نے کہا میں ضرور آپ کے ساتھ چلوں گا۔ میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ میں اپنے آقا ریاض کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ شاید اس حیلہ سے میں ان تک پہنچ جاؤں۔

سعدؓ۔ ضرور چلو تیار ہو کر آ جاؤ۔

اسود اٹھ کر چلا گیا۔ سعدؓ پھر ہتھیار صیقل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد عشاء کی نماز ہوئی۔ اس نے ہتھیار اور زرہ کو سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور نماز پڑھنے کیلئے روانہ ہوا۔ مسلمانوں نے نماز کیلئے پہاڑی کے دامن میں ایک وسیع میدان تجویز کر رکھا تھا۔ تمام مسلمان اذان سنتے ہی اس میدان میں آ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب سعدؓ اس

میدان میں پہنچا تو ہزاروں مسلمان آچکے تھے۔ اور ہزاروں آرہے تھے۔

لوگوں کے آنے کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ اس طرح تیز تیز قدمی سے لپکے چلے آرہے تھے۔ جیسے کہ اس میدان میں کوئی نعمت بٹنے والی ہے اور وہ اسے حاصل کرنے کیلئے جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتے ہیں۔ چشم زدن میں مسلمانوں سے وہ میدان لبریز ہو گیا سب نے وقت معینہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر سعدؓ اپنے خیمہ پر آیا۔ انکے آتے ہی انکا غلام حاضر ہوا اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ سعدؓ نے بھوک نہ ہونے کا عذر کر دیا۔

غلام نے کہا۔ یا سیدی۔ آپ مہم پر روانہ ہونے والے ہیں۔ نہ معلوم کیا واقعہ پیش آئے اور کب کھانا ملے۔ اسلئے تھوڑا بہت کھا لیجئے۔ کھانے سے قوت بنی رہتی ہے سعدؓ کو غلام کی یہ بات پسند آئی اسلئے اس سے کھانا لانے کیلئے کہا۔ غلام چلا گیا۔ اور بہت جلد کھانا لیکر حاضر ہوا۔ سعد نے جس قدر اسے بھوک تھی کھایا۔ غلام بچا ہوا کھانا لیکر چلا گیا۔ سعدؓ بیٹھ کر کچھ غور کرنے لگے۔

غالباً وہ مہم سر کرنے کی تدبیر سوچنے میں مستغرق تھا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک عیسائی خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے سعدؓ کو سلام کیا۔ سعد سمجھ گئے کہ یہ وہ جاسوس ہے وہی جاسوس جس کو حضرت خالدؓ نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا آؤ بیٹھ جاؤ۔ عیسائی ان سے کسی قدر فاصلے پر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سعدؓ کے خیمہ میں کمبلوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اسے اس پر کچھ تعجب نہ ہوا۔ کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا۔ کہ مسلمانوں کے سپہ سالار کا خیمہ بھی کمبلوں سے مزین تھا۔

اگرچہ مسلمان متمول ہو گئے تھے۔ انکے پاس دولت کی کمی نہ رہی تھی۔ وہ اپنے خیموں میں قالین اور مخمل کا فرش بچھا سکتے تھے لیکن وہ عیش و عشرت میں غرق ہونا نہ چاہتے تھے۔ انکی معاشرت سادہ تھی۔

سعدؓ نے کہا۔ تم بن بنی کی خبر لیکر آئے ہو۔

عیسائی نے جواب دیا۔ جی ہاں۔

سعدؓ۔ ہمیں کتنی دور چلنا ہوگا؟

عیسائی۔ شاید پندرہ میل۔

سعدؓ نے متحیر ہو کر اس عیسی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پندرہ میل! سنا ہے کہ اتنے فاصلہ پر تو قلعہ دمشوار بہی ہے۔

عیسائی۔ جی نہیں۔ دمشوار صرف دس میل کے فاصلے پر ہے۔ اور دمشوار سے پندرہ میل دور ارسوس خیمہ زن ہے۔

سعدؓ۔ اس طرح بھی وہ ہم سے پچیس میل کے فاصلے پر ہے۔

عیسائی۔ جی ہاں لیکن ہمیں دمشوار کیا لینے جانا ہے۔ ہم سیدھے اس پہاڑی کے دامن میں چل کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ سیدھا چلنے سے ہمیں دس میل کی مسافت بچ جائے گی۔

سعدؓ۔ شاید تم یہاں کے راستے سے بخوبی واقف ہو۔"

عیسائی۔ میں اس سرزمین کے چپہ چپہ کو جانتا ہوں۔ اشموئین میرا وطن ہے۔

سعدؓ۔ کیا یہ وہی اشموئین ہے جہاں کا بادشاہ شاؤل ہے۔

عیسائی۔ جی نہیں۔

سعدؓ۔ تم نے لبنیٰ کو تو نہیں دیکھا۔

عیسائی۔ دیکھا ہے۔

سعدؓ نے اشتیاق آمیز نظروں سے عیسائی کو دیکھ کر دریافت کیا۔ تم نے اسکو کیسا پایا!

عیسائی۔ نہایت غمزدہ۔ غریب بیکس دوشیزہ کو بار غم کچلے ڈالتا ہے۔

سعدؓ کو قلبی صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ہونٹوں پر خشکی دوڑ گئی۔ اس نے ضبط کیلئے اپنے لبوں کو دانتوں میں دبا لیا۔

عیسائی نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ان سے کہا۔ غم نہ کیجئے۔ آپ اس مظلوم حسینہ کو چھڑا لیں گے۔

سعدؓ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ خدا کرے میں اسے چھڑا سکوں۔ اسکے بعد تھنعد

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی جب آدھی رات کا عمل ہوا۔ تو ان دونوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آدھی رات آگئی ہے میرے ہمراہ جانے والے لوگ تیار ہو کر آگئے ہیں۔

عیسائی نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا غلام حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ سب ہی مجاہدین تیار ہو کر آگئے ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ تیار ہی تھا۔ اس نے زرہ بکتر پہنا، ہتھیار لگائے اور عیسائی کو ساتھ لیکر باہر آیا۔ اس نے [illegible] مجاہدین اسلام کو گھوڑوں پر سوار دیکھا۔ غلام نے ایک گھوڑے پر پہلے سے ہی زین کس رکھا تھا۔ سعد اور عیسائی دونوں [illegible] گھوڑوں پر [illegible] ہی اسود بھی آگیا۔

[illegible] اس وقت آدھی رات [illegible] رنگین تھی۔ اندھیری رات [illegible] اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

چاروں طرف [illegible] ہو گیا تھا [illegible]

[illegible] آجاتی تھی [illegible] ساکت تھی۔

یہ لوگ نہایت تیزی سے چلے جا رہے تھے [illegible] آگے تو [illegible] اختیار کیا تھا جو پہاڑ کے دامن تک [illegible]

صبح تک یہ لوگ برابر چلتے رہے۔ جب صبح صادق کے آثار ظاہر ہوئے اور مشرق سے زردی نما سفیدی نمودار ہوئی، پرندوں نے چہچہا کر صبح کی آمد کا پیغام دینا شروع کیا۔

تھا۔ ایک چشمہ کے کنارے پہنچ کر گھوڑوں سے اترے۔

حوائج ضروریہ سے فراغت کر کے صبح کی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور ایک درہ میں گھس کر پھر چلنے لگے۔ پھر تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد راہبر نے ان کو روک لیا۔

اس جگہ ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر آرام کر لو۔ میں عیسائیوں کی خبر لے آؤں۔ جاسوس یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گیا۔ مسلمان گھوڑوں سے اتر کر سبزہ زار [illegible] کے اوپر بیٹھ گئے۔

یہ جگہ نہایت پر فضا تھی۔ ہرا بھرا سبزہ زار تھا۔ درختوں کے جھنڈ کثرت سے کھڑے تھے۔ گو یہ دوپہر کا وقت قریب آ گیا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ [illegible] درختوں کے [illegible] تھی۔

مسلمانوں کو وہاں بیٹھے [illegible] زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ عیسائی واپس آ گیا اس نے قریب آ کر کہا۔ مسلمانو ہوشیار [illegible] روانہ ہو چکے ہیں [illegible] کے قریب آ [illegible] تم سے کتنے فاصلے پر ہیں؟

عیسائی [illegible]

[illegible] تم نے [illegible]

عیسائی [illegible] دور [illegible]

[illegible]

مسلمانوں نے [illegible] مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ عیسائی [illegible] ایک بہت بڑی چٹان کی آڑ میں چھپ گئے۔ ابھی [illegible] طرح [illegible] گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی جو کہ دم بدم قریب ہوتی جا رہی تھی مسلمان سنبھل گئے۔ ہوشیار ہو گئے۔

جب [illegible] بالکل قریب آ گئی۔ تو عیسائی نے کہا۔ اب ہمیں ان پر حملہ کرنا چاہیے [illegible] مسلمان بڑھے۔ وہ چٹان سے آگے نکلے عیسائیوں نے انہیں دیکھا۔ یہ عیسائی [illegible]

اور اسکے ہمراہی تھے۔ پہلے تو وہ مسلمانوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہوئے لیکن جب انھیں مسلمان تھوڑے نظر آئے تو ان کا خوف جاتا رہا۔ ارسوس نے کہا۔ دلیرو ان گنتی کے چند مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالو۔

عیسائی فوراً مسلمانوں کی طرف جھپٹے۔ مسلمان انکی طرف لپکے فریقین نے تلواریں کھینچ لیں۔ اور نہایت خونریز جنگ شروع ہوگئی۔

عیسائی اس خیال سے کہ مسلمان تھوڑے ہیں نہایت بیباکی سے ان پر حملہ آور ہوئے مسلمان ایسے عزم و استقلال سے جیسے کہ انھیں یہ کام ختم ہی کرنا ہے بڑھ بڑھ کر مصروف پیکار ہوگئے۔

سعد نہایت جوش۔ دلیری اور شجاعت سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ جس پر بھی حملہ کرتے تھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔ [illegible] اور وہ تمام عیسائیوں کو قتل کرنا چاہتا تھا عیسائیوں کی [illegible] کے ساتھ لڑ رہا تھا۔

[illegible] گویا اسی تنہا نے ہی تمام عیسائیوں کو قتل [illegible] کے لئے [illegible] [illegible] عیسائیوں کو قتل کر ڈالنا تھا۔ [illegible] شجاعت سے لڑ رہے تھے سب یہی چاہتے تھے [illegible] کچھ معلوم کر [illegible] تھے۔ [illegible] رہے تھے۔

[illegible] جوش میں آ کر اور [illegible] حملہ کر رہے تھے [illegible] عیسائی کی تلوار [illegible] [illegible] اور مزید شدت سے حملہ کئے [illegible] نہایت زور [illegible] تھی۔ [illegible] رہے تھے۔

آلات حرب کی جھنکار ہو رہی تھی۔ قومی نعرے لگائے جا رہے تھے۔ ان تمام [illegible] سے تمام میدان گونجنے لگا تھا۔

ارسوس عیسائیوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہا تھا۔ وہ خود بھی لڑ رہا تھا۔ عیسائی اس کی آواز پر جوش میں ابھر ابھر کر حملے کر رہے تھے۔ اسود نے ارسوس کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف بڑھا۔

دو تین عیسائی سد راہ ہو گئے۔ وہ ان سے بھڑ گیا۔ اس نے ان تینوں کو کاٹ کر ڈالا۔ اب وہ بڑھ کر ارسوس کے پاس پہنچ گیا۔ ارسوس نے اسے اپنے قریب دیکھا۔ اپنی تلوار ماری۔ اسود نے ڈھال بڑھا دی تلوار ڈھال سے چھٹ کر گھوڑے کی گردن پر پڑی۔ گھوڑے کی آدھی گردن کٹ گئی۔ گھوڑا ایکدم گرا۔ اور اسود کو کودنے کا موقع نہ ملا۔ وہ گھوڑے کے نیچے دب گیا۔

فوراً دو عیسائی گھوڑوں سے نیچے آ گئے۔ انہوں نے اسود کو [illegible] باندھ کر ایک گھوڑے پر لاد دیا۔ [illegible] مسلمانوں نے عیسائیوں کی یہ کارروائی دیکھی۔ وہ [illegible] نہایت جوش سے حملہ کر رہے تھے۔

عیسائیوں نے پوری طاقت سے ان کے حملوں کو روکا [illegible] وہ روک رہے تھے ان کے [illegible] کی [illegible] عیسائی گھبرا گئے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ مسلمان بڑھتے رہے۔

انہوں نے ایک زور کا حملہ کیا جس سے عیسائیوں کے قدم [illegible] اور [illegible] ہوئے مسلمانوں نے بڑھ کر عیسائیوں [illegible] اور [illegible] کے ساتھ [illegible]۔

ارسوس جنگ کی یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گیا۔ وہ جنگ [illegible] بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے عیسائی بھاگ گئے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور وہ دور تک انہیں مارتے کاٹتے چلے گئے۔ عیسائی ایسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے کہ وہ مسلمانوں کی زد سے باہر نکل گئے۔

وہ اس گھوڑے کو بھی نہ پا سکے جس پر اسود کو باندھ دیا گیا تھا۔ مسلمان اس [illegible] کہ کہیں اور کوئی [illegible] عیسائیوں کا ان کی مدد کیلئے [illegible] انہوں نے [illegible] کی [illegible] کے غلام کو بھی کھو دیا۔

مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے۔ [illegible] دلہن کے پاس گیا۔ دلہن گھوڑے سے نیچے اتر آئی۔

سعد بھی اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ وہ لبنیٰ کی طرف بڑھا۔ لبنیٰ آغوش کشادہ ہو کر اس کے پاس آئی، اور آہ بھائی کہتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب جاری [illegible] سسکیاں [illegible] سعد اگرچہ مرد تھا، مستقل مزاج تھا، مگر [illegible] اپنی ہمشیرہ سے ملنے اور [illegible] سے چشم پر نم ہو گیا۔

دیر تک [illegible] سینہ سے لگائے رہا [illegible] آہستہ اپنی آغوش سے الگ کر کے [illegible] کہا۔

بہن [illegible]

لبنیٰ اب [illegible] میں نہیں۔ دل خود [illegible] جاتا ہے۔

[illegible]

سعد نے کہا [illegible]

[illegible]

لبنیٰ [illegible]

[illegible]

البتہ چند ایک مسلمان زخمی ہو گئے تھے۔ اسود اسیر ہو گیا۔

پانچواں باب

ایک اور اسیر محبت

سعدؓ اور ان کے ہمراہی نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ انہیں اپنا تعاقب کئے جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے جس قدر تیز وہ چل سکتے تھے چلے جا رہے تھے۔ لبنیٰ، میرونا، سعدؓ و مسلمانوں سے تقریباً ایک فرلانگ آگے بڑھے ہوئے چپ چاپ جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے مسلمان چار چار کی قطار میں آ رہے تھے۔

باوجودیکہ لبنیٰ عیسائیوں کی قید سے آزاد ہو گئی تھی۔ اور اپنے بھائی کے ساتھ جا رہی تھی۔ اسے خوش ہونا چاہئے تھا لیکن وہ خوش نہ تھی اس کے چہرہ سے حزن و ملال کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ ہونٹوں یا آنکھوں سے غم و اندوہ ٹپک رہے تھے۔ وہ اب بھی غمگین معلوم ہوتی تھی لیکن اس غمگینی میں بھی وہ کچھ دلربا معلوم ہوتی تھی

اگرچہ ایک انسان جو ذی ہوش ہوتا ہے اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے کسی کو آزردہ نہیں دیکھ سکتا حتی الامکان اس کے خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ ایک پری زاد کا ہنستا ہوا چہرہ نہایت دلکش معلوم ہوتا ہے لیکن خفگی اور خصوصاً بناوٹی خفگی خندہ پیشانی سے بھی زیادہ سبقت لے جاتی ہے اور کبھی کبھی حسینوں کی غمزدہ صورت بھی بہت پیاری معلوم ہونے لگتی ہے۔

لبنیٰ جو چاند تھی۔ غلط چاند سے زیادہ روشن دلفریب اور دلکش تھی۔ اسوقت غمزدہ تھی۔ مگر وہ اس حالت میں بھی بڑی ہی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ لبنیٰ کی آزردگی حق بجانب تھی اسے ریاض سے محبت تھی۔

ریاض عیسائیوں کے پنجہ میں اسیر تھا۔ اس کے لئے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے جانے کا حکم ہو چکا تھا۔ غریب دوشیزہ کو ریاض کی محبت بیقرار کئے ہوئے تھی۔

جس وقت میرونہ گرفتار کی گئی تھی۔ وہ سخت غمزدہ تھی۔ اسکے چہرہ کی بشاشت خواب ہو گئی تھی۔ شہابی رنگ پرواز کر گیا تھا۔ غم اور غصّہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اب تھوڑی ہی دیر میں اس کی حالت میں انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ غم و فکر رخصت ہو گئے تھے۔ چہرہ پر بشاشت ٹپکنے لگی تھی۔ گورے اور چکنے گالوں پر سرخی جھلک آئی تھی۔ [illegible] آنکھوں میں کہربائی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

یہ محبت کی افسوں کاری تھی۔ جب سے اس نے سعد کو دیکھا تھا۔ اسکے دل [illegible] محبت اثر کر گئی تھی۔ وہ دردیدہ نگاہوں سے [illegible]

[illegible]

سعد۔ [illegible] کون ہے؟

لبنیٰ [illegible] سعد نے [illegible]

[illegible]

سعد نے میرونہ کی طرف دیکھا۔ وہ محبت بھری نظروں سے سعد کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس کی خدنگ افگن نظروں سے مجروح ہو گیا۔ اس نے اس عورت کی [illegible] دریافت کیا۔

یہ حور جبین کون ہے؟

میرونہ۔ اقسطیا کا بادشاہ ہے۔

مسعود نے کچھ عرصہ غور کرنے کے بعد پہچان لیا کہ یہ وہی ہے۔ جو اس دن [illegible]

[illegible] تھا جس نے [illegible] میرونہ نے بے ساختگی سے کہا

[illegible]!

[illegible] ہو گیا۔ اس سے تخت

[illegible] ناخوش نہ ہو جائے کہ اسکے

[illegible] کو دیکھا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی طرف [illegible] غور سے

[illegible] جاسوس بھی آ گیا۔

[illegible]

[illegible] تم مجھے پکڑ کر کیا کرو گے؟

[illegible] جا رہا ہے۔

[illegible] قریب میں آنے کو [illegible]

[illegible] وقت نماز کو [illegible]

[illegible] ایک مسلمان [illegible] کبھی نماز کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مسلمان [illegible]

[illegible] مسلمان کہلاتا [illegible] نماز ہی کا سوال پیدا [illegible]

[illegible] کہ عورت سے نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔

عیسائی جاسوس نے کہا۔ خدا کی قسم تمہاری کامیابی کی [illegible] ہے۔ تم [illegible]

[illegible] فکر میں کسی وقت بھی نماز نہیں چھوڑ سکتے [illegible] خبر لیتا ہے۔ تمہاری اعانت کرتا ہے [illegible] ہو جاتے۔

[illegible] یاد کرتا ہوں [illegible] خدا کو یاد کر [illegible] چھوڑ دیں گے [illegible]

[illegible] سے ڈھکا ہوا [illegible]

[illegible]

کا موسم تھا [illegible]

[illegible] آگر نشانہ [illegible]

پہلے وہ نماز سے فارغ ہو [illegible]

نماز پڑھنے کیلئے روانہ ہو گئے۔ اسوقت جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ ان سب نے بھی وضو کیا اور نماز میں شریک ہو گئے۔ سارے مسلمان نماز پڑھ کر لوٹے اپنے اپنے خیموں میں آگئے۔

سعدؓ حضرت خالدؓ کے خیمہ میں پہنچے۔ اسوقت خالدؓ تنہا بیٹھے تھے۔ انھوں نے سعدؓ کو دیکھتے ہی دریافت کیا۔ سعدؓ تم آگئے۔ کہو [illegible] ملی؟ سعدؓ [illegible] انھوں نے کہا۔ ہاں خدا کی مہربانی سے [illegible] حضرت خالدؓ یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گئے۔ انھوں نے سجدہ سے اُٹھ کر کہا [illegible] ہزار شکر ہے۔ اور یقین [illegible] ہے کہ تم آزردہ خاطر نہ رہو گے۔

سعدؓ نے [illegible] کہا [illegible] ہے کہ میں نے لبنیٰ کو آزادی دلائی لیکن [illegible] کے خیمہ [illegible] میں اسیر ہے۔

[illegible] آج مجھے [illegible] جاسوس نے بتلایا [illegible] لشکر [illegible] جانے کی [illegible] تھا۔

[illegible]

[illegible] نے [illegible] کیا۔

[illegible] ہو گئی ہے۔

[illegible] کی طرف سے بھی زیادہ [illegible]

[illegible] میں ریاحی کو [illegible] پڑے گا۔

[illegible] ریاحی کی [illegible]

[illegible] ہو گا۔

[illegible] کیا جائے گا۔

[illegible]

[illegible] لبنیٰ سے کہہ دو کہ اسکی نگہداشت رکھے [illegible] نہ ہو جائے۔

[illegible] خالدؓ نے آج کی جنگ کی [illegible] سنائی۔

سعد تمام حال سُنکر نہایت خوش ہوا۔ خصوصًا بولس کے قتل کئے جانے کی خبر سنکر بہت ہی مسرور ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اُٹھ کر اپنے خیمہ پر آیا۔ کھانا کھایا اور سو رہا۔

صبح جب آفتاب طلوع ہوا۔ اور اس کی عالم تاب کرنیں افق آسمان پر چمکنے لگیں تو مسلمان جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ لیکن انھوں نے عیسائی لشکر میں کوئی نقل و حرکت نہ دیکھی۔

قبل اس کے کہ جنگ کی [illegible] عیسائیوں کو [illegible] دیکھ کر [illegible] خوشی [illegible]

[illegible] خیمہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی ہم عمر لڑکیاں لبنیٰ کو گھیرے ہوئے تھیں [illegible]

ہو رہا تھا۔

یہ عالم اور ہمدردی یہ لازوال مسرت و بے پایاں [illegible] دیکھ کر [illegible] ہوا جس قوم میں اس نے پرورش پائی تھی۔ اس کی عورتوں میں اس ہمدردی [illegible] کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔

سعد نے لبنیٰ کی کیفیت [illegible] دریافت کی لبنیٰ نے تمام حال مفصل کہہ دیا۔

مگر اس نے میرونہ کی سختیوں کا تذکرہ بالکل نہ کیا۔ میرونہ کو تعجب ہوا۔ اسے اسکی عالی ظرفی پر بے حد حیرت ہوئی۔

تب عورتوں نے میرونہ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک شہزادی ہے۔ ذی مرتبہ، نہایت نیک اور خوش خلق ہے۔ تمام خواتین نے اسے محبت و وقعت کی نظروں سے دیکھا۔ میرونہ اس کی شرافت، اخلاق، عالی ظرفی، بلند خیالی دیکھ کر بار حیا سے دب گئی۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں نے [illegible] ظلم و ستم برپا [illegible] اسے کم رتبہ اور ذلیل سمجھا [illegible] اپنا [illegible] تو شہزادی بنی [illegible] انتہائی نفرت سے ٹھکرا دیا [illegible] میرونہ اسکے قبضہ میں [illegible] وہ اس کی تمام بے رحمیوں کا انتقام لیتی [illegible] ظلم و ستم کی [illegible] اسے [illegible] ذلیل و خوار کرا دیتی۔

[illegible] بے حیائی [illegible] کہا [illegible] شریف [illegible] اسکا [illegible] بے انتہا اخلاق [illegible] گئی۔

اس نے شہزادی [illegible] تمام عورتوں اور لڑکیوں [illegible] میرونہ [illegible] بے اختیارانہ لیلیٰ کو اپنے سینہ سے لگا لیا [illegible] کہا۔

لیلیٰ مجھے معاف کر دو میں نے [illegible] تم [illegible] میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔

لیلیٰ مسکرائی [illegible] شہزادی [illegible] تم شہزادی ہو اور شہزادی کا معافی مانگنا مناسب نہیں۔

میرونہ نے [illegible] اس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا مجھے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا [illegible] ظالم [illegible] کا بدل ہو سکتا ہے جو میں نے [illegible] کیا ہے۔

[illegible] شہزادی [illegible] ہاتھ [illegible] کرتے ہوئے کہا شہزادی صاحبہ مجھے گنہگار نہ [illegible] تمہاری خادمہ ہوں [illegible] جب تک تم یہاں رہو گی خادمہ بنی رہوں گی۔

میرونہ نے لیلیٰ سے کہا۔ خدا کی قسم آج سے تم میری بہن ہو۔ سنو میں تمہیں غور کر کے سنو میں شہزادی نہیں خود دار ہوں۔ اس ڈر سے میں نے کہا۔ بے ساختہ ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارا نام لیا قید ہوں ہرگز نہیں اگر میرے جسم کے ٹکڑے بھی ہو جاتے تو میں تم جیسی عاجزی نہ کرتی۔ مجھے تیرے خلوص سے تیری انسانیت نے مجھے اپنا گرویدہ کر لیا تو ... ٹوٹ گیا۔ آج سے تم میری ہمشیرہ ہو۔ مجھے معاف کر دو۔ خدا کے لیے معاف کر دو۔ لیلیٰ اس کی انکسار سے کمال متاثر ہوئی۔

اس نے کہا۔ شہزادی صاحبہ میں نے معاف کر دیا۔ جب آپ ... میرونہ نے اس یتیم و غریب کو پھر اپنے گداز سینے سے لگا کر بھینچا ... میرونہ نے آفتاب چہرہ اوپر کر کے کہا۔

سنو آج سے تم مجھے شہزادی نہ کہنا ... [illegible]

لیلیٰ نے ... سے کہا۔ ایک غریب لڑکی سلطنت کی شہزادی ... مسلمان ... کی بہن کیسے ہو جائے گی۔

میرونہ سوچ میں پڑ گئی ... [illegible]

لیلیٰ کی بہن مسلمان لڑکی ... [illegible]

... لیلیٰ نے مذہب تبدیل ... [illegible]

... مذہب تبدیل ... [illegible]

... لیلیٰ نے مسکرا کر کہا ... [illegible]

... مجھے اپنی بہن ... [illegible]

... بہن سے زیادہ ... [illegible]

ایک غریب دوشیزہ کا ... [illegible]

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی ... [illegible]

... اس نے میرونہ سے کہا ... [illegible]

میرونہ ... [illegible]

بھولی دوشیزہ تو نے میری زندگی میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔ میں مرتے دم تک تیری وفادار رہوں گی۔

چونکہ صبح سے ابتک عورتوں کی آمد و رفت کا تانتا لگا رہا تھا۔ وہ برابر بیٹھی رہی تھی اس سے کسلمند ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے اس نے مندرجہ بالا فقرہ کہا تھا کہ تم جاؤ میں آرام کروں گی۔

[illegible] وہ کچھ سوچنے لگی کیا سوچ رہی تھی یہ اسے خبر تھی یا خداوند عالم [illegible] کہ سعد آ گیا۔ اس نے خیمہ میں [illegible] اور اس نے کہا۔ اوہو شہزادی [illegible] اٹھنے کا ارادہ کیا۔

[illegible] وہ اسے بیٹھی نظر آئی [illegible] اس کے پاس آ بیٹھے گا۔ [illegible] قریب آیا۔

وہ [illegible] کی تھی [illegible] دوشیزہ کے پاس کسی نوجوان کا آنا [illegible] خبر تھی کہ عربوں کی معاشرت [illegible]

[illegible]

[illegible] کہا [illegible]

[illegible] شاید کسی اور حلیہ [illegible] مجبور کر دیا۔ [illegible] ذرے نظریں اٹھا کر اس ماہ خورشید جمال کو دیکھا۔

میرونہ کی آنکھیں [illegible] تیں آنکھیں چار ہوتے ہی برق تمثال نظر نے سعد کے دل پر بجلی گرا دی [illegible] رنگ پھیکا پڑ گیا۔ میرونہ نے دریافت کیا۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

سعدؓ نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ اچھی ہے۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

میرونہ۔ آپ واپس کیوں لوٹ چلے تھے؟

سعدؓ۔ میں لبنیٰ کے پاس آیا تھا۔ تمہیں تنہا دیکھ کر لوٹ چلا تھا۔

میرونہ۔ میری تنہائی سے تم کو کیا خوف ہے؟

سعدؓ۔ اول تو ہم مسلمان غیر لڑکی کے پاس نہیں جاتے۔ دوسرے خیال ہوا کہیں تمہاری تنہائی میں مخل ہو کر بار خاطر نہ بن جاؤں۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ یہ آپ کا خیمہ ہے میں آپ کی قیدی۔ مجھے کیوں بار خاطر ہوتا؟

سعدؓ نے ڈرتے ڈرتے اس سیم تن پری رو کو دیکھا۔ میرونہ کی موہنی آنکھیں اب بھی جھپک رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ مجھے لبنیٰ نے بتایا ہے کہ آپ شہزادی ہیں۔ شہزادیاں نازک مزاج ہوتی ہیں۔ خیال ہوا کہیں آپ ناراض نہ ہوں۔

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ میں شہزادی ضرور ہوں لیکن ایسی نازک مزاج نہیں جو انسانوں سے بھاگوں۔

اب سعدؓ نے اس کے رخسار روشن کی طرف دیکھا۔ اس کے رخسار پہلے سے زیادہ دلفریب معلوم ہو رہے تھے۔ اس نے دریافت کیا۔ تم کو اس جگہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟

میرونہ نے شوخی سے کہا۔ بہت زیادہ تکلیف ہے۔

سعدؓ نے حیرت سے اس شوخ دوشیزہ کو دیکھا۔ کیا تم نے لبنیٰ سے ذکر نہیں کیا۔ اس کا فرض تھا کہ وہ تم کو تکلیف نہ ہونے دیتی۔

میرونہ نے شوخی سے متبسم ہو کر کہا۔ وہ درد ہے جسے وہ نادان لڑکی بیچاری کیا دور کر سکتی ہے۔ چونکہ سعد برابر اس کے رخ انور کو دیکھ رہا تھا۔ اس لئے وہ نظر جما کر دیکھ سکتا تھا۔ سعد نے اس کے پیارے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ کیا تکلیف ہے مجھ سے ارشاد کیجئے میں اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرونہ نے بیبا خنگی کے ساتھ کہا۔ آپ ۔۔۔؟ ۔۔۔ ہاں دور کر سکتے ہیں مگر آج نہیں پھر بتاؤں گی۔

سعود کو الجھن سی ہو گئی۔ اس نے کہا نہیں آج ہی بتا دیجئے کیونکہ مجھے الجھن سی ہو گئی میرونہ نے سنجیدگی سے کہا "کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔ آپ الجھن میں نہ پڑیے۔ سعود نے محبت بھری نظروں سے اس پیکر حسن کو دیکھ کر کہا۔ اب تو میں آپ سے دریافت کر کے ہی رہوں گا۔

میرونہ مسکرائی۔ اس نے کہا۔ کیا زبردستی ہے؟

سعود۔ کس کی مجال ہے جو آپ کے ساتھ زبردستی کر سکے۔

میرونہ۔ اچھا تو جب میں مناسب سمجھوں گی بتا دوں گی۔

سعود کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ لبنیٰ آ گئی۔ اس نے کہا بھائی جان تشریف رکھئے۔ سعود نے کہا بہن میرونہ صاحبہ کا کافی انتظام آسائش نہیں کیا گیا۔ کچھ تکلیف ہوئی ہے ان سے دریافت کر کے اس تکلیف کا ازالہ کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لبنیٰ نے میرونہ سے دریافت کیا۔ کہیے بہن آپ کو کیا تکلیف ہے۔

میرونہ نے شوخی بھری نظروں سے پہلے سعود اور پھر لبنیٰ کو دیکھ کر کہا۔ کچھ بھی نہیں۔

لبنیٰ مسکرائی اور اس نے کہا۔ لیکن بھائی صاحب تو فرماتے ہیں۔

میرونہ نے ہنس کر کہا وہ شہزادے ہیں۔ شاید انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہے۔

سعود نے کہا لبنیٰ یہ ٹالتی ہیں۔ شاید میرے سامنے نہیں بتائیں تم علیحدگی میں دریافت کرو۔

لبنیٰ نے کہا۔ ہاں میں دریافت کر لوں گی۔

میرونہ نے کہا۔ بہن لبنیٰ۔ شاید وقت مجھے [illegible] بھلا تمہارے پاس رہ کر کسی کو بھی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اب سعود کی سمجھ میں آیا کہ میرونہ اسے چھیڑ رہی تھیں۔ اس نے اپنے دل سے کہا۔ کیا میرونہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ کیا میں بھی اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔ اس کے دل نے کہا یہی بات ہے۔

سعود جانتا تھا کہ محبت بری بلا ہوتی ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میرونہ شہزادی ہے قید کی گئی ہے۔ اس کا بھائی اسے واپس لینے کیلئے کوشش کریگا اسکے تبادلہ میں قیدی دے گا۔ زر فدیہ دیگا اور اسے چھڑا لے گا پھر اس محبت کا کیا حشر ہوگا؟

ناکامی اور نامرادی۔ وہ کانپ گیا۔ اس نے کہا۔ خداوند میری مدد کر۔ مجھے محبت میں ثابت قدم رکھ۔ مجھے محبت میں غرق ہونے سے بچا لے۔ وہ خاموش ہو کر خیمے سے واپس چلا گیا میرونا اور لبنیٰ بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔

چھٹا باب

غیبی امداد

جب مسیحی لشکر میدان کارزار سے واپس لوٹا تو وہ کسی قدر شکستہ دل تھا۔ پانچ ہزار دو سو عیسائی مارے گئے تھے۔ اور قریب اتنے ہی مجروح ہو گئے تھے لیکن [illegible] گئے تھے۔ سب سے زیادہ رنجیدہ یہ بات تھی کہ ان کے لشکر کا قائد اعظم کفو کا بادشاہ [illegible] بھی مارا گیا تھا۔ وہ خالد کو [illegible] قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن [illegible] کے مطابق خود ہی بدلہ [illegible] ہو گیا تھا۔ عیسائیوں کو [illegible] مگر اس جنگ میں بہت سے لوگ شامل نہ ہوئے تھے [illegible] عیسائی بھاگ جاتے۔ مگر دوسرے بادشاہوں کی موجودگی [illegible] دور اندیش مسیحیوں نے بڑے رنج و اضطراب [illegible] میں [illegible] کہ انہیں بولس کی جگہ کسی شخص کو قائد اعظم مقرر کرنا تھا۔ بادشاہوں کی مشترکہ کمیٹی ایک خیمہ میں منعقد کی گئی۔ [illegible] کا بھائی [illegible] اور دوسرے سلوک [illegible] مشتبہ معلوم ہوتے تھے۔

صرف ایک بادشاہ بولس مارا گیا تھا۔ اس کی موت نے [illegible] کر دیا مختصر بحث و مباحثہ کے بعد بولس کے بھائی پطرس کو قائد اعظم مقرر کیا گیا۔ جب یہ کارروائی ختم ہو چکی تو شاہ [illegible] نے کہا مسلمانوں نے ہمارے بڑے بادشاہ کو قتل کر کے ہمیں جو دکھ پہنچایا ہے ہمیں اس کا انتقام لینا چاہیے۔

علیف نے کہا۔ ریاض بھی کوئی سربرآوردہ مسلمان ہے۔ اگر ہم اس کو قتل کر ڈالیں تو ضرور مسلمانوں کو رنج و افسوس ہوگا۔

پطرس نے جوش میں آکر کہا یقیناً قتل کر ڈالنا چاہئے اس سے زخم خوردہ دل کو قدرے اطمینان ہو جائے گا۔ چونکہ اس رائے کی کسی نے مخالفت نہ کی۔ اس لئے یہ طے ہو گیا کہ ریاض کو آج ہی قتل کر ڈالنا چاہئے۔ ایک سردار کو حکم دیا گیا کہ وہ ریاض کو پطرس کے خیمے کے سامنے لائے۔

افسر چلا گیا۔ تمام بادشاہ اٹھ کر پطرس کے خیمہ پر پہنچے پطرس کا خیمہ لشکر کے وسط میں ایک وسیع میدان میں نصب تھا۔ اس میدان میں تمام ملوک کھڑے ہو گئے۔ پھر افسر دوں کو بلایا گیا۔ تھوڑی دیر میں ریاض پابجولاں لایا گیا۔ اس کے چہرہ سے کسی قسم کے حزن و ملال کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔ چہرہ بشاش، طبیعت شگفتہ، خندہ پیشانی تھی۔ البتہ بشاش چہرہ کے نیچے خفیف سے غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ یہ غم کی جھلک دردِ دل کا ثبوت دے رہی تھی۔ اور دردِ دل بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے تھا۔

ریاض پطرس کے سامنے پیش کیا گیا پطرس نے اسے غور سے دیکھا اس نے کہا مسلم نوجوان۔ آج تمہیں قربان گاہ کے جنگی دیوتا کی بھینٹ چڑھایا جائے گا اس لئے بلائے گئے ہو کہ تمہیں اس میدان میں قتل کر دیا جائے لیکن تمہاری زندگی تمہارے ہاتھ ہے۔ اگر تم اب بھی عیسائی ہو جاؤ تو نہ صرف مرنے سے بچا لئے جاؤ گے۔ بلکہ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی شہزادہ کی شان سے رہو گے۔ سوچ کر بتاؤ۔ تم نوجوانی میں موت چاہتے ہو یا زندگی مسرت عشرت!!

ریاض نے جواب دیا موت کا ایک وقت یقینی ہے ایک لمحہ آگے پیچھے نہیں آسکتی اول تو زندگی کا اعتبار نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی ہزار برس بھی جئے تو پھر اسے مرنا ہے مرکر خدا کے سامنے پیش ہونا ضروری ہے اپنے اعمال کا جواب دینا لازمی ہے پھر کس زندگی پر عشرت کی خواہش کی جائے۔ خدا پرستی کی موت شیطان پرستی کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

پطرس۔ گویا تم مرنا ہی چاہتے ہو۔

ریاض: میں تو اسوقت تک مرنا چاہتا ہوں جب تک نظام عالم قائم ہے لیکن یہ ممکن نہیں۔

پطرس: بہت اچھا تمہیں ابھی جام مرگ پلایا جائے گا۔

پطرس کو اس بات پر غصہ آگیا تھا۔ اس نے ایک افسر سے کہا اسے میدان والے میدان میں کھڑا کردو اور دس تیر اندازوں سے کہو کہ وہ میرے اشارہ کرتے ہی اس پر تیروں کی بارش شروع کر دیں۔

ریاض نے نہایت استقلال سے اس کے حکم کو سنا افسر نے بڑھ کر اسے میدان میں لے جا کر ایک چوب گاڑ کر اس سے باندھ دیا دس تیر انداز بلائے گئے انہیں بیس قدم کے فاصلے پر ہلالی دائرہ میں کھڑا کر دیا گیا۔

پطرس نے ریاض سے کہا۔ اب تم موت کا استقبال کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ریاض نے استقلال بھرے لہجہ میں کسی قدر مسکرا کر کہا۔ تیار ہوں

پطرس نے تیر اندازوں سے کہا۔ تیر کمانوں میں رکھ لو۔ جیسے ہی میں اشارہ کروں ایک ساتھ تیر چھوڑ دو۔

تیر اندازوں نے جلدی سے اپنے ہاتھوں میں لیکر تیر رکھے اور کمانیں کھینچ کھینچ کر چھوڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ پطرس نے دیکھا اسنے اشارہ کرنیکے لئے ہاتھ اٹھایا ریاض نے تیروں کی شکل میں موت کا بھیانک چہرہ دیکھا لیکن وہ ذرا نہ سہما وہ نہایت اطمینان بڑے استقلال کمال دلیری سے موت کا استقبال کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔

ابھی پطرس ہاتھ پورا نہ اٹھا سکا تھا کہ سامنے سے ارسوس گھوڑے پر سوار آتا ہوا نظر آیا۔ پطرس نے اپنا ہاتھ جھکا لیا۔ ارسوس قریب آکر گھوڑے سے اترا پطرس نے [illegible] وہ مسلم دوشیزہ کہاں ہے۔ ارسوس نے کہا۔ اسے مسلمان چھین لے گئے۔

یہ دونوں فقرے دونوں بادشاہوں نے کچھ ایسی بلند آواز سے کہے تھے کہ [illegible] ریاض نے بھی سن لیا تھا۔ اسے مسرت ہوئی کہ ماہ طلعت بنت کو مسلمان چھڑا کر

اپنے پاس لے گئے ہیں۔

ارسوس کے اس جواب نے تمام مسیحیوں کو حیرت و استعجاب میں ڈالدیا بطرس نے دریافت کیا مسلمان کہاں سے آگئے ؟"

ارسوس نے نہایت مختصر طور پر تمام روئیداد سنادی جب قیصر اور دوسرے عیسائی ملوک کو معلوم ہوا کہ مسلمان نہ صرف لبنیٰ کو چھڑا کر لے گئے۔ بلکہ میرونہ کو بھی گرفتار کر کے لے گئے ہیں تو سب کو افسوس ہوا بطرس نے کہا۔ خدا ان مسلمانوں سے سمجھے یہ اس جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں ان کے پہنچنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

قیطارس بطرس کے پاس آیا۔ وہ اپنی ہمشیرہ کی گرفتاری کی خبر سنکر بہت افسردہ نظر آرہا تھا اس نے کہا۔ اے عظیم بادشاہ مسلمانوں نے میرونہ کو گرفتار کر کے میرے دل کو مجروح کر ڈالا ہے۔ آپ اس وقت اس مسلمان کو قتل کر رہے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اس نوجوان کے قتل کی خبر سنکر مسلمان میرونہ کو قتل نہ کر ڈالیں۔ اسلئے میری درخواست ہے کہ اختتام جنگ اس نوجوان کو قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے تبادلہ میں میرونہ کو طلب کیا جائے بطرس نے کچھ دیر سوچا اس نے اپنا سر اٹھا کر کہا بیشک یہی مناسب معلوم ہوتا ہے ابھی [illegible] کے کچھ دن اور باقی ہیں۔ بطرس کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ کہ چند عیسائی [illegible] ہوئے آئے۔ یہ آدمی ارسوس کے تھے بطرس نے ارسوس سے دریافت کیا [illegible] ہے ؟ ارسوس نے کہا۔ میں نہیں جانتا میں نے اس وقت [illegible] مسلمان لبنیٰ اور میرونہ کو چھڑا لے گئے۔

بطرس [illegible] اس کو بھی ریاض کے پاس قید رکھو۔ [illegible] میرونہ کے تبادلہ کیلئے اسلامی لشکر میں روانہ کر دو۔

یہ مسلمان قیدی ریاض کا غلام تھا۔ بطرس کے حکم دیتے ہی رضی ریاض اور اسود کو اپنے خرابات سے دکھا کر چلا گیا۔ بطرس نے کہا مسلمانوں کی جسارت حد سے بڑھ گئی ہے کل فیصلہ کن جنگ ہونی چاہیئے۔ تمام لشکر کو آج ہی یہ حکم پہنچا دو۔ علی الصباح آفتاب طلوع ہونے سے پہلے تمام لشکر میدان کارزار میں پہنچ جائے تعلیقہ نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

اب بطارس واپس لوٹ کر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ دوسرے ملوک بھی اپنے اپنے خیموں کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس طرح ابو داؤد غنی نے ریاض کو آج بھی موت کے چنگل سے بچا لیا قیطارس نے ایک ضعیف العمر تجربہ کار مسیحی کو اسلامی لشکر میں میرونہ کی واپسی کیلئے گفت وشنید کرنے کیلئے روانہ کیا۔

ساتواں باب

خون آشام جنگ اور حیرت انگیز واقعات

دوسرے دن جب سپیدہ صبح نمودار ہوا [illegible] رات کی تاریکی [illegible] صبح قیطارس [illegible] بڑھتے ہی عظیم الشان مسیحی لشکر میں ہل چل شروع ہوگئی۔ سوار [illegible] لیس ہونے لگے [illegible] کی [illegible] قطاریں [illegible] بجنے لگے [illegible] سے بجانے [illegible] بلند [illegible] رسالوں [illegible] تھوڑی دیر ہی میں تمام مسیحی لشکر میدان کارزار میں [illegible] نے اپنے تمام لشکر کی پانچ صفیں کیں۔ یہ صفیں شرقاً غرباً میدان [illegible] کئی میل کا فاصلہ تھا۔ جب صف دوسری صف سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھی آج [illegible] ہاتھیوں اور زنگیوں کو صف بستہ کیا گیا۔ زنگی کی قسم کے [illegible] ایک [illegible] جیسے تن و توش رکھتے تھے۔ ایک [illegible] لمبے قد کے تھے۔ ایک [illegible] عظیم الجثہ نہایت خوفناک تن و توش کے تھے۔ انکو قواد (سرکش) کہتے تھے تمام زنگیوں کا رنگ سیاہ [illegible] بڑے بڑے [illegible] رنگے تھے۔ آنکھیں سرخ انگارہ کی ہونٹ موٹے لٹکے ہوئے [illegible] اور لمبے لمبے بال تھے۔ [illegible] سب ننگے بدن رہتے تھے۔ صرف لنگوٹ باندھے تھے۔ البتہ قواد شیروں اور ہاتھیوں کی کھالیں پہنتے تھے جو انکے سیاہ جسموں کی [illegible] تھیں انکے ہونٹ بھی [illegible] سے موٹے تھے ان کے ہونٹوں میں سوراخ کرکے تانبے کے کڑے ڈالے ہوئے تھے۔ پیروں میں زنجیریں پڑی ہوتی تھیں۔ اور یہی زنجیریں انکی [illegible] تھیں۔

تو وہ اس قدر لمبے قد کے تھے کہ انھیں دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔ انکی صورتیں اتنی بھیانک اور سیاہ تھیں کہ وہ اگر کسی بہادر سے انسان کو رات کے وقت تنہا مل جائیں تو دیکھنے والا دہشت سے بیہوش ہو جائے۔ ہندوستان کی اکثر عورتیں اپنے بچوں کو رات کے رونے پر کلو اجن سے ڈرایا کرتی ہیں۔ یہ تو واقعی حقیقی معنوں میں کلو اجن تھے۔ آج کسقدر مسلمان اور مسلمانوں کی عورتیں بدل چکی ہیں۔ ایک وقت تھا جبکہ بچوں کو اخلاقی کہانیاں نصیحت آمیز قصے بہادری اور جوش پیدا کرنیوالے افسانے سُنایا کرتی تھیں آج ڈرنے ڈرانے والے بے سود قصے جھوٹی روایتیں بزدل بنانے والے افسانے سناتی ہیں۔ بچے ذکی الحس ہوتے ہیں بچپن میں جو بات انکے ذہن نشین ہو جائے پھر عمر بھر انکے ذہن سے نہیں نکلتی جو بچے خلقی کمزور کم ہمت ہوتے ہیں۔ ڈراؤنے قصے انکو کمزور دل بنا دیتے ہیں۔ دل کمزور پڑ جانے سے وہ بڑے ہو کر بھی ڈرا کرتے ہیں۔ اور جو شیر دل بچے ہوتے ہیں انکے دل بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ خوف بڑے ہو کر بھی مشکل سے جاتا ہے۔ مجھے خود بہت افسانے یاد ہیں جو عہد طفولیت میں سنے تھے۔ بچوں کو بزدل نہ بنانا چاہئے۔ لالو اور کلو اجن کوئی چیز نہیں ہیں بچوں کو ان ڈرانیوالے قصے سنا کر کمزور کرنے سے ساری قوم کو بزدل بنانا ہے بلکہ بچوں کو بتانا چاہئے کہ انکے اسلاف ایسے شجاع تھے جو ایک ایک نے ایک ایک ہزار سے نبرد آزما ہوتا تھا انسانوں سے وہ لڑے جنوں سے وہ لڑے سب کو شکست دی۔ سب پر فتح پائی دنیا نے انکی بہادری کا دم مانا مسلمان کبھی کسی سے نہ ڈرا۔ وہ صرف ایک خدا سے ڈرتا ہے۔ جب مسلمانوں کو جوش آجاتا ہے۔ تو کوئی طاقت اس کے جوش کو نہیں روک سکتی مسلمان کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے۔ مسلمان کو قوت ایمانی کبھی خوفزدہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ ہمیشہ راست گو اپنے ضمیر کی آواز تلوار کے سایہ میں بھی ببانگ دہل بلند کرتا ہے اگر مسلم خواتین اپنے بچوں کو اسلامی بہادروں کے قصے سنائیں تو قوم کے نونہالوں میں جو بزدلی پیدا ہو چلی ہے بہت جلد دور ہو جائے۔

تمام زنگی قد ب لشکر میں سب سے اگلی صف میں کھڑے کئے گئے۔ انکے دونوں طرف بربری عیسائی زنگیوں کی زنجیریں ہاتھوں میں پکڑے کھڑے تھے۔ بربریوں کے قریب داہنے

اور بائیں ہاتھیوں کی صفیں تھیں۔ ہاتھیوں کے قریب بشیر دل عیسائی سوار اور پیادے کھڑے تھے۔ فوادِ عیسائیوں کی گفتگو نہ سمجھتے تھے۔ وہ اشاروں پر کل کے آدمیوں کی طرح کام کرتے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں لوہے کے بڑے بڑے وزنی گرز تھے۔ عیسائیوں کو صف بستہ ہوتے ہوئے دیکھ کر مسلمان بھی میدان کارزار میں آ کر صف بستہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے بھی اپنا میمنہ و میسرہ قائم کر لیا تھا لیکن وہ اتنے تھوڑے تھے کہ انھوں نے اپنے تمام لشکر کی طرف ایک ہی صف قائم کی تھی چونکہ عیسائیوں کی ایک صف میں تقریباً چالیس ہزار سوار اور پیادے تھے اس قدر لمبی میل میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی گویا عیسائیوں کی ایک صف کے بقدر نصف۔ اس لیئے انھوں نے اپنے لشکر کو اس طرح کشادہ کر کے صف بستہ کیا کہ وہ عیسائیوں کی صف کے بالمقابل انکے برابر پھیل گئے۔

خالدؓ نے ابو سفیان کو ایک ہزار سوار دے کر فوج کے عقب کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اور میمنہ پر زبیر بن العوام، مقداد بن اسود الکندی، ابن مسیب بن نجبہ فزاری، [illegible] قعقاع بن عمرو التمیمی [illegible] ابو ذر غفاری، جابر بن عبد اللہ انصاری جیسے [illegible] اور ان کے علاوہ [illegible] بن العباس [illegible] سعد جیسے رستم [illegible] کو [illegible] لیا تھا [illegible] اور عمرو بن العاص [illegible] لشکر [illegible] ہے۔

جب [illegible] یہ معلوم ہوا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ عیسائی لشکر ان سے دو میل کے فاصلے پر صف بستہ کھڑا ہے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے انکی صورتیں نظر نہ آتی تھیں۔ خالدؓ نے [illegible] اور [illegible] سے خطاب کر کے کہا۔

کون ایسا شخص ہے جو دشمن کے قریب جا کر حالات کی خبر لا دے۔

ضرار بن ازور نے کہا مجھے اجازت دیجئے یہ خدمت میں انجام دوں گا۔

خالد نے کہا جاؤ لیکن اپنے آپ کو خطرہ میں نہ ڈالنا۔

ضرار نے گھوڑا بڑھایا اور تیزی سے چل کر عیسائی لشکر کے قریب پہنچا۔ انھوں نے عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کو دیکھا عیسائیوں کی زرق برق پوشاکیں اور ہتھیار آفتاب

کی شعاعوں کے پڑنے سے چمک رہے تھے۔ کہ انھوں نے تیس سواروں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

بات یہ ہوئی کہ فضل کو عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا۔ بطریس نے تیس عیسائیوں کو اسے گرفتار کر لانے کا حکم دیا۔ عیسائی گھوڑے دوڑا کر اسے گرفتار کرنے کیلئے بڑھے۔

فضل نے ان سواروں کو آتے ہوئے دیکھا تو اپنا گھوڑا اس طرح واپس دوڑایا گویا وہ انکے خوف سے بھاگے جاتے ہیں۔ عیسائیوں نے انکے پیچھے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے تھے۔ [illegible] سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے فضل بھاگے جا رہے ہیں۔ اور عیسائی ان کے تعاقب میں ہیں۔ ایک میل تک برابر بھاگ دوڑ رہی۔ ایک میل چل کر فضل نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے۔

عیسائی نہایت تیزی سے دوڑے آ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شخص یہی چاہتا تھا کہ وہی دوڑ کر فضل کو پکڑ لے تاکہ بادشاہ سے شہرت اور انعام ملنے والا ہے وہ اسے [illegible] جلد انکے قریب پہنچ گئے۔ فضل انھیں اپنے نزدیک دیکھ کر جلدی سے انکی طرف پھرے۔

انھوں نے تلوار کھینچی اور جو عیسائی سب سے آگے آ رہا تھا۔ اس پر حملہ کر دیا۔ عیسائی ان کا مقابلہ کرنے کیلئے نہیں آ رہا تھا۔ وہ انعام کی ہوس میں انہیں گرفتار کرنے کیلئے دوڑا چلا آ رہا تھا۔ جب فضل نے اس پر حملہ کیا تو وہ گھبرا گیا۔ [illegible] نہ ڈھال اٹھا سکا۔ فضل کی تلوار اس کے سر پر پڑی اور کھوپڑی کی طرح اڑ کر دور جا گری۔ فضل نے آگے بڑھ کر نہایت پھرتی سے دوسرے عیسائی پر جو اسکے پیچھے چلا آ رہا تھا حملہ کیا۔ وہ بھی سراسیمہ ہو گیا۔ اسکا بھی سر کٹ کر گرا۔ فضل تیسرے کی طرف لپکے وہ بھی خلاف توقع خلاف امید انہیں حملہ آور دیکھ کر ڈر گیا۔ فضل نے اسے بھی واصل جہنم کر دیا۔

یہ تینوں یکے بعد دیگرے ایسی پھرتی سے مارے گئے کہ انکے ہمراہی انکی مدد نہ کر سکے اب سب رک گئے۔ انھوں نے سنبھل کر تلواریں کھینچ کر فضل پر حملہ کیا۔ فضل نے

نہایت جرأت اور چابک دستی سے ان کے حملوں کو روکتا اور بجلی جیسی سرعت سے خود بھی حملہ کرتا۔ افسوس تھے اور حبیبی کو مار ڈالا۔ اب مساوی جنگ شروع ہو گئی۔ مفضل کو عیسائی سرداروں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسیحی جوش میں آ کر غصہ کھا کھا کر بڑھتے حملہ کرتے لیکن مفضل کی برق وش تلوار کی چمک ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔ وہ تلوار لے کر حملہ کرتے ان پر حملہ کرنے والے ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے یہ بڑی دلیری اور جرأت و رعب کا کام تھا۔ ایک شخص کا تیس آدمیوں سے مقابلہ کرنا معمولی بات نہ تھی یہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا جوش و ولولہ تھا۔ ان کی دلیری کے جو قصے پڑھتے پڑھتے حیرت ہوتی ہے۔ مسیحی مفضل کو زیر کرنا چاہتے تھے لیکن جس طرح شیر کو دیکھ کر انسان مارنے کی تو فکر کرتے ہیں مگر اس طرح کہ اپنے کو بچاتے ہوئے اسی طرح عیسائی شیر دل مفضل کو مار ڈالنا یا اسیر کر لینا چاہتے تھے لیکن ان کے رعب کی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔

مفضل نہایت جوش اور پھرتی سے لڑ رہے تھے جب تک مسیحی ان پر آ کر بڑی ایسا شیر کے جیسے بپھری ہوئی تھی۔ مفضل نے سرداروں کو مار ڈالا تھا۔ سب ساتوں پر ان کا رعب قائم ہو گیا تھا۔ عورتوں کی کوشش ... مفضل کو زیر کرنا آسان کام نہیں ہے۔

انھیں یہ بھی خیال تھا کہ ... طرف ... دیر ... تو بستی کا کوئی زندہ نہ بچے گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ وہ سب وہیں لوٹ کر نہایت تیزی سے چلے گئے۔ مفضل نے ان کا تعاقب کیا وہ ایک ایک کو قتل کر کے ... عیسائی خوف زدہ ہو کر اس بری طرح سے بھاگے جا رہے تھے کہ جیسے مسلمانوں کے تمام لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔

وہ پیچھے مڑ کر دیکھتے تک نہ تھے ... بھاگ رہے تھے ... مفضل نے دس عیسائیوں کو ... مار ڈالا ... مارے گئے اور ... مشکل سے ... جان سلامت لے جا سکے۔

جو عیسائی لشکر ... مفضل لوٹے ... ... لشکر کو ... حملہ کرنے

بھیں سلے کو وارد [illegible] کی روئیداد مفصل طور پر کہہ سنائی۔

جب مسلمانوں نے اس کیفیت کو سنا سب کے سب مسرور ہوئے خالد بھی خوش ہوئے مگر انہوں نے کہا [illegible] ایسی جسارت مناسب نہیں ہوتی۔ فضل کچھ جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ انہوں نے ایک راہب کو گھوڑا دوڑاتے آتے ہوئے دیکھا تمام مسلمان اسکی طرف دیکھنے لگے وہ مسلمانوں کے سامنے [illegible] کے فاصلے پر آکر رکا۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ [illegible] (ترجمہ) تم میں سردار کون ہے جو مجھ سے گفتگو کرے۔ مسلمانوں نے اس [illegible] سیاہ رنگ کا جبہ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر لمبی ٹوپی تھی۔ سینہ پر سرخ رنگ کی [illegible] (۴)۔

[illegible] اور سفید تھی۔ راہب کو [illegible] معلوم تھا مسلمان [illegible] اور [illegible]!

[illegible]

[illegible] سردار [illegible]

[illegible] اللہ [illegible] فرمانبرداری پر قائم [illegible]۔

[illegible] اس نے کہا۔

[illegible] ہے تم سمجھتے [illegible] گے۔

[illegible] مناسب نہیں۔

[illegible] زمین پر [illegible] گیا [illegible] تمہاری [illegible] لیکن [illegible] تمہاری کسی بات [illegible]

[illegible] فتوح الشام [illegible] راہب عیسائیوں کے مذہبی بزرگ پادری یا عالم دین کو کہتے ہیں۔

ہو گیا۔ تم تونگر بن گئے۔ مہذب ہو گئے۔ عالم بن گئے۔ خدا ترس بن گئے۔ سرسبز شاداب ملکوں کے
قابض ہو گئے۔ دنیا بھر کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو گئے۔ دنیا تمہاری عزت کرنے لگی لیکن
فتوحات نے تمہاری آنکھیں تعیش سے آشنا کر دیں۔ تم ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتے ہو۔ زمین میں فساد
کرتے پھرتے ہو۔ بندگان خدا کو بے رحمی سے قتل کر ڈالتے ہو۔ خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا
تمہارے ظلم نے خدا کو ناراض کر دیا ہے۔ جب وہ تم سے اور تمہاری قوم سے ناخوش ہو جائے گا، تمہاری حالت
پہلے سے بھی بدتر ہو جائے گی۔۔۔۔"

راہب سانس لینے کے لیے رک گیا۔ سب غور سے اس کی گفتگو سنتے رہے تھے۔ جب راہب
خاموش ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے کہا: "اے راہب! تو گفتگو میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ کیا تو نہیں
جانتا کہ خدا سے شرک کرنے والا خدا کا بندہ ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا باغی و سرکش رعایا، رعایا
کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ ہماری قوم بہت بری حالت میں تھی۔ خدا ہماری قوم سے ناخوش
تھا۔ ہم بہت بری حالت میں تھے۔ جب ہم مسلمان ہو گئے تو خدا نے ہم کو غلبہ دیا۔ آج ہم ...
جو ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو شرک کرتے ہیں، خدا سے ... ہیں۔ ...
... ہیں ایسے لوگوں کے ... خدا ناخوش ہوتا ہے نہ خدا کے ...
خدا کے غضب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

راہب نے ہاتھ کے اشارے سے خالدؓ کو روکتے ہوئے کہا: "میں سمجھ گیا کہ تم ساری باتیں ... ہو
اہل علم سے ہو۔ مباحثہ میں تم جیت گئے ... ہم نے دیکھا ہے کہ تمہارا لشکر کس قدر ہے شاید
صحیح تعداد تم کو معلوم نہ ہو میں بتاتا ہوں۔ تمہارے لشکر کی تعداد ... بیس ہزار
تو ادھر یہ قواد ایسے ... ہیں کہ درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ چٹانوں کو ٹکڑے مار کر
سرمہ کر دیتے ہیں۔ انسانوں کی ان کے سامنے کوئی ہستی نہیں ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ طاقت۔ تم کل
بیس ہزار ہو۔ عیسائیوں کا مقابلہ کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ تم کو سمجھانے اور آخری مرتبہ
سمجھانے کے لیے آیا ہوں۔ تم اپنے اوپر، اپنے بچوں پر، اپنی عورتوں اپنی قوم پر رحم کرو واپس چلے
جاؤ۔ ورنہ سب کے سب اس میدان میں مارے جاؤ گے۔ تمہاری عورتیں کنیزیں بنائی جائیں
گی۔ بچے غلام بنیں گے انسانی منڈیوں میں فروخت کیے جائیں گے۔۔۔۔

حضرت خالدؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ آپ ہم کو اپنی کثرت سے ڈراتے ہیں۔ حالانکہ ہم بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہم ذوقِ شہادت میں جہاد کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں۔ شہید ہونا ہماری عین آرزو ہے پھر ڈریں کیوں۔ اے راہب سن ہم سے خدا نے خدا کے حبیب نے فتح و ظفر کا وعدہ فرمایا ہے۔

تم لاکھوں نہیں کروڑوں تعداد میں آؤ۔ فتح ہماری ہوگی ہم ڈرنے یا مرعوب ہونیوالے نہیں۔ مسلمانوں کی سرشت ہی میں ڈرنا نہیں ہے!!

راہب نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا۔ میں ڈراتا نہیں سمجھاتا تھا۔ اچھا سنو ہماری قوم کے بڑے لوگوں اور بادشاہوں نے یہ طے کیا ہے کہ ہم تمہارے ایک سپاہی کو ایک ایک ریشمی چادر ایک ایک ریشمی عمامہ ایک ایک دینار۔ ایک ایک بار شتر گندم اور جو کے اور تمہارے خلیفہ یا بادشاہ (حضرت عمر فاروقؓ) کو دس ہزار چادریں۔ دس ہزار عمامے دس ہزار دینار دس ہزار بار شتر گندم اور جو دیں گے۔ تم یہ دولت لیکر واپس چلے جاؤ۔ ورنہ ہم تم سے ڈر کر ... نہیں ... بلکہ خونریزی سے بچنے کیلئے یہ تجویز پیش کرتے ہیں۔ اسے قبول کر ... !

... نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ملک دولت۔ اور عزت خدا کے قبضہ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ہم آپ کے سامنے تین صورتیں پیش کرتے ہیں۔ آپ جو صورت مناسب سمجھیں منظور کر لیں۔ تم مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جاؤ ہمیں نہ تمہاری دولت سے غرض ہے نہ ملک سے۔ ... تم بدستور اپنے شہروں پر حکمراں رہنا۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو ہماری اطاعت کرو ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ اور اس حفاظت کے صلہ میں تم کو ہمیں جزیہ دینا ہوگا اگر یہ منظور نہ ہو تو ... تلوار رہ جاتی تمہارا فیصلہ کر دے گی جو حق پر ہوگا خدا اسے فتح دیگا۔

راہب نے کہا اس طرح تو جنگ لازمی ہے تمہاری قسمت اچھا تم مقابلہ کے لئے آمادہ ہو یقیناً آج ہی ہمیں ڈالے جاؤ گے۔

یہ کہتے ہی راہب واپس چلا گیا۔ خالدؓ بھی واپس لوٹ کر اپنی جگہ پر جا پہنچے انھوں نے تمام

سنہ فتوح الشام

گفتگو عمرو بن العاص اور ان لوگوں کو جو کہ قریب ہی کھڑے تھے سنا دی۔

خالد رضؓ نے ابھی گفتگو ختم ہی کی تھی کہ عیسائیوں کے نعروں اور طبل جنگ کی آواز آئی خالد رضؓ نے سامنے کی طرف دیکھا۔ انہیں اور تمام مسلمانوں کو افق جنوب میں غبار اڑتا ہوا نظر آیا حضرت خالد رضؓ نے کہا۔

عیسائیوں نے بڑھنا شروع کر دیا ہے ہمیں بھی پیشقدمی کرنا چاہیئے یہ کہتے ہی حضرت خالد رضؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ سارا میدان اس ہولناک نعرہ کی آواز سے گونج اٹھا۔ نعرہ لگاتے ہی شیران اسلام نے قدم قدم بڑھنا شروع کیا۔

تھوڑی ہی دور چلکر انھوں نے دیکھا کہ عیسائی مور و ملخ کی طرح سارے میدان کو ڈھکے ہوئے بڑھے چلے آرہے ہیں۔

چونکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بڑھ رہے تھے اس لئے بہت جلد مقابل آ گئے اب مسیحیوں نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں نے عیسائیوں کو دیکھا۔ ایک تیر کے فاصلے پر آکر دونوں لشکر رک گئے۔

خالد رضؓ نے صف سے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا۔ مسلم شیرو دشمنوں کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہو جانا۔ وہ تثلیث پرست ہیں انکے دلوں میں شرک کی بیماری ہے وہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے خدا تمہاری طرف دیکھ رہا ہے وہ تمہاری مدد کریگا صرف مسلمان ہی جنت کا حقدار ہے اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے انکی جانوں اور انکے مالوں کو جنت کے بدلے میں مول لیا ہے۔ بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں حوریں تمہارا کے استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ لڑو۔ خدا کی خوشنودی کے لئے لڑو جنت کے حقدار بن جاؤ"!

جس وقت حضرت خالد رضؓ نے اپنی تقریر ختم کی اسی وقت ہاتھیوں کے اوپر سے نقاروں

کے اندر سے تیروں کی بارش شروع ہو دی۔ عماریوں میں زنگی سوار تھے انھوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ تیر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ آفتاب ان کے نیچے چھپ جاتا تھا۔ مسلمانوں نے ان تیروں کو ڈھالوں پر روکا لیکن بہت سے تیر کارگر ہوئے۔

کئی مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کو طیش آ گیا۔ انھوں نے اللہ اکبر کا لرزہ دینے والا نعرہ لگایا اور نہایت جرأت و بے خوفی سے آگے بڑھے۔

حضرت خالدؓ نے بھی تیراندازی کا حکم دیدیا۔ مسلمانوں نے بھی تیروں کی بارش شروع کر دی۔ بکثرت زنگی ان تیروں سے مجروح ہو کر گر پڑے۔

مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر عیسائیوں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ بربری ان تیروں سے مجروح ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے سرداروں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر مل گئے۔ لشکروں کے ملتے ہی تلواریں میانوں سے کھینچ لی گئیں۔ صاف و شفاف تلواریں ہوا میں بجلی کی طرح چمکیں، ستاروں کی طرح انسانوں پر ٹوٹیں اور شعلوں کی طرح زندگیوں کو جلانے لگیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت خونریز۔ بڑی خوفناک۔ عیسائیوں نے زور زور سے قومی نعرے لگانے اور طبل جنگ بجانے شروع کر دیئے۔ سارا میدان مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔

عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے۔ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ گھمسان کی جنگ نہایت شدت سے چلنے لگی۔ سرفروش لڑنے مرنے اور کٹنے لگے۔ خون کے چھینٹے اڑنے لگے۔ صیقل شدہ سفید تلواریں خون میں نہا کر سرخ ہو گئیں۔ خالدؓ نہایت جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ وہ میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ کی طرف گھوڑا دوڑا کر جاتے اور جو عیسائی راستہ میں مل جاتا اسے قتل کر ڈالتے۔ ایک گھنٹہ میں انھوں نے پچاس عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

ضرار ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزہ سے لڑ رہے تھے۔ وہ ایسی بے جگری سے جنگ کر رہے تھے گویا انہوں نے تمام عیسائیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ وہ جس طرف بھی گئے انھوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

عمرو بن العاص افسر مال ہیں کافی سر فروشی سے معروف پیکار تھے وہ بھی بڑے بہادر اور مدبر تھے۔ کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ انکی تلوار نے بھی بیسیوں عیسائیوں کو جام مرگ پلا دیا تھا۔

ادھر سعد بھی انتہائے جوش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ ہر اس عیسائی کو مار ڈالتے تھے جو انکے سامنے آجاتا تھا۔

تمام مسلمان اس جوش و غضب سے لڑ رہے تھے کہ مخالفین بھی انکی جوانمردی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

پطرس پہلی صف کے پیچھے قلب میں ایک زری کے شامیانے کے نیچے کھڑا جنگی تماشا دیکھ رہا تھا اسے مسلمانوں کا عزم استقلال جوش اور دلیری دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا

اس کے پاس ہی شاؤل اور دوسرے سربرآوردہ لوگ کھڑے تھے۔ یہ سب ایک میدان کارزار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے ایک عظیم شور سنا۔ جس سے آگہ دار حیران ہو کر اس نے کہا۔

ایک شخص گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار عیسائی صف کو چیر کر آگے بڑھتا ہوا نظر آیا۔
پطرس اور اسکے ہمراہیوں نے اسے دیکھا۔ اس کے تمام جسم پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔
اس کے چہرے سے شجاعت و مردانگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

پطرس نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا۔ "یہ شخص کون ہے؟ بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے؟"
شاؤل نے کہا۔ اس کا نام ضرار ہے۔ اسی نے تمہارے بھائی بولص کو قتل کیا ہے کمبخت بڑا ہی شجاع اور نڈر ہے، ہمیشہ ننگے بدن لڑتا ہے۔

پطرس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ آہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے میں اس سے انتقام لوں گا۔ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کروں گا۔

داورلیس نے بڑھ کر پطرس سے کہا۔ آپ مجھے اجازت دیجئے میں اسے قتل کر کے اس کا سر حضور کے سامنے پیش کروں گا۔

پطرس نے کہا: "جاؤ اس مسلمان کا سر لا کر میرے سامنے پیش کرو۔"

ادریس ضرار کی طرف بڑھا۔ ضرار رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت خالد، عمرو بن العاص، فضل، سعد اور کئی دوسرے سردار عیسائیوں کی صف کو پیچھے ہٹاتے ہوئے بڑھ آئے تھے۔

اس عرصہ میں شیران اسلام نے سنبھل کر نہایت جوش اور ہمت سے حملہ کیا تھا۔ عیسائیوں کی ساری صف پسپا ہو کر پطرس سے جا ملی تھی۔ اب پطرس، شماؤل اور دوسرے لوگ صف سے آ گئے۔ ادریس حضرت ضرار کے قریب پہنچ گیا۔

مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ وہ رک گئے تھے۔ اور عیسائیوں نے بھی ہاتھ روک لئے تھے۔ قلب میں جنگ بند ہو گئی تھی۔ گویا دونوں لشکر ضرار اور اس کی جنگ کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت ضرار ادریس کے مقابلہ میں آ گئے۔ ادریس زرہ کے اوپر پشمینی کپڑے پہنے تھا۔ چاندی کا خود اوڑھے تھا۔ جس پر سونے کی کلغی لگی ہوئی تھی۔ سینہ پر جواہرات سے مزین صلیب آویزاں تھی۔

اس نے صلیب کو بوسہ دیا۔ حضرت ضرار نے ہنس کر کہا: "مردک تو صلیب سے امداد چاہتا ہے میں خدا سے مدد کا طلب گار ہوں۔ دیکھوں صلیب تجھے فتح دلاتی ہے۔ یا خدا مجھے فتحیاب کرتا ہے۔"

ادریس نے طیش میں آ کر ضرار پر حملہ کر دیا۔ ضرار نے ادریس کا وار ڈھال پر روکا۔ اور اس نے جلدی سے دوسرا وار کیا۔ اور حضرت ضرار نے اسے بھی خالی دیا۔

اب سنبھل کر انھوں نے حملہ کیا۔ ادریس نے نہایت دلیری سے حملہ روکا۔ ضرار سمجھ گئے کہ ادریس بھی فنون جنگ سے پورا پورا ماہر ہے۔ دونوں یکے بعد دیگرے ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور مقابل کا وار بچاتے تھے۔ عیسائی اور مسلمان خاموش کھڑے دیکھ رہے تھے۔

ان دونوں لشکروں کے درمیان نصف فرلانگ کا فاصلہ ہو گیا تھا۔ یہ دونوں میدان میں لڑ رہے تھے۔ چونکہ دونوں بہادر تھے۔ فنون جنگ کے ماہر تھے۔ نہایت ہوشیاری سے جنگ کر رہے تھے۔ اس لئے دیکھنے والوں کو لطف آ رہا تھا۔ دونوں فریق اپنے اپنے آدمی کا دل بڑھانے کے لئے تعریفی الفاظ بھی استعمال کرتے جاتے۔ دونوں اتنی دیر

لڑتے لڑتے دونوں کے گھوڑے پسینہ سے شرابور ہو گئے۔ چونکہ حضرت ضرار اکہرے بدن کے دبلے پتلے آدمی تھے۔ اور ادریس دوہرے جسم کا گرانڈیل تھا۔ اس لیے اسے خیال ہوا کہ وہ اگر گھوڑے سے اتر کر کشتی لڑے تو ضرار کو ضرور دبوچ کر کے مار ڈالے گا۔ اس نے اس نے کہا۔ ضرار دونوں گھوڑے پسینہ میں نہا گئے ہیں۔ آؤ نیچے اتر کر کشتی لڑیں۔ حضرت ضرار نے بسر و چشم منظور کر لیا۔

دونوں گھوڑوں سے نیچے اترے اور کشتی شروع ہو گئی۔ ادریس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ضرار دبلے پتلے ضرور ہیں لیکن کمزور نہیں ہیں۔ ان کا جسم لوہے کا معلوم ہوتا ہے۔ ادریس پر ضرار کی طرف سے خوف طاری ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترنے پر پچھتایا۔

[illegible] نے گھوڑے کو پسینہ آتے اور ادریس کو گھوڑے سے اترتے دیکھا [illegible] نے اس کے لیے ایک گھوڑا بھیجا جس پر [illegible] بالکل [illegible] ہوتے تھے۔

حضرت خالدؓ نے جب دیکھا کہ ضرار کی لڑائی نے طول کھینچا تو انہوں نے کہا ضرار! ضرار کیا سستی ہے۔ کیوں [illegible] ادریس کو گھوڑا پہنچ گیا تھا [illegible] اس [illegible] گھوڑے پر سوار ہو گیا [illegible] جلدی سے اپنے گھوڑے پر جا بیٹھے اور ضرار کو ڈانٹ کر کہا [illegible] تو میری تیری شکایت رسول خدا سے کروں گا۔

گھوڑا [illegible] زیادہ تیز رو ہو گیا ایسا [illegible] ادریس کی طرف جھپٹے۔

[illegible] بڑا ستال زرد [illegible] ادریس [illegible] اور حملہ کر کے زمین پر گرا دیا۔

مسلمانوں [illegible] بھی شکستہ دل ہو گئے [illegible] گھوڑے پر سوار ہو گئے جو [illegible] لیا تھا۔

اصطیلدس نے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھا۔ ایک اور عیسائی جس کا نام بلاس تھا ضرار کے مقابلہ کے لیئے نکلا۔ بلاس بھی نہایت عظیم الجثہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کسی گھوڑے پر برج رکھ دیا ہو۔

وہ بھی زرہ کے اوپر ریشمی پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ سر پر چاندی کا خود اوڑھے تھا جس پر سنہری مینا کاری بنی ہوئی تھی۔ اس نے ضرار کے پاس آتے ہی ان پر تلوار سے حملہ کر دیا۔

حضرت ضرار نے ڈھال سامنے کر دی۔ اس کی تلوار ڈھال کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا ضرار نے بلیٹ کر آ کر نیزہ مارا۔ نیزہ کاری لگا۔ اور بلاس کا سینہ توڑ کر اس کی پشت کے پار نکل گئی بلاس نے ایک دل دوز چیخ ماری اور بیکرا کر گھوڑے سے گرا۔ ضرار نے زور کر کے نیزہ کھینچا بلاس نیزہ پر لٹک گیا۔ ضرار نے نیزہ کو حرکت دیا۔

اس کی نعش عیسائیوں کی طرف جا گری۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر پھر نعرہ تکبیر لگایا عیسائیوں کو بڑا غصہ آیا۔ اصطیلدس نے کہا۔ یہ شخص آدمی نہیں ہو سکتا۔ ضرور کوئی جن ہے اس کے مقابلہ کیلئے مجھے ہی نکلنا پڑے گا۔

شاذل نے کہا۔ آپ اطمینان رکھیئے۔ میں اس جن کو پکڑ کر لاؤں گا۔ یہ کہتے ہی سائے سواروں کو ہمراہ لیکر ضرار پر حملہ آور ہوا۔

شاذل بادشاہ تھا۔ وہ دیبا و حریر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے کپڑوں کے حاشیوں پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے لعل تراش کر تمام بنائے گئے تھے۔ سر پر سونے کا درخشاں تاج تھا۔ اس کے کپڑے تاج ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے شاذل کے گروہ نے حضرت ضرار کو نرغہ میں لے لیا۔ ضرار نے نہایت استقلال سے جنگ شروع کر دی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کے اس غول کو دیکھا۔

عبداللہ ضرار کو تنہا دیکھ کر تڑپ گیا۔ انھوں نے حضرت خالدؓ سے کہا یا سردار المسلمین کیا ... ضرار کی مدد کریں۔ خالد نے کہا۔ ضرور کرنی چاہیئے۔ کہاں ہیں، فضل بن ... بن جعفر، عبداللہ بن عمر فاروق، اور عبدالرحمن بن ابوبکر، عبداللہ بن ... بن ... عبداللہ بن المقداد، سعد، مسلم بن عقیل، سب ضرار کی مدد کیلئے چلو۔

خالدؓ جس جس کا نام لیتے جاتے تھے۔ وہ ایک طرف کھڑا ہوتا جاتا تھا۔ ان سب کو لے کر حضرت خالدؓ بڑھے۔

ضرار نہایت استقلال سے مشغول جنگ تھے۔ انھوں نے نہ مسلمانوں کو آتے دیکھا نہ انکی خواہش کی وہ سر جھکائے ہوئے لڑ رہے تھے۔

عیسائی چاروں طرف سے ان پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ شاؤل عیسائیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہا تھا۔ خالدؓ اور انکے ہمراہی نیزہ تانے ہوئے شاؤل کے قریب پہنچے خالدؓ نے بلند آواز سے کہا ضرار دشمنوں سے اندیشہ نہ کرنا فتح و نصرت تمہارے پاس آپہنچی ہے ضرارؓ نے کہا خدا حامی و ناصر ہے [illegible] اسی طرف [illegible] ہے۔ خالدؓ اور انکے ہمراہیوں نے عیسائیوں پر نیزوں سے حملہ کیا۔ انہوں نے [illegible] حملہ کیا تھا۔ عیسائی [illegible] کرنے سے غافل تھے۔ [illegible] سپاہی پہلے ہی حملے میں کشتہ ہو کر گرے۔

عیسائیوں میں گھبراہٹ کے آثار [illegible] شاؤل [illegible] خالدؓ کو جانتا تھا۔ وہ گھبرا گیا اسے اپنی موت [illegible] رنگ زرد پڑ گیا۔ اور بدن کانپنے لگا۔

اس نے اپنی مدد کے لئے [illegible] حلقے میں لے لیا [illegible] نہایت جوش اور [illegible] حملے کرنے لگے۔

ضرار ایک طرف [illegible] عیسائی [illegible] بہادر دلیر [illegible] ضرارؓ نے جوش میں آ کر [illegible] مار ڈالیں گے، مگر وہ ان کا ہر حملہ [illegible] روک دیتا تھا۔ آخر ضرار نے جھلا کر بڑے جوش اور پوری طاقت [illegible] حملہ کیا۔

عیسائی نے [illegible] ڈھال [illegible] عیسائی گھبرا گیا [illegible] ڈھال [illegible] ضرار نے [illegible] گھوڑا [illegible]

سے اتر کر پیادہ اس کے پیچھے دوڑے۔ عیسائی نے جب انہیں پیدل دیکھا اس نے خیال کیا کہ اب وہ ضرار کو مار ڈالے گا۔ اس نے جلدی سے گھوڑا اٹھایا اور تلوار سے ضرار پر حملہ کیا۔

ضرار نے اس کی تلوار ڈھال پر روکی اور ساتھ ہی اس کا پاؤں پکڑ کر کھینچا عیسائی بہت سنبھلا لیکن پاؤں رکاب سے نکل چکے تھے۔ وہ گھوڑے سے نیچے گرا ضرار خنجر لیکر جھکے قبل اس کے کہ عیسائی اٹھے خنجر سے اس کا گلا کاٹ ڈالا قتل کے وقت اس نے اس زور سے چیخ ماری کہ تمام میدان گونج اٹھا۔ عیسائی کانپ گئے۔

پطرس دور سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ ضرار جنوں سے بھی بڑھ کر ہے کم بخت نے کیسے کیسے بہادروں کو مار ڈالا۔

اب اس نے بربریوں کو اشارہ کیا۔ بربری قوم کو مکر بڑھے ادھر سے عیسائیوں کا ریلا چلا۔ ہاتھیوں کی فوج بھی بڑھائی گئی۔ [illegible] جنگ [illegible] زور زور سے بجنے لگا نرسنگے پھونکے گئے۔ قومی نعرے چیخ چیخ کر لگائے جانے لگے۔

تمام میدان ہلنے لگا۔ ضرار جواب گھوڑے پر سوار ہو گئے تھے۔ اور ان کے چند ہزار ہمراہی [illegible] ان ملاؤں کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ ادھر ہی [illegible] کر دیئے۔ [illegible] شاول [illegible] عیسائیوں کے [illegible] لشکر کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو [illegible] کی جان میں جان آئی [illegible] دوڑا۔

[illegible]

[illegible] شاول کی زرہ اور سینہ توڑا [illegible] پشت تک [illegible] زخمی کیا۔ شاول کہتا ہوا گرا [illegible] کو حملہ آور دیکھ کر تمام [illegible] لیکن شاول [illegible]

[illegible] لشکر اسلام بڑھنے کا اشارہ [illegible] تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ خیز نعرہ لگا کر [illegible] دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

تلواریں میانوں سے کھنچ آئیں اور جنگ نہایت زور شور سے شروع ہو گئی مسلمان

عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ زخمیوں کی آہ و کرب مرنے والوں کی دل دوز چیخوں نے شور و غل کو [illegible] کر دیا۔

ایسا شور بلند ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ جس طرف بھی نظر جاتی تھی خون میں ڈوبی ہوئی تلواریں بلند ہو کر جھکتی نظر آتی تھیں۔ عیسائی اور مسلمان دونوں جوش میں بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ ہر فریق دوسرے کو زک دینے کی فکر میں تھا۔

سعد، عبدالرحمٰن، یونس، جعفر، مسلم، عبداللہ بن عمر قیامت خیز جنگ کر رہے تھے۔ ان چھ سرفروشوں کا ایک گروہ بن گیا تھا۔ یہ چھ کے چھ جا [illegible] نہایت جوش سے لڑائی لڑ رہے تھے۔

جس طرف ان کا رخ ہو جاتا تھا پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے۔ صفوں کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ وہ عیسائیوں کی تین صفوں کو توڑ چکے تھے۔ [illegible] عیسائیوں کو مارتے کاٹتے سامنے ہی کی طرف بڑھتے چلے آ رہے [illegible] انہیں کھینچے لئے جا رہی تھی۔ اگرچہ ان کی غلطی تھی ان کا ہر قدم [illegible] لڑنے والے عیسائیوں میں گھرے جاتے تھے مگر انہیں اس بات کی پروا نہ [illegible] عیسائی ان کے کشتوں کے ڈھیر لگاتے ہوئے بڑھتے چلے جاتے [illegible] ہو گئی تھی۔ اب صفیں قائم نہ رہی تھیں۔ سارے میدان میں [illegible] اور مسلمان [illegible] تھے۔ ہر طرف جنگ ہو رہی تھی۔ اور جنگ بھی نہایت خون آشام تھی۔

جب یہ گروہ چوتھی صف کے قریب پہنچا تو انہوں نے [illegible] ان لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان سے آگے کون مسلمان پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے [illegible] کر دیکھا انہیں عیسائیوں کا غول جنگ کرتا نظر آیا۔ نعرہ لگا [illegible] نرغے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ عیسائیوں [illegible] لیا ہے۔ وہ تڑپ کر اس طرف بڑھے جو بھی سامنے آئے انہیں قتل [illegible] سینکڑوں عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد بڑی دشواریوں کے ساتھ وہ اس [illegible] پہنچے۔

انہوں نے دیکھا کہ دو مسلمان عیسائی گھیرے میں معروف پیکار ہیں۔ [illegible] حیرت

جہاں کہ آج جبکہ ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ دوست اور دشمن کی پہچان مشکل تھی کہ کون کیا ہے
مسلمان تھے جو عیسائی پوشاک پہنے میدان کارزار میں جنگ کرنے کیلئے برد آزما ہوں۔
یہ ایک دلیرانہ بڑھ کر اس غول میں جا پہنچے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس
نعرے سے عیسائی خائف ہو گئے وہ پیچھے پھر کر ان آنے والے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔
اللہ اکبر کا پر ہیبت نعرہ ہمیشہ سے دشمنوں کے دل میں تہلکہ ڈالتا رہا ہے۔ اس پر ہول
نعرہ سے عیسائی خائف ہوئے وہ پیچھے پھر کر ان آنے والے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔
سعد اور ان کے ہمراہیوں نے نہایت شجاعت و مردانگی سے ان خوفزدہ عیسائیوں
پر حملہ کر دیا۔ اور انہوں نے دم کے دم میں بیسیوں عیسائیوں کو مار ڈالا جس پر بھی انکی
تلوار پڑی وہی کشتہ ہو کر گرا۔
عیسائی گھبرا گئے۔ دب کر پیچھے ہٹ گئے۔ یہ چھ سرفروش مسلمان بڑھ کر ان دونوں
شیران اسلام کے پاس پہنچے جو عیسائیوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ سب سے پہلے
سعد نے انکو دیکھا وہ حیران رہ گیا۔ اس نے فرط مسرت سے بیخود ہو کر کہا۔ الٰہی ریاض خدا
کا ہزار ہزار شکر ہے۔ تیرا بے شمار باعث مسرت ہے۔ اور وہ اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکا
باقی الفاظ منہ ہی میں رہ گئے وہ گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس پہنچا۔ وہ دونوں شیران
اسلام ریاض اور اسود تھے۔
ریاض کے بشرہ سے کمال مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے سعد کے قریب آ کر
معانقہ کیا۔ سعد کے بعد سب سے ہاتھ ملائے۔ سعد نے کہا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم مل گئے
عبدالرحمن نے کہا۔ یہ وقت اظہار مسرت یا استفسار حال کرنے کا نہیں ہے ہم دشمنوں
میں گھرے ہوئے ہیں۔ خدا ہمیں ان دونوں کی اعانت کیلئے یہاں لایا تھا۔ اب واپس
لوٹو اور جہاد کرو۔"
سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اب یہ چھ کے بجائے آٹھ ہو گئے۔ ان آٹھوں نے
واپس لوٹ کر عیسائیوں پر کوہ شکن حملہ کیا۔ عیسائی گھبرا گئے اور پیچھے ہٹے۔ یہ شیر دل
آٹھوں مسلمان مارتے کاٹتے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

آٹھواں باب

رہائی کے اسباب

تسلسل واقعات کیلئے ہمیں ریاض کا حال بیان کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے جب تائید غیبی سے موت کے پنجہ سے ریاض بال بال بچ گیا۔ اور ایک عیسائی افسر اسے اور اسود کو لیکر اس جگہ پہنچا جہاں ریاض کو قید رکھا جاتا تھا۔ تو افسر نے اسود کو ایک زنجیر میں جکڑنا شروع کردیا۔

اسود پستہ قامت اور دوہرے بدن کا آدمی تھا۔ اس نے زنجیروں میں جکڑتے وقت اپنا بدن اور بھی پھلا لیا تھا۔ افسر اسے جکڑ کر خیمہ کے اندر ایک چوب سے باندھ دیا تھا۔ ریاض کو بھی اس چوب سے باندھ دیا تھا۔ یہ دونوں ایک معمولی خیمہ کے اندر قید کئے گئے۔ جب افسر چلا گیا۔ تو ریاض نے کہا۔ اسود تم کیسے قید ہوگئے؟

اسود نے کہا۔ سیدی میں قصداً اسیر ہوکر آیا ہوں۔

ریاض نے حیرت سے اسے دیکھ کر دریافت کیا۔ "تم کیوں آئے ہو؟"

اسود نے اطمینان بھرے لہجہ میں کہا۔ آپ کو آزادی دلانے کے خیال سے۔

ریاض نے آہ سرد بھر کر کہا۔ اسود میری رہائی غیر ممکن ہے۔ تم نے فضول اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا۔

اسود۔ آپ مایوس کیوں ہیں؟

ریاض۔ کیا تم اس لشکر کو نہیں دیکھتے جو ہمارے گرد پڑا ہے۔

اسود۔ میں نے دیکھا ہے لیکن ہم کو خداوند کریم کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

ریاض۔ ہاں خدا میں سب کچھ طاقت ہے۔

اسود۔ تم دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔

ریاض۔ تم ان عیسائیوں کے ہاتھوں میں کیسے پڑ گئے؟

اسود۔ سالارِ اعظم کو جاسوسوں نے اطلاع دی تھی۔ کہ ارسوس دالٹی دمشق ارلبنی کو حراست میں لئے اس جگہ مقیم ہے۔ جہاں مسیحی لشکر پہلے خیمہ زن تھا۔

سعد ساتھ مجاہدوں کو لیکر روانہ ہوئے میں نے بھی انکے ہمراہ چلنے کی اجازت لیلی ہم سب اچانک عیسائیوں پر جا پڑے میں قصداً انکے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا سعدؓ لبنیٰ اور ایک عیسائی دوشیزہ کو ہمراہ لیکر چلے گئے۔ اور میں آپکے پاس پہنچ گیا۔

ریاض نے دریافت کیا۔ اسلامی لشکر میں کوئی نئی بات تو مشہور نہیں ہوئی؟

یہ کہتے ہی اس نے غور سے اسود کو دیکھا اور جواب کا نہایت بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ در اصل وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا اسکی محبت کا افسانہ تو لشکر میں مشہور نہیں ہو گیا!

اسود نے جواب دیا کوئی نہیں!۔

اس جواب سے اس کی تشفی نہ ہوئی لیکن وہ صاف طور پر دریافت بھی نہ کر سکتا تھا۔

اس نے پھر پوچھا۔ سعدؓ اچھے تھے؟

اسود۔ یوں تو اچھے تھے لیکن آپکی گرفتاری کا انہیں بیحد ملال تھا۔

ریاض نے جلدی سے دریافت کیا۔ کیا وہ مجھے دریافت کرتے رہتے تھے؟

اسود۔ بہت زیادہ۔ کوئی وقت آپکی یاد سے خالی نہیں رہتا!

ریاض۔ انکی ہمشیرہ انہیں مل گئیں؟

اسود۔ ہاں، میرے سامنے وہ اپنی ہمشیرہ کو لے گئے۔

اسکے بعد کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ ریاض کچھ سوچنے لگ گیا۔ شام تک اسی طرح بندھے پڑے رہے دن چھپے انکے لئے کھانا آیا۔

ریاض کو صرف ایک وقت کھانا دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں نے انکے ہاتھ کھول دئے دونوں نے کھانا کھایا۔ کھانا کھلا کر سپاہیوں نے انہیں پھر باندھ دیا۔ جب سپاہی چلے گئے اور خیمہ کے اندر اندھیرا پھیل گیا تو اسود نے کہا۔ اب ہمیں اپنی مہم شروع کرنی چاہئے۔

ریاض نے کہا ہم دست و پا بستہ ہیں کیا کر سکتے ہیں۔

اسود۔ آپ دیکھتے رہئے میں نے اپنے جکڑے جاتے وقت اپنے بدن کو پھلا لیا تھا

میری زنجیریں ڈھیلی ہو گئی ہیں۔ اور میں زنجیروں کے بیچ سے نکل سکتا ہوں۔

ریاض نے قدرے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ یہ بات ہے تو کوشش کرو!

چونکہ اندھیرا ہو رہا تھا۔ اس لئے ریاض یہ نہ دیکھ سکا کہ اسود کیا کر رہا ہے۔ اسود نے سانس روک کر اپنے جسم کو پھیلا کر اور زنجیروں کی لپیٹوں کو پشت اور پیروں کی طرف سے کھسکانا شروع کر دیا۔

اگرچہ اسود نے اپنا جسم جکڑتے وقت پھیلا لیا تھا لیکن مسیحی افسر نے اسے کس کر جکڑا تھا۔ جس سے زنجیر کچھ زیادہ ڈھیلی نہ رہی تھی۔ مگر اسود کو جو دھن جس کام کی لگ جاتی تھی وہ اسے پورا کر کے چھوڑتا تھا۔

چنانچہ وہ بدستور اپنے کام میں لگا رہا۔ یہ کام کوئی معمولی نہ تھا بڑا اہم اور دشوار تھا وہ سانس روک کر بدن کو پھیلا پھیلا کر زنجیر کو نیچے کھسکا رہا تھا۔ پورے تین گھنٹے کی کوشش کے بعد زنجیر پھسل کر پاؤں پر آ گری۔

اسود نے قدرے مسرور ہو کر کہا میں آزاد ہوں میری زنجیر میرے پاؤں پر آ پڑی ہے۔

ریاض نے کہا۔ آہستہ بولو۔ پہرے والے قریب معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا زنجیر کو اپنے آہستگی سے ہٹا کر ایک طرف ڈال دو جس سے کسی قسم کی آواز نہ نکلنے پائے۔

اسود نے کہا۔ ایسا ہی کروں گا۔

اس نے زنجیر کو نہایت آہستگی سے اٹھا کر ایک طرف ڈال دی۔ اب اس نے اپنے آقا یعنی ریاض کی زنجیر دیکھی۔ اندھیرا گھپ ہونے کی وجہ سے اسے سرا نہ مل سکا لیکن وہ ٹٹولتا رہا۔

کامل ایک گھنٹہ کد و کاوش کے بعد زنجیر کا سرا ملا جو کہ ایک کڑے میں پڑا ہوا تھا کڑے کا منہ کھلا ہوا تھا۔ کوئی شخص اگر دونوں ہاتھوں سے زور لگاتا تو کڑا کھل کر زنجیر نکل آتی۔

اسود نے دونوں ہاتھوں سے زور لگایا اور کڑے کا منہ کھول کر زنجیر کا سرا یعنی سرا باہر آتے ہی اس نے آہستہ آہستہ بل کھولنے شروع کئے۔ بہت جلد اس نے تمام بل کھول کر زنجیر الگ رکھ دی۔

اب یہ دونوں آزاد ہو گئے تھے۔ ریاض بہت خوش ہوا۔ اس نے اسود سے بغلگیر ہو کر کہا خدا نے تجھے فرشتۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آج سے تم میرے بھائی ہو۔

اسود نے کہا۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ زر خرید غلام۔ آپکا بھائی کیسے بن سکتا ہوں۔

ریاض نے کہا۔ میں تجھے آج سے آزاد کرتا ہوں۔

اسود نے غم انگیز لہجہ میں کہا۔ گویا آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔

ریاض نہیں۔ اب تو میرے ساتھ ایک بھائی کی حیثیت سے رہے گا۔

اسود۔ میں اب تک آپ کا غلام تھا۔ اب خادم بن کر رہوں گا۔

اتفاقیہ خوشی انسان کو اس حالت سے بے خبر کر دیتی ہے۔ ریاض اور اسود کی صرف زنجیریں دور ہو گئی تھیں لیکن ابھی وہ اسی خیمہ میں تھے جس میں قید کئے گئے تھے۔ لاکھوں مسیحی انکے گرد پڑے تھے۔

ٹڈی دل عیسائیوں میں بھاگنا آسان کام نہ تھا لیکن وہ یہ سمجھے تھے کہ گویا ہم آزاد ہو گئے ہیں۔

اسود نے کہا: "اب ذرا باہر کی طرف جھانک کر دیکھوں۔ کہ پہرے والے کتنے ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں؟"

ریاض۔ دیکھو لیکن احتیاط رکھنا۔ ذرا سی غلطی ہمکو دوبارہ مصیبت میں پھنسا دیگی۔

اسود۔ اطمینان رکھیے میں احتیاط سے کام لوں گا۔

وہ آہستہ آہستہ چل کر دروازہ تک پاس آیا۔ اس نے ذرا سا پردہ اٹھا کر باہر جھانک کر دیکھا۔ اسوقت رات دو ثلث گذر چکی تھی۔ اندھیری رات ہونے کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ تمام آسمان پر ستارے بکھرے پڑے تھے۔ اور چمک رہے تھے۔ ہوا قدرے خنکی آمیز چل رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ عیسائیوں کا سارا لشکر خواب خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا ہے۔ ہر طرف اندھیرے کے ساتھ ہی ساتھ خاموشی کا بھی تسلط تھا۔ سکون طاری تھا۔ سوائے خراٹوں کے اور کوئی آواز نہ آرہی تھی۔

اس نے غور سے خیمہ کے اردگرد دیکھا۔ دروازہ کے سامنے دو پہریدار چٹائی پر پڑے سو رہے تھے۔ اس خیمے سے فاصلے پر اور خیمے تھے۔ ان خیموں میں بھی سکوت تھا۔

وہ واپس آیا۔ اور اس نے کہا۔ قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ تمام لشکر ہمارے عیسائی ہمارے نگران سب پڑے سو رہے ہیں۔ ہماری ذرا سی ہمت ہمکو کامیاب کر دیگی۔

ریاض نے کہا۔ خدا ایسا ہی کرے!

اسود نے کہا۔ پہرے والے صرف دو ہیں۔ اور دونوں ہی پڑے ہوئے سو رہے ہیں۔ آؤ خاموشی سے انکے سرہانے پہنچکر انہیں ٹھکانے لگا دیں۔

ریاض نے کہا۔ چلو جلدی کرو۔ دونوں خیمہ سے باہر آئے اور دبے پاؤں آہستہ آہستہ دبے قدموں پہریداروں کی طرف بڑھے۔ پہریدار قریب ہی پڑے تھے۔ دونوں ان کے سروں پر جا پہنچے۔ اتفاق سے ایک پہریدار نے کروٹ بدلی۔ ریاض نے [illegible] سے حادلوجا۔ اس نے اس کا ٹینٹوا پکڑ کر دبا لیا۔ فوراً ہی اسود دوسرے پہریدار پر جا پڑا۔ اس نے بھی اس کا گلا دبانا شروع کیا۔ دونوں پہریدار دبے والے تڑپنے لگے۔ لیکن ٹینٹوے بھینچے ہونے کی وجہ سے آواز نہ نکال سکے۔ [illegible] یہاں تک کہ بھینچے گلے [illegible] کی آگئی۔ موت نے انہیں آ دبایا۔ [illegible] خنجر سے [illegible] اچھل پڑ گئے۔ دونوں نے ان دونوں مردہ پہریداروں کو اٹھایا اور خیمہ کے اندر جا کر ڈال دیا۔

اب ریاض نے کہا۔ ہمیں بچنے کے لئے عیسائیوں کا بھیس بدلنا چاہئے۔ ان دونوں کے کپڑے اتار کر پہن لیں۔

اسود۔ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ یہ بہترین تدبیر ہے۔

دونوں نے پہلے اپنے [illegible] مردہ پہریداروں کے کپڑے اتارے ان کو اپنے کپڑے پہنا کر خود انکے کپڑے پہن لئے۔ اس کام میں اتنی دیر لگی کہ صبح کے آثار نمودار ہو گئے۔

چونکہ آج لشکر کو علی الصباح صف بستہ ہونے کا حکم تھا اس لئے لشکری بیدار ہو

ہوکر حوائج ضروری سے فراغت کرنے لگے۔ یہ دونوں خیمے سے باہر نکلے۔ انھوں نے لشکر میں عام ہلچل دیکھی۔!!

وہ ڈر گئے۔ اسود نے کہا۔ اب کیا ہوگا۔ ریاض نے کہا۔ تم خوف نہ کرو۔ دو گھوڑوں کی تلاش کرنی چاہیے۔ اب دونوں بڑھے۔ کچھ دور چل کر انھوں نے سیکڑوں گھوڑے قنات میں بندھے کھڑے دیکھے۔

انھوں نے دو گھوڑے کھولے۔ ان پر زین کسے۔ ہر گھوڑے کا زین اس کے سامنے کسی قدر فاصلے پر رکھا تھا۔ یہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آہستہ آہستہ چلے۔

وہ صبح کے جھٹپٹے وقت میں لشکر کو عبور کرنا چاہتے تھے لیکن یہ دشوار تھا۔ عیسائی تیار ہو کر [illegible] گروہ در گروہ میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ یہ بھی ایک گروہ میں شامل ہو گئے۔ وہ گروہ چوتھی صف میں کھڑا ہوا۔ اگرچہ وہ اور آگے جانا چاہتے تھے لیکن افشائے راز کے خوف سے اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ ممکن تھا کہ وہ اس وقت آگے بڑھ جاتے مگر پہچانے جانے اور راز کے کھل جانے کے اندیشے نے انہیں جرأت نہ ہونے دی۔

جب تمام لشکر صف بستہ ہو گیا تو آفتاب نکل آیا۔ اب انہیں زیادہ اندیشہ ہوا۔ وہ عرب تھے۔ ان کی صورت و شکل الگ تھی۔ پوشاک ان کی صورتوں کو چھپا نہ سکتی تھی لیکن کر کیا سکتے تھے۔

اب صف سے ایک قدم بھی بڑھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ مجبوراً کھڑے ہو کر لڑائی شروع ہونے کا انتظار کرنے لگے چونکہ تمام سپاہی پیدل سواروں کی نظریں سامنے کی طرف تھیں، اس لیے کسی نے ان کو دیکھا اور نہ ان کا راز کھلا۔

اگر ریاض اور اسود نے اپنی طرف سے پہچانے نہ جانے کا سب کچھ انتظام کر لیا تھا لیکن ممکنات [illegible] تیار ہو کر کھڑے تھے دراز [illegible] تھے انہیں یہ خیال نہ ہوا تھا کہ انہیں [illegible] دیکھ کر اگر کوئی افسر یہ پوچھ بیٹھا تو کیا جواب دیں گے۔

[illegible] اس لیے انہیں خبر نہ تھی کہ میدان

جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب عام حملہ ہو گیا۔ اور چوتھی صف کو بھی آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ تو ایک افسر نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ اس نے متعجب ہو کر کہا۔ ہائیں تمہارے پاس ہتھیار نہیں۔ ؟ تم کیسے لڑو گے۔ ہتھیار کہاں ہیں؟"

اب ان دونوں کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ اس وقت ریاحن نے اسود اور اسود نے ریاحن کو دیکھا۔ دونوں نے آنکھوں آنکھوں میں کچھ کہا۔ اور دونوں نے جواب دینے کے بجائے اپنے قریب کھڑے ہوئے عیسائی سپاہیوں کے چنگل سے ایک ایک تلوار اور ایک ایک ڈھال چھین لی۔ افسر نے دریافت کیا تم کون ہو؟

وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ ریاحن اور اسود نے موقع کی نزاکت کو دیکھا۔ وہ ایک دم آگے بڑھے ریاحن نے پورا ہاتھ افسر کے مارا افسر حملے کی تاب نہ لا سکا۔ اس کا سر ککڑی کی طرح کٹ کر دور جا گرا۔ دونوں نے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے۔ عیسائی اس کارروائی کو دیکھ کر آئینہ دار حیران رہ گئے۔ وہ ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ دونوں عیسائی ہیں لیکن فوراً ہی انہیں شبہ ہوا۔ ... سوار ان کے تعاقب میں دوڑے۔ سواروں نے ان دونوں کو تیسری صف کے قریب جا لیا۔ اب وہ دونوں رک گئے۔ اور عیسائیوں کی طرف منہ پھیر کر کھڑے ہو گئے۔ ... عیسائیوں نے انکو پہچان لیا۔ ان میں سے چند ایک نے کہا۔ ارے یہ تو مسلمان ہیں۔

فوراً ہی عیسائی ان دونوں پر پل پڑے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ ... شیر کی طرح حملے کرنے لگے۔

عیسائی جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے لیکن وہ دونوں بہادر ... حملہ کو نہایت ہوشیاری سے رد کر دیتے تھے۔ الغرض ان دونوں نے حملہ کر کے دو عیسائیوں کو مار ڈالا۔ اور اس مسرت سے ان دونوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

اس نعرہ کو سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے سنا وہ ان کی مدد کیلئے بڑھے اور ... پہنچ گئے۔ جیسا کہ ناظرین باب ہائے ما سبق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جو لوگ ریاحن اور اسود کو ... ہو گئے تھے ان میں کچھ لوگ مارے گئے

تھے باقی بھاگ گئے تھے۔ یہ آٹھوں مسلمان واپس لوٹ کر تیسری صف پر جا ٹوٹے۔ آٹھوں بہادر تھے پکے مسلمان تھے۔ ایسا جی توڑ کر لڑے کہ عیسائی لشکر کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔

انھوں نے سیکڑوں جانبازوں کو مار ڈالا لیکن عیسائیوں کی اسقدر کثرت تھی کہ جتنے لوگوں کو وہ مار ڈالتے تھے اس سے دگنے انکے سامنے تازہ دم آجاتے تھے۔ دشمنوں کی اس کثرت کو دیکھ کر وہ گھبرائے نہیں اور نہ ہی تھکے بلکہ برابر مصروف قتال رہے۔

اسوقت تمام محاذات پر جنگ نہایت شدومد سے ہو رہی تھی۔ مشرق و مغرب سے شمال و جنوب تک، تلواریں اٹھتیں اور انسانی سمندر میں ڈوبتی نظر آتی تھیں۔ شور و غل پہلے سے چہار چند بڑھ گیا تھا۔ سرفروش بہادری کے نشہ میں سرشار برابر جنگ کر رہے تھے۔ تلواروں کی بارش، نیزوں کی سنسناہٹ، خنجروں کی دھار سروتن کے فیصلے کر رہے تھے جانباز کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ موت سرعت سے زندگی کی کھیتی کاٹ رہی تھی۔

سارے میدان میں موت کا بازار گرم تھا۔ خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں۔ زمین لالہ زار ہو گئی تھی۔ جگہ جگہ ہاتھوں پیروں، سروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگ گئے تھے جن گھوڑوں کے سوار مر گئے تھے وہ ادھر ادھر زقندیں بھرتے لاشوں کو روندتے پھر رہے تھے۔

سارے محاذات پر تمام مسلمان نہایت جیداری بڑی بہادری اور کمال جوش کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ وہ لڑائی میں منہمک ہو گئے تھے کہ نعرۂ تکبیر لگانا بھی بھول گئے تھے۔

دراصل ایسی خونریز جنگ ہو رہی تھی کہ ہر شخص اپنی ہستی کو بھولا ہوا تھا۔ کسی کو سوائے مارنے اور مرنے کے اور کچھ یاد ہی نہ رہا تھا۔ رفاعہؓ ایک بزرگ صحابی تھے بڑے پرجوش تھے۔ انکے تحت میں پانچسو مرد میدان قبیلہ بنو حمار بن لبید و مالک کے تھے وہ لڑتے لڑتے ہاتھیوں کے قریب پہنچ گئے۔

ان کا گھوڑا بھڑکا انھوں نے گھوڑے کو ڈپٹ کر آگے بڑھایا گھوڑا اڑتا ڈرتا ہاتھیوں کے قریب پہنچا۔ ایک سفید ہاتھی سب سے آگے تھا یہ ہاتھی تمام ہاتھیوں سے اونچا اور موٹا تازہ تھا۔

رفاعہؓ نے بڑھ کر اس ہاتھی کے تلوار ماری تلوار سونڈ پر پڑی ہاتھی چنگھاڑ مار کر پیچھے ہٹا۔ رفاعہؓ نے ایک تلوار کا ہاتھ اور مارا تلوار سے کاٹ کر اس کا کچھ حصہ اڑ گیا۔ ہاتھی چکرا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اس زور سے جھرجھری لی کہ اس پر جو عماری کشیدہ تھی وہ گر گئی۔

عماری میں دو زنگی بیٹھے تھے۔ ایک عماری کے نیچے دب گیا ایک زمین پر گرا وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔ اس کے ہاتھ میں وزنی گرز تھا اور گرز لیکر رفاعہؓ کی طرف لپکا اس کے قریب پہنچکر اس نے گرز مارا۔

رفاعہؓ نے پینترا بدل کر وار خالی دیا۔ زنگی جھکا۔ رفاعہؓ نے جلدی سے اس پر تلوار کا وار کیا چونکہ زنگی زرہ پہنے ہوئے تھا نہ ہی اس کے سر پر خود تھا تلوار نے گردن کاٹ ڈالی اور کشتہ ہو کر گرا۔

جس وقت رفاعہ زنگی سے لڑنے میں مصروف تھے۔ اس وقت ان کے ماتحت سواروں نے تمام ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے گھوڑوں کو بڑھا بڑھا کر ہاتھیوں کی آنکھوں میں نیزے مارنے شروع کر دیئے۔

ہاتھی چنگھاڑتے ہوئے پلٹے اور اپنے ہی سواروں کو کچلتے اور روندتے ہوئے بھاگے۔ تمام لشکر میں ہاتھیوں کے بھاگنے سے ایک قسم کی ہلچل پڑ گئی۔ ہزاروں عیسائی ہاتھیوں کی جھپٹ میں آ کر پسے گئے۔

سیکڑوں گھوڑے کچلے گئے۔ اب بربریوں نے قواد کی زنجیریں کھینچیں [illegible] کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ گرز لیکر مسلمانوں کی طرف بڑھے مقداد نے ان پہلوانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔

ان میں سے ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف کچھ سواروں کو لیکر دوڑ گئے اور قواد کے سامنے جو مسلمان تھے انہیں پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ خالدؓ اور مقدادؓ ان بربریوں پر جا پڑے جن کے ہاتھوں میں قواد کی زنجیریں تھیں۔ انہوں نے نہایت دلیری سے حملے کر کے بربریوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بربری بھی مرنے کے بنے ہوئے نہ تھے۔

عیسائیوں میں سب سے زیادہ بہادر وہی تھے۔ اس لئے انہیں قواد کی نگرانی میں مقرر کیا گیا تھا۔ وہ زنجیریں چھوڑ چھوڑ کر نہایت جوانمردی سے لڑنے لگے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ انکی جوانمردی کسی اور قوم کے سامنے چل جاتی۔ لیکن مسلمان جو ہتھیلی پر سر لئے ہوئے تھے۔ انکے سامنے نہ چلی اور عیسائیوں کیطرح وہ بیچارے بھی قتل ہونے لگے۔

مسلمانوں کی ہمت اور شجاعت کا راز۔ قوت ایمانی، جوش علی اور موت سے نہ ڈرنے میں مضمر تھا۔ جو قوم موت سے نہیں ڈرتی ہر وقت مرنے کیلئے تیار رہتی ہے موت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے!!

مالکؓ۔ مقداد اور انکے ہمراہیوں نے اس بے جگری سے حملے کئے کہ بربری زیادہ تعداد میں قتل ہو گئے اور بچے کھچے بھاگ گئے۔ اب مسلمانوں نے قواد کی زنجیریں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ اور انہیں قتل کرنے لگے تو قواد گھبرا گئے اور [illegible] کے حلقے [illegible] زور سے جھٹکا دیکر کھینچے کہ ٹوٹ کٹ کٹ کر حلقے سے نکل گئے۔

وہ آزاد ہو کر عیسائیوں کیطرف بھاگے اسوقت آفتاب تجلی مغرب کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دھوپ سمٹ کر درختوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئی تھی روشنی پر تاریکی غالب آتی جا رہی تھی۔ جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ خون آشام تلواریں انسانی سروں کو ڈھونڈتی نظر آ رہی تھیں۔ اسوقت شور و غل اور بھی بڑھ گیا تھا۔

مسلمان اور عیسائی نہایت جوش اور دلیری سے [illegible] خونریزی کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ شیران اسلام ہی [illegible] عیسائیوں کے ساتھ مصروف جنگ تھے۔

رفتہ رفتہ آفتاب [illegible] ہی تھی! [illegible] کی طرف لوٹ رہا تھا۔ [illegible] اس کا دل اسلامی لشکر میں جانے کو نہ چاہتا تھا لیکن عبدالرحمٰن، فضل اور جعفر اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ وہ سر جھکائے چپ چاپ چلا جا رہا تھا۔

کچھ مسلمان اور عیسائی شہدا و اور مقتول کو ٹھکانے لگانے کے لئے رہ گئے۔ مشرق کی طرف عیسائیوں نے اور مغرب کی طرف مسلمانوں نے چوڑے چوڑے گڈھے کھود کر مردوں کو دفن کردیا۔ مسلمان چھ سو شہید ہوئے اور عیسائی ستائیس ہزار مارے گئے۔

ان ستائیس ہزار میں سے بارہ ہزار چھوٹے بڑے افسر اور ملوک تھے۔ اگرچہ آج بھی جنگ کا نتیجہ برآمد نہ ہوا تاہم میدان مسلمانوں کے ہی ہاتھ رہا۔

نواں باب

"ایک پری پیکر حلقۂ اسلام میں"

درد سِش لبنیٰ کے حسن نے سیرت نے۔ خلق نے شوخ میرونہ کو اپنا گرویدہ بنالیا وہ اس سے ایسی مانوس ہو گئی۔ کہ اسکی ایک دم کے لئے جدائی بھی اسے شاق گذرنے لگی جب لبنیٰ اسے خیمہ میں چھوڑ کر نماز کیلئے جاتی تو وہ تنہائی سے گھبرانے لگی۔ چنانچہ وہ بھی انکے ہمراہ نماز کے میدان میں جانے لگی۔ اس نے مسلم خواتین۔ بڈھی۔ ادھیڑ اور نوجوان لڑکیوں کو ایک دوسرے سے محبت و مروّت اور ادب و شائستگی سے پیش آتے دیکھا کوئی کسی سے ناراض نہ ہوتی تھی۔ اور نہ لڑتی تھی۔ وہ مسلمان عورتوں کو دیکھ کر سخت حیران تھی۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ تمام عورتیں کسی ایک ہی ضعیفہ کی اولاد ہیں جو آپس میں لڑنا جھگڑنا تو کیا ناراض ہونا بھی نہ جانتیں۔ سب ہنسی خوشی سے رہتی ہیں لازوال مسرت کی تڑپ ان کے ہنس مکھ چہروں پر جھلک رہی تھی۔

وہ پرہیزگار تھیں۔ نماز روزہ کی پابند تھیں شریعت پر گامزن رہتیں کوئی کام خدا اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف نہ کرتی تھیں۔ خود بھی خوش رہتی تھیں اور اپنے متعلقین کو بھی خوش رکھتی تھیں۔

میرونہ ان سب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر متاثر ہوتی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھی انکے ہمراہ نماز میں شریک ہو جائے لیکن مذہب کا اختلاف مانع تھا۔

وہ دل کو روکتی۔ خیال کو اور طرف بڑھاتی۔ اور نماز کے بعد لبنیٰ کیساتھ خیمہ میں واپس چلی جاتی۔ لبنیٰ نے اسے بہن کہا تھا۔ وہ بہن کی طرح اس کی خدمت کرتی تھی اسکے ساتھ کھاتی۔ اسکے ساتھ سوتی اور اس کے ساتھ اٹھتی تھی۔ میمونہ لبنیٰ کی شکر گزار اور گرویدہ تھی۔

وہ ایک بات کا احساس کر رہی تھی۔ وہ یہ کہ لبنیٰ کو کوئی قلبی صدمہ ہے۔ رنج ہے غم ہے اسے گھن کی طرح سے کھائے جاتا ہے۔ وہ زبردستی اپنے چہرے کو خنداں۔ طبیعت کو بشاش بنائے ہوئے ہے۔ اسے تعجب تھا کہ لبنیٰ کو کیا غم ہے اور کس لئے وہ افسردہ خاطر رہتی ہے۔

ایک دن لبنیٰ ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے گئی اور شہزادی میمونہ بھی اسکے ہمراہ تھی نماز سے فارغ ہوتے ہی لبنیٰ پہلے چلی آئی اور میمونہ سلمیٰ وغیرہ سے باتیں کرتی رہ گئی۔

جب وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس نے دیکھا کہ لبنیٰ رو رہی تھی اس کی بڑی بڑی سیاہ نشیلی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ پرنور عارض آنسوؤں سے تر تھے۔

غم و حیرت میں ڈوبی ہوئی تھیں اور کچھ ایسا محو غم تھی کہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر تھی۔

میمونہ اس کی یہ گونگو حالت دیکھ کر تڑپ گئی۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے پرملال لہجہ میں کہا لبنیٰ! لبنیٰ!! تم رو رہی ہو؟

لبنیٰ چونک پڑی اور جلدی سے سنبھلی اس نے اپنے ریشمیں دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھے طبیعت کو حسب معمول بشاش بنانے کی کوشش کی لیکن غمزدہ لڑکی جلدی اپنی حالت درست نہ کر سکی۔

میمونہ اسکے پاس جا بیٹھی۔ اس نے اسے اپنے سینہ سے لگا کر کہا۔ لبنیٰ میں تیرے خنداں بشرہ میں غم کی جھلک دیکھتی تھی۔ چاہتی تھی کہ تم سے اس کے متعلق کچھ دریافت کروں مگر ہمت نہ پڑتی تھی۔

آج تم کو روتے ہوئے دیکھا۔ میرا دماغ غم نے الٹ دیا۔ مجھے بتاؤ کہ تمکو کیا غم ہے؟ حور وش لبنیٰ کے چاند سے چہرہ سے غم و حسرت ٹپک رہے تھے۔ اس نے افسردہ دلی سے کہا کچھ نہیں میمونہ آپ ہی آپ اسوقت میرا دل بھر آیا۔ آنسو جاری ہوگئے۔

یہ بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ لبنیٰ کے اب آنسو جاری نہ تھے لیکن اسکے گلابی پھول کو

شرمانے والے عارض اب بھی آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔ پیارے چہرے سے غم و افسردگی کے آثار ظاہر تھے۔

وہ حسن کی دیوی اس حالت میں بھی حسن کی ملکہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے کہا میرونہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ میرے دل میں غم کا بسیرا ہے کبھی کبھی میں اس غم کے ہاتھوں سے مجبور ہو جاتی ہوں۔

میرونہ۔ تم کو کیا غم ہے؟

لبنیٰ۔ اس ذکر کو رہنے دو مجھے رنج ہوتا ہے۔

میرونہ۔ کاش! تمکو معلوم ہوتا کہ تمہارے غم نے مجھے کس قدر ملول اور غمزدہ کر دیا ہے

لبنیٰ۔ مجھے معلوم ہے۔ میری ہمشیرہ تم مجھ پر مہربانی کرتی ہو میری دلبستگی میں لگی رہتی ہو تمہاری وجہ سے میں مسرور و خرم رہتی ہوں۔ یا خوش رہنا چاہتی ہوں۔ ورنہ غم و الم مجھے دیوانہ بنا دیتے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ضبط کرتے کرتے اختلاج کے دورے نہ پڑنے لگیں۔

میرونہ۔ خدا نہ کرے اگر مجھے تمہارے غم کی وجہ معلوم ہو جاتی تو میں اپنی جان دیکر بھی تمہارے غم کو دور کرنے کی کوشش کرتی۔

لبنیٰ نے اپنی سیاہ مست اور بڑی بڑی آنکھوں سے میرونہ کو دیکھا۔ میرونہ کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لبنیٰ کا غم خود لینا چاہتی ہے اس کے درد سے بہت زیادہ متاثر ہے لبنیٰ پر اسکی یہ کیفیت دیکھ کر خاص اثر ہوا۔ اس نے کہا تم میرا غم دور کرنے کی کوشش کرتیں۔

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ ہاں لبنیٰ میں نے سنگ جفا سے تمہارا دل چور چور کر دیا تھا۔ تمہارے خلق مروت نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے میرے دل میں آ رہا ہے کہ اپنا تن من تم پر نثار کر دوں۔

لبنیٰ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ میرونہ نے کہا۔

میں نے سنا تھا۔ دل را بدل راہ ہست۔ یعنی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے کیا میری شیفتگی نے تم پر اثر نہیں کیا۔ تم اب بھی مجھے سنگدل شہزادی ہی سمجھتی ہو؟

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ تم شہزادی ضرور ہو لیکن سنگدل نہیں میری مہربان ہمشیرہ ہو۔ بہت

میرونہ اگر میں تمہاری ہمشیرہ ہوں تو مجھ سے اپنا راز نہ چھپاؤ۔

لبنیٰ نے از خود رفتگی سے کہا۔ اب نہ چھپاؤں گی میرونہ! تمہیں وہ نوجوان مسلمان یاد ہے جو میرے ساتھ قید ہوا تھا۔ جسے تمہارے بادشاہ نے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کا حکم دیدیا تھا۔

میرونہ نے سنجیدگی سے کہا۔ یاد ہے آہ! اسی نوجوان مسلم کی محبت نے تمہیں بے قرار کر رکھا ہے۔

لبنیٰ نے گھبرا کر کہا۔ آہستہ سے بات کرو۔ اگر کسی کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں کسی کو چاہتی ہوں تو قیامت آجائے گی۔

میرونہ نے حیرت سے لبنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا تمہاری قوم میں محبت کرنا گناہ ہے؟"

لبنیٰ نے سر جھکا کر جواب دیا۔ ہاں معاشرتی گناہ ہے۔ جب دو دو میں محبت ہوتی ہے اور بدقسمتی سے انکا راز افشاں ہو جاتا ہے۔ وہ دونوں کبھی نہیں مل سکتے!

میرونہ۔ تعجب ہے۔ خیر ہر کسی کے رسم دیگرے! میرے دل میں بات تھی کہ تم اسی مسلم نوجوان کی محبت میں گھلی جارہی ہو۔ لیکن تم نے کہا تھا کہ اگر میں اسے پالوں تو وہ میرا ہے؟ .....

لبنیٰ نے کہا۔ بیشک کہا تھا۔ اب بھی کہتی ہوں اور میری دلی آرزو ہے کہ وہ زندہ رہے کیلئے میرے تم اسے اپنا سمجھکر بچانے کی سعی کرو۔

میرونہ نے اسکی بڑھتی ہوئی محبت کا احساس کیا۔ وہ سخت متاثر ہوئی اور اس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

اس نے کہا لبنیٰ وہ تیرا ہے اور میں اسے تیرے ہی لئے بچانے کی سعی کروں گی۔

لبنیٰ تمہارا شکریہ۔ تم بہت ہی نیک ہو۔

میرونہ اس وقت میرا شکریہ ادا کرنا جب میں اسے بچالوں لبنیٰ تو نہیں جانتی کہ تم نے مجھے کسقدر بدل دیا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ میں تیرے لئے جان تک دے ڈالوں گی!!

لبنیٰ ۔ تم بڑی نیک و مہربان ہو۔ مجھے تمہاری موجودگی سے ڈھارس ہے ۔

میرونہ ۔ میں تیرے ہی پاس رہوں گی ۔

لبنیٰ ۔ یہ کیسے ممکن ہے ۔ تم شہزادی ہو۔ اور تمہارا بھائی تم کو واپس لینے کی کوشش کرے گا ۔

میرونہ ۔ میں تمہارے پاس سے ہرگز نہ جاؤں گی ۔

لبنیٰ ۔ اگرچہ یہ بات ہے تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتیں ۔

میرونہ کچھ سوچ میں پڑ گئی ۔ لبنیٰ نے کہا ۔ میرونہ تم عقلمند ہو سوچو عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا کے بیٹے تھے ۔ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ بیٹا نہ تھے نبی تھے نہایت نیک ، اور خدا کے محبوب تھے ۔ غور کرو عیسائیوں کا عقیدہ درست ہے یا مسلمانوں کا ؟ ۔ میرونہ نے کہا ۔ لبنیٰ جب سے میں آئی ہوں ۔ اس بات پر غور کر رہی ہوں عقل یہی کہتی ہے کہ مسلمان کا عقیدہ درست ہے ؟

لبنیٰ ۔ پھر اسلام قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے ۔

میرونہ ۔ سوچتی ہوں کہ شاید مسلمان ہونے سے میرا وقار گر جائے ۔

لبنیٰ ۔ وقار بڑھ جائے گا ۔ مسلمان اس کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں جو غیر مذہب والا اسلام قبول کرتا ہے ۔

میرونہ نے دبی آواز سے کہا ۔ جب تو مجھے مسلمان ہونے میں کچھ عذر نہیں ہے ۔

اگرچہ لبنیٰ غمزدہ تھی ۔ افسردہ خاطر تھی لیکن شہزادی میرونہ کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ دیکھ کر خوش ہو گئی ۔ بس تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ ۔

میرونہ نے حیرت سے لبنیٰ کو دیکھ کر کہا ۔ کیا صرف کلمہ پڑھنے سے ہی مسلمان ہو جاؤں گی ۔ پانی وانی کچھ نہ چھڑکا جائے گا ۔ میرونہ عیسائی مذہب رکھتی تھی عیسائیوں میں دستور تھا کہ جب کسی کو عیسائی کرتے یا کسی مسیحی کا نام رکھتے تو ماء معمودیہ کے اس پر چھینٹے دیتے اسے تبسپمہ کرنا کہتے ہیں ۔

لبنیٰ نے کہا ۔ ہمارا مذہب ان چھینٹوں سے مبرا ہے ۔ کلمہ ہی پڑھ لو ۔ اور

مسلمان ہو جاؤ۔

میرونہ نے صدقِ دل سے کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ اور اٹھ کر اس سے بغل گیر ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میری دو آرزوئیں تھیں ایک خدا نے آج پوری کر دی اور دوسری ....؟

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ انشاء اللہ دوسری بھی پوری ہو جائے گی۔

اب عصر کا وقت آ گیا تھا۔ یہ دونوں عصر کی نماز پڑھنے کے لئے خیمہ سے باہر نکلیں میدان میں عورتیں جمع ہونے لگی تھیں۔ جب سب عورتیں آ گئیں تو لبنیٰ نے سب کو بتایا کہ میرونہ آج مسلمان ہو گئی ہے۔

اس خبر کو سن کر تمام عورتیں بکمال مسرور ہوئیں۔ سب اس سے بغلگیر ہو کر ملیں اور سب نے اسے مبارکباد دی۔ ام حکیم حضرت خالدؓ کی بیوی نے کہا۔ میرونہ اب تک تو تم ہماری قید میں تھیں اب آزاد ہو اور ہمشیرہ کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانا جس چیز کی جس وقت ضرورت ہو بے تکلف مجھ سے کہلا بھیجنا۔ میں تمہارے لئے مہیا کرا دیا کروں گی۔

میرونہ خواتین اسلام کو مسرور دیکھ کر بکمال خوش ہوئی۔ اس نے ام حکیم اور تمام عورتوں کا شکریہ ادا کیا۔ سب کے ساتھ نماز عصر گذاری۔ نماز پڑھ کر لبنیٰ کے ساتھ پھر خیمہ میں آئی۔ اس نے دیکھا لبنیٰ اسکے آگے بچھی جاتی ہے۔

اس نے کہا۔ لبنیٰ میں مسلمان ہونے سے کچھ بدل نہیں گئی ہوں۔ تم اس قدر کیوں میری مدارات کر رہی ہو۔

لبنیٰ نے کہا۔ تم مسلمان ہو کر ایسی ہی معصوم ہو گئی ہو۔ جیسے کہ چار دن کا بچہ بیگناہ ہوتا ہے۔ تمہارے سابقہ گناہ معاف ہو گئے ہیں اس لئے میں ہی کیا بلکہ ہر مسلمان تمہاری عزت کرنے پر مجبور ہے۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ سعدؓ خیمہ میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی پری پیکر میرونہ کا چہرہ دمکنے لگا۔ وہ اور لبنیٰ سعدؓ کے استقبال کیلئے کھڑی ہو گئیں۔ ان دونوں نے

دیکھا کہ سعدؓ کا چہرہ کچھ اترا ہوا ہے۔

لبنیٰ نے کسی قدر مسکراتے ہوئے کہا "بھائی جان مبارک ہو۔ آج شہزادی میرونہ مسلمان ہو گئی۔ سعد کی افسردگی فوراً دور ہو گئی۔ اس کے چہرہ پر مسرت کی جھلک نمودار ہوئی میرونہ نے دزدیدہ نظروں سے اس کی یہ کیفیت دیکھی اس کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔

سعدؓ نے میرونہ سے خطاب کر کے کہا۔ شہزادی بڑے مسرت کی بات ہے کہ تم اسلام لے آئیں۔ مگر ساتھ ہی ایک افسوس ہے۔"

میرونہ نے جلدی سے دریافت کیا۔ افسوس کیا ہے۔

سعدؓ۔ تمہارے بھائی قیطارس نے تم کو طلب کیا ہے۔

"میرونہ۔ کیا کوئی قاصد آیا ہے۔؟"

لبنیٰ اور میرونہ دونوں سعدؓ کی طرف دیکھنے اور جواب کا انتظار کرنے لگیں سعد نے جواب دیا۔ ہاں قاصد آیا ہے۔ وہ تمہارے صلے میں دو مسلم قیدی چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہے!"

میرونہ۔ قیدی کون ہیں؟

سعد۔ یہ معلوم نہیں کہ اور کچھ روپے دینے کو بھی تیار ہے!

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ کر دریافت کیا۔ پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟

سعد۔ میں کیا اور میرا ارادہ کیا؟

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا۔ "مگر میں آپکا ارادہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

سعد نے اس پری پیکر کی طرف دیکھ کر کہا۔ میں دل سے تو یہی چاہتا ہوں کہ تم واپس نہ دی جاؤ . . . ."

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا لیکن تمہارے سردار اعظم مجھے واپس کرنا چاہتے ہیں

سعدؓ۔ نہیں واپس جانا یا نہ جانا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔

میرونہ۔ اگر میں نہ جانا چاہوں؟"

سعد نے حیرت بھری نظروں سے اس بت طناز کو دیکھ کر کہا "تب کوئی تم کو واپس نہیں بھیج سکتا!!"

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ بس تو میں واپس جانا نہیں چاہتی۔

سعدؓ اور سعدؓ کے ساتھ لبنیٰ کو اس کے جواب سے بڑی مسرت ہوئی۔ سعد نے کہا۔

"گیا قاصد سے کہدیا جائے کہ شہزادی واپس جانے پر آمادہ نہیں ہے"!

میرونہ۔ "ہاں کہہ دیجئے"!

سعدؓ۔ شاید قاصد آپکی زبان سے یہ الفاظ سننا چاہے!!

میرونہ۔ اسے بلا لیجئے۔ میں خود اس سے کہدوں گی!۔

سعد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا "تم بڑی مستقل مزاج دوشیزہ ہو"!

سعد واپس چلا گیا۔ لبنیٰ نے کہا۔ میرونہ میں تو ڈر گئی تھی۔ اور مجھے اندیشہ ہو گیا تھا کہ مبادا تم واپس جانے پر آمادہ نہ ہو جاؤ"!

میرونہ بیٹھ گئی۔ اس نے لبنیٰ کو بھی اپنے پاس بٹھا کر کہا "لبنیٰ تو نہیں جانتی مجھے تم سے مسلم عورتوں سے اور مذہب اسلام سے کسقدر محبت ہے۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں سے جانے کو تیار نہیں"!

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا۔ میں اس قابل نہیں کہ لیکن خدا کی قسم تو ضرور اس قابل ہے۔ اس لئے کہ تو پھولوں کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک ہے"!

لبنیٰ نے دریافت کیا۔ ایک بات دریافت کروں۔ سچ سچ بتانا۔

میرونہ نے برق پاش تبسم کیساتھ کہا "سچ بتاؤں گی"!

لبنیٰ "تم میرے بھائی کو کیا سمجھتی ہو؟"

میرونہ نے ہنس کر کہا "بہت بڑا"!

لبنیٰ نے بھولے پن سے کہا۔ بڑے تو نہیں ہیں!!

میرونہ۔ اس کے بھولے پن پر لوٹ گئی۔ سعدؓ کے نام نے اسکے دل پر چرکا لگایا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔ مگر اس نے ضبط کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس میں

کیا خوب ہے ؟

لبنیٰ وہ نیک ہیں۔ بہادر ہیں اور خوش وضع ہیں "

میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ پھر مجھے کیا ؟

میرونہ نے لبنیٰ کو کھینچ کر سینہ سے لگاتے ہوئے کہا۔ میں اپنے بہن بھائی کو کیوں پسند نہ کروں گی "

لبنیٰ میرونہ کے گداز سینہ سے الگ ہی ہوئی تھی کہ سعدؓ پھر خیمہ میں آیا میرونہ نے اسکو دیکھا۔ اس کے دل میں نشتر سا لگا۔ سعدؓ نے کہا۔ سالار اعظم حضرت خالدؓ اور قاصد دونوں تم سے ملنا چاہتے ہیں۔

میرونہ: "بلا لیجئے "

سعدؓ نے لبنیٰ سے کہا۔ لبنیٰ تم دوسری طرف چلی جاؤ۔

میرونہ نے پوچھا کیوں ؟ سعد نے کہا "مسلم عورتیں غیر مردوں کے سامنے نہیں آتیں لبنیٰ چلی گئی۔ سعد خیمہ سے باہر گیا۔ میرونہ نے خالدؓ کو آجتک نہ دیکھا تھا، وہ اسلامی شیر کو دیکھنا چاہتی تھی۔ جس کا شہرہ اطراف عالم میں تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد خالدؓ، سعد اور قاصد خیمہ میں داخل ہو گئے۔ میرونہ نے خالدؓ کو دیکھا۔ وہ انکی رعب دار صورت دیکھ کر مرعوب ہو گئی۔ یہ تینوں خیمہ میں بیٹھ گئے۔ خالدؓ نے کہا "شہزادی صاحبہ بیٹھ جاؤ۔ میرونہ انکے سامنے بیٹھ گئی۔ خالدؓ نے کہا "شہزادی میں بہت خوش ہوا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو تمہارے بھائی نے تمکو واپس لینے کیلئے اس قاصد کو بھیجا ہے۔ بھائی سعدؓ نے مجھے بتایا ہے۔ کہ تم واپس جانے پر آمادہ نہیں ہو۔ کیا یہی بات ہے ؟"

میرونہ نے موسیقی نواز لہجہ میں کہا "جی ہاں یہی بات ہے ؟"

خالدؓ "تم اپنے بھائی کے پاس کیوں نہیں جانا چاہتیں ؟"

میرونہ: "اسلئے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں "

قاصد نے کہا "شہزادی صاحبہ آپ کے بھائی آپ کے لیئے بہت بیقرار ہیں۔ اگر آپ انکے پاس تشریف نہ لے جاویں گی تو غم اور فکر انکو ہلاک کر ڈالیں گے "

یہ سُنکر میرونہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس نے کہا۔ مجھے اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت ہے، وہ بھی مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں مگر جو مذہب میں نے اختیار کر لیا ہے۔ اس کی محبت بھائی کی محبت سے کہیں زیادہ ہے۔ بھائی سے میرا سلام کہنا۔ اور یہ کہدینا کہ اب وہ مجھے بھول جائیں!!

قاصد، خالد اور سعد تمام اس کے جواب سے حیران رہ گئے۔!! قاصد نے پھر کہا۔ "کیا تم غیر مذہب میں خوش ہو؟"

میرونہ: "ہاں میں خوش ہوں"

قاصد۔ افسوس ہے کہ ایک مسیحی دوشیزہ مسلمان ہو کر مسلمانوں میں رہنا چاہتی ہے۔

میرونہ: "افسوس نہ کرو"

"قاصد: "شہزادی مسلمان تم کو کنیز بنائیں گے تم پچھتاؤ گی"

میرونہ: "میں مسلمانوں کی لونڈی بن کر ان میں رہوں گی"

قاصد: "یہ کسقدر ذلت کی بات ہے"

میرونہ: "میرے لئے باعث عزت ہے"

قاصد: "کیا مسلمانوں نے تم پر جادو کر دیا ہے"

میرونہ: "مسلمان جادوگر نہیں ہیں"

قاصد: "خیال کیجئے آپ کے اس جواب سے آپکے بھائی کو عام عیسائیوں کو آپ کی قوم کو کس قدر رنج ہوگا"

میرونہ: "ہونے دو"

قاصد: "شہزادی صاحبہ عیسائی مسلمانوں پر فتحیاب ہونگے، تم گرفتار ہو کر اپنے بھائی کے سامنے حاضر کی جاؤ گی۔ تم جانتی ہو، وہ تم کو کیا سزا دیں گے؟"

میرونہ: "قتل کر ڈالیں گے مجھے اس بات کی پرواہ نہیں"

قاصد: "تم یہ طے کر چکی ہو۔ کہ کسی طرح سے بھی اپنی خوشی سے عیسائیوں میں واپس نہ جاؤ گی"

میرونہ: "ہاں میں نے یہ طے کر لیا ہے۔ یاد رکھو عورت ایک بار جو کچھ طے کر لیتی ہے زندگی بھر اس سے انحراف نہیں کرتی"۔

قاصد: "آپکی قسمت۔ مجھے آپ کا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔

میرونہ: "تم افسوس نہ کرو"۔

قاصد نے حضرت خالدؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "مجھے مایوسی ہے۔ اب اجازت دیجئے"۔

خالدؓ: "آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم نے شہزادی پر کوئی جبر نہیں کیا ہے۔ یاد رکھو ظلم و جبر اور سختی سے کوئی اپنا مذہب نہیں بدل سکتا۔ اور نہ ہمارے مذہب میں سختی کرنا روا ہے۔

قاصد: "بیشک شہزادی خود مسلمان ہوئی ہے"۔

قاصد سلام کر کے چلا گیا۔ خالدؓ نے میرونہ سے کہا "شہزادی آج سے تو میری بیٹی ہے۔ تم کسی طرح اپنا دل آزردہ نہ کرنا۔ جب تجھے کوئی بھی تکلیف ہو۔ اور یا کسی چیز کی ضرورت ہو۔ مجھے کہلا بھیجنا۔ میں اپنی بیٹی کیطرح مدد کروں گا"۔

میرونہ نے کہا "جب مسلمان ہو گئی تو آپکی بیٹی کہلانے کا فخر کر سکتی ہوں۔ اب مسلمان ہی میرے باپ ہیں۔ مسلمان ہی بھائی ہیں۔ اور مسلمان عورتیں ہی ماں اور بہن ہیں۔!!

خالدؓ۔ انشاء اللہ تم مسلمانوں میں رہ کر غمزدہ نہ رہو گی"۔

یہ کہہ کر خالدؓ اور سعدؓ اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں لبنیٰ آ گئی۔ لبنیٰ نے دریافت کیا "کیا قاصد گیا"۔

میرونہ: "ہاں گیا"۔

لبنیٰ: "کیا کیا باتیں ہوئیں"۔

میرونہ۔ اسے تمام گفتگو سنانے لگی!!

دسواں باب

"اسیران محبت"

میرونہ پر خواتین عرب کی ہم نشینی اور حور وش لبنیٰ کے خلق نے ایسا اثر کیا کہ باوجود

وہ مسلمان ہو گئی، مسلمان بھی ایسی پختہ ہوئی کہ دولت کا لالچ۔ حکومت کی حرص۔ بدلی کی محبت اسے ڈگمگا نہ سکے۔ لبنیٰ اور سعدؓ کو خیال ہوا کہ میرونہ قاصد کے ہمراہ واپس جانے پر آمادہ ہو جائے گی۔ لیکن اس کے انکار کرنے پر انھیں مسرت ہوئی۔

اگر شہزادی میرونہ مسلمان نہ ہوئی ہوتی اور قاصد دو مسلم قیدیوں کے صلہ میں اسے واپس لینا چاہتا تو میرونہ جانے پر آمادہ ہوتی یا نہ ہوتی۔ مگر اسے جانے پر مجبور کیا جاتا اور اسکے تبادلہ میں مسلم قیدیوں کو لے لیا جاتا۔ لیکن اب چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ اس لئے اب واپس جانا یہ نہ جانا اس کی مرضی پر منحصر تھا۔ اب وہ جانا چاہے تو بھیج دیا جائے اور نہ جانے کا ارادہ ہو تو روک لی جائے!!

شہزادی میرونہ نے باصرار جانے سے انکار کر دیا۔ اسلئے وہ روک لی گئی۔ لبنیٰ جو حقیقت میں اس سے بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔ اسے جدا کرنا نہ چاہتی تھی اگرچہ اسے معلوم تھا۔ کہ سعدؓ کو میرونہ سے اور میرونہ کو سعدؓ سے محبت ہو گئی ہے اور وہ دونوں خود ہی ایک جگہ رہنے کے متمنی ہیں۔ لیکن اس کی یہ دلی آرزو تھی کہ میرونہ ہمیشہ ہی اسی کے پاس رہے۔ اس کی صرف ایک ہی سبیل اس کی سمجھ میں آئی۔ وہ یہ کہ میرونہ اس کے بھائی سعد سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے۔ اس لئے اس نے میرونہ کا امتزاج لیا۔

اسے مسرت ہوئی کہ میرونہ اس کے بھائی کو پسند کرتی ہے۔ اب سے سعد سے دریافت کرنا رہ گیا تھا۔ مگر وہ سعد سے چھوٹی تھی۔ اس لئے اس سے پوچھتے ہوئے شرماتی تھی۔ پھر بھی اس نے رات کو بستر میں گھس کر اس معاملہ پر غور کرنا شروع کیا۔

کئی ایک تجویزیں سعدؓ سے دریافت کرنے کی اسکے ذہن میں آئیں۔ لیکن ہر تجویز کو اس نے خود ہی رد کر دیا۔ اسی غور و فکر میں غلطاں رہی۔ اور اسے نیند نہ آئی۔

میرونہ اس کے قریب ہی بظاہر سو رہی تھی۔ لیکن دراصل وہ آنکھیں بند کئے جاگ رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا۔ دیر بہت ہو گئی اور لبنیٰ ابھی تک نہیں سوئی تو اس نے اس سے دریافت کیا لبنیٰ! تم ابھی تک نہیں سوئیں۔

میرونہ کو فوراً خیال آیا کہ لبنیٰ ریاض کی الفت میں بیقرار ہے۔ اس کی یاد کی خلش

اسے سونے نہیں دیتی۔

لبنیٰ سمجھتی تھی کہ میرونہ سو گئی ہے۔ اب جو اسے معلوم ہوا کہ جاگ رہی ہے۔ تو گھبرائی شرمائی۔ اس نے کہا: "ہاں ابھی تک نیند نہیں آئی۔ کیا تمہاری آنکھ کھل گئی ہے یا تم ابھی تک نہیں سوئیں؟"

میرونہ نے کہا: "تم کو جاگتے دیکھ کر مجھے بھی نیند نہیں آئی۔ میں لبنیٰ تمہارے نہ سونے کروٹیں بدلنے کی وجہ سمجھتی ہوں کہ تم کو اس نوجوان کی یاد نے بیقرار کر رکھا ہے۔ جیسے تم چاہتی ہو۔ تم پریشان نہ ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ اسے آزاد کراؤں گی۔ سنو میں کل رہا کرانے کیلئے روانہ ہو جاؤں گی۔ میرا ارادہ کل دن چھپے جانے کا ہے۔"

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے لہجہ میں کہا: "شہزادی صاحبہ میں اسوقت اور ہی خیال میں مستغرق ہوں!!

میرونہ: "کس خیال میں ہو؟"

لبنیٰ: "میں سوچ رہی ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو جس سے میں اور تم ہمیشہ ایک ہی جگہ رہیں۔"

شہزادی میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا: "یہ تو بہت آسان ہے۔"

لبنیٰ نے بھولی صورت بنا کر پوچھا: "کس طرح؟"

میرونہ نے ہنس کر کہا: "تم مجھ سے اپنا بیاہ کر لو۔"

لبنیٰ شرما کر مسکرانے لگی۔ میرونہ نے پوچھا: "کہئے منظور ہے؟"

لبنیٰ نے متانت سے کہا: "میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔"

میرونہ: "کیا؟"

لبنیٰ: "تم بھائی جان سے شادی کر لو۔"

میرونہ کے دل پر چرکا سا لگا۔ محبت کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں لبنیٰ نے پوچھا: "کہئے تیار ہو؟"

میرونہ نے از خود رفتگی میں کہا: "اگر وہ دستگی آمادہ نہ ہوں۔"

لبنیٰ: "وہ آمادہ ہو جائیں گے"

میرونہ نے اشتیاق آمیز نظروں سے دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا کچھ ذکر آیا تھا؟ اسکا جواب سننے کیلئے اس کا دل سخت بیقرار تھا۔ لبنیٰ نے کہا۔ نہیں۔

میرونہ پر مایوسی چھا گئی۔ اس نے زیر لب خفیف آہ کی لبنیٰ نے اسکی آہ کی آواز سُنی۔ لبنیٰ نے پھر دریافت کیا۔ بتاؤ میرونہ تم کو منظور ہے؟ میرونہ نے کہا پہلے تم اپنے بھائی جان سے دریافت کر لو۔

لبنیٰ: "پہلے تم بتاؤ"

میرونہ: "لبنیٰ یہ بات میرے بتانے کی نہیں ہے"

لبنیٰ: "واہ واہ اور کون بتائے گا؟"

میرونہ نے مسکرا کر کہا: "یہ تم بتاؤ گی"

لبنیٰ نے بھولے پن سے حیرت بھری نظروں سے میرونہ کو دیکھ کر کہا: "میں بتاؤں گی"

میرونہ: "ہاں تم"

لبنیٰ نے انتہائی بھولے پن سے کہا: "مگر شادی تو تمہیں کرنی ہے"

میرونہ اس کے بھولے پن پر مر مٹی اس نے کہا: "لبنیٰ تو بڑی سیدھی ہے"

لبنیٰ: "میرونہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو اقرار کر لو"

میرونہ: "اقرار کر لیا"

لبنیٰ: "تم بھائی جان سے شادی کر لو گی"

میرونہ نے شرمیلے لہجہ میں مسکرا کر کہا: "ہاں میں پیاری پری زاد بہن کے بھائی سے شادی کرونگی"

لبنیٰ نے اطمینان کا دم لے کر نہایت سادگی کے لہجہ میں کہا: "اب ایک فکر تو دور ہوا"

میرونہ: "اور کیا فکر رہا"

لبنیٰ: "بھائی جان کو آمادہ کرنا"

میرونہ کے دل پر پھر نشتر سا لگا۔ اس نے اپنے نازک لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبایا کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا: "انہیں کیسے آمادہ کرو گی؟"

لبنیٰ: "اسی فکر میں ہوں۔"

میرونہ: "جب وہ تم سے ملنے آئیں ان سے تذکرہ کرنا۔"

لبنیٰ: "میں ان سے ایسی بات کرتے شرماتی ہوں۔"

میرونہ: "پھر کیا ہو؟"

لبنیٰ: "تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ۔"

میرونہ: "اب سو جاؤ۔ صبح کوئی تدبیر سوچیں گے۔"

لبنیٰ نے اچھا کہا اور کروٹ لیکر پڑ گئی۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی۔ اور ان دونوں کی بےچینی بلی قدر سے دور ہو گئی تھی۔ اس لئے تھوڑی ہی دیر میں دونوں سو گئیں جب وہ بیدار ہوئیں تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔

دونوں کلمہ پڑھ کر اٹھیں۔ حوائج ضروری سے فراغت کر کے نماز پڑھنے چلی گئیں جب وہ نماز پڑھ کے واپس آئیں تو انھوں نے عیسائیوں کے لشکر میں طبل جنگ بجتے سُنا۔

میرونہ نے کہا۔ شاید یہ آج لڑنا چاہتے ہیں۔

لبنیٰ نے کہا۔ طبل جنگ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ آؤ ذرا خیمہ سے باہر جھانک کر دیکھیں کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں۔

دونوں خیمہ کا پردہ اٹھا کر جھانکنے لگیں۔ مسلمان مسلح ہو ہو کر میدان کارزار کی طرف جا رہے تھے۔ لبنیٰ نے کہا۔ ضرور جنگ ہو گی۔ جب آفتاب کی پہلی شعاع چمکی تو ان دونوں نے دیکھا کہ تمام اسلامی لشکر میدان کارزار میں پہنچ کر صف بستہ ہو گیا ہے۔

وہ پیچھے ہٹ کر خیمہ میں چلی گئیں۔ ابھی وہ بیٹھی نہ تھیں کہ خود خیمہ میں آ گئے۔ انھوں نے کہا۔ آج جنگ ہو گی۔ تمام عورتیں خیموں سے باہر جا رہی ہیں۔ تم دونوں بھی چلو لبنیٰ جانتی تھی کہ جنگ کے دن عورتوں کو کیا کرنا ہوتا ہے۔ اس نے ایک چادر اٹھا کر اپنے جسم سے لپیٹی۔ ایک رومال سے اپنا سر اور چہرہ اس طرح چھپا لیا کہ بجز آنکھوں کے اور کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ اب اس نے ایک چادر میرونہ کو دی اور اس کو بھی اسی طرح لپیٹنے کو کہا۔

میرونہ عیسائی لڑکی تھی۔ اسے عورتوں اور مردوں میں جانے کی عادت تھی مگر اب وہ

مسلمان ہو گئی تھی۔ اس لئے جس طرح مسلمان لڑکیاں پردہ کرتی تھیں اسی طرح اسے بھی کرنا پڑا۔

اس نے بھی چادر اپنے جسم پر لبنیٰ کی طرح سے لپیٹ لی۔ اب یہ دونوں خیمہ سے باہر آ کر اس جگہ پہنچیں جہاں تمام مسلم خواتین اسی حلیہ میں فرش پر بیٹھی تھیں۔

یہ تینوں بھی انکے پاس جا بیٹھیں۔ ایک اسلامی دستہ عورتوں کی حفاظت کے لئے ان سے کسی قدر فاصلے پر زیاد بن ابی سفیان کی ماتحتی میں کھڑا تھا۔ یہ وہی دن تھا جس دن پطرس نہایت ہی شان و عظمت کے ساتھ مسلمانوں کو بھیں ڈالنے کیلئے میدان کارزار میں آیا تھا۔ اسی دن ریاض اور اسود رہا ہو کر مسلمانوں میں آ ملے تھے۔

اس جنگ کا حال ہم باب ہائے ماسبق میں بیان کر چکے ہیں۔ تمام عورتیں سارا دن بیٹھی رہیں۔ جب آفتاب چھپ گیا تو جنگ بند کر دی گئی۔ مجاہدین اسلام واپس آنے لگے تو عورتیں اپنے اپنے خیموں پر گئیں۔ شہزادی میرونہ اور لبنیٰ بھی چلی آئیں۔

چونکہ یہ تھک گئی تھیں۔ اس لئے آتے ہی کھانا کھا کر اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئیں۔ اور علی الصباح اذان کے وقت بیدار ہوئیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھیں آج عیسائی میدان کارزار میں نہ آئے۔

مسلمان بھی آرام کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت خولہؓ آئیں انھوں نے لبنیٰ سے پوچھا بھائی سعدؓ کہاں ہیں؟

لبنیٰ نے جواب دیا "اپنے خیمہ میں ہوں گے"

خولہؓ "میں نے سنا ہے کہ بھائی ریاض آ گئے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

لبنیٰ نے حیرت اور مسرت بھری نظروں سے خولہ کی طرف دیکھ کر از خود رفتگی کے انداز میں کہا۔ "ریاض آ گئے"

پری پیکر لبنیٰ یہ کہتے ہی شرما گئی۔ خولہؓ نے کہا۔ ہاں آ گئے۔ بھائی صاحب (ضرار) نے انہیں سعد کے ہمراہ دیکھا تھا۔

غمزدہ لبنیٰ نے دل ہی دل میں خدا کا شکر یہ ادا کیا۔ شہزادی میرونہ کچھ دریافت کرنا چاہتی تھی کہ سعد خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ خولہ کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ حضرت خولہ نے آنچل کا پلّہ

منہ پر ڈال کر کہا۔ بھائی صاحب آ جائیے۔ میں تو آپ سے ایک بات دریافت کرنے آئی تھی۔

شہزادی میرونہ کی بے تابی پر مسلم زادیوں کا حجاب اچھا معلوم ہوا۔

سعد لوٹا۔ اس نے کہا۔ آپ کو کیا دریافت کرنا ہے؟

خولہ: وہ کیا ریاض بھائی آ گئے؟"

اگرچہ لبنیٰ شرماتی تھی۔ مگر اس کے دل کی تمنا بھی اس نے جواب سننے کیلئے سعد کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنا شروع کیا۔ شہزادی میرونہ اور حضرت خولہ بھی دیکھنے لگیں۔ سعد نے کہا: ہاں آ گئے!

لبنیٰ کیلئے یہ جواب نوید مسیحا تھا۔ وہ کمال مسرور ہوئی۔ ایسی خوشی اور مسرت کا اظہار انکے سادہ چہرے سے ہونے لگا۔ افسردہ چہرہ پر تر و تازگی آ کر دلفریب چمک پیدا ہو گئی۔ آنکھوں میں مسرت نے بجلی کی لہر دوڑا دی۔ وہ شعلۂ نور معلوم ہونے لگی۔ شہزادی میرونہ بھی بہت خوش ہوئی۔ حضرت خولہ نے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ تمام شہر تیرے ریاض کی رہائی کیلئے دست بدعا تھیں۔ میں جا کر تمام عورتوں کو یہ خوشخبری سنا دوں!

حضرت خولہؓ چلی گئیں۔ شہزادی میرونہ نے دریافت کیا۔ ابھی ریاض کیسے رہا ہو گئے؟

سعد نے اس سیم تن کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ عجیب طریقہ پر! بس یہ سمجھ لیجئے۔ خدا نے ہی امداد کی!!

شہزادی میرونہ نے شوق سے مسکراتے ہوئے کہا۔ آخر کیسے؟

سعد بیٹھ گئے۔ دونوں پری زاد لڑکیاں جو انکے استقبال کیلئے کھڑی ہو گئی تھیں بیٹھ گئیں۔ اب سعد نے وہ تمام کیفیت شروع سے بیان کرنا شروع کر دی جس طرح اسود نے ریاض کو رہا کرایا اور وہ آزاد ہو کر مسلمانوں میں پہنچے۔

شہزادی میرونہ نے کہا: اسود بڑا ہی [illegible] اور وفا شعار ہے۔

سعد: بیشک اس نے کمال کر دیا!

میرونہ: یہ سب خدا کی مہربانی ہے!

سعد: یہی بات ہے!

میرونہ: اب بھائی ریاض کہاں ہیں؟"

سعدؓ: "میرے ہمراہ آئے ہیں"

میرونہ: "انہیں بلا لیجیے"

سعدؓ: "کیا تم اسے دیکھنا چاہتی ہو؟"

میرونہ تو نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ البتہ وہ لبنیٰ کو دکھانا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "میں نے تو اسے دیکھا ہے۔ شاید وہ مجھے پہچانتے بھی ہوں"

سعد: "وہ تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ راستے میں نے انہیں بتایا تھا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو۔ وہ اس خبر کو سن کر بہت مسرور ہوئے"

لبنیٰ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ جس کی یاد نے اسے بے قرار کر رکھا تھا خصوصاً اس وجہ سے کہ عیسائیوں کی قید سے چھوٹ کر آیا تھا۔ لیکن وہ کسی طرح بھی اپنی اس خواہش کا اظہار کسی پر نہ کر سکتی تھی۔

سعد نے کہا "اچھا میں بلاتا ہوں انہیں"

یہ کہتے ہی وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ لبنیٰ کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی۔ اس کی نرگس آنکھیں بلکہ ہمہ تن ریاض کو دیکھنے کی تیاری کرنے لگا۔ شہزادی نے شوخی سے مسکرا کر کہا "تم منتظر ہو۔ دیکھو گی کیسے ہیں" لبنیٰ اور بھی شرما گئی۔ اس کا نازک سر جھک گیا۔

اسی وقت سعد اور ریاض خیمہ میں داخل ہوئے۔ ریاض نے پہلے میرونہ اور پھر حسن و جمال کی تصویر لبنیٰ کو دیکھا۔ پہچانتے ہی آہستہ سے اپنا سر اٹھا کر ڈرتے ڈرتے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو دیکھا۔ آنکھیں چار ہوئیں۔ فوراً دونوں کے دلوں میں محبت کے شعلے بھڑک اٹھے دونوں کی آنکھوں سے انتہائی محبت کا اظہار ہونے لگا۔ شہزادی میرونہ نے ان سرشاران محبت کی یہ کیفیت دیکھی۔ چونکہ وہ بھی اسیر محبت تھی۔ جسے وہ پیار کرتی تھی۔ وہ بھی سامنے تھا۔ اس لیے اس نے بھی ایک نئے لطف کا احساس کیا۔ حضرت سعد نے کہا "میرونہ یہ ہم سے ملنے آئے ہیں"

شہزادی میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا "بڑی مہربانی کی"

ریاض اور اسود دونوں بیٹھ گئے۔ ریاض نے شہزادی میرونہ سے کہا "مجھے بے حد مسرت

ہوئی کہ تم مسلمان ہو گئی ہو!!

میرونہ:- لیکن تمہاری رہائی سے جو مسرت مجھے معلوم ہوئی ہے۔ تم اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے!!

ریاض:- شاید اس خوشی کی کوئی خاص وجہ ہے:

شہزادی میرونہ نے جلدی سے کہا "بالکل خاص"۔

ریاض:- کیا میں اس وجہ کو معلوم کر سکتا ہوں؟"

میرونہ:- "ابھی نہیں"

سعدؓ نے کہا۔ اگر میری وجہ سے تم نہیں بتانا چاہتیں تو میں چلا جاؤں۔ شہزادی میرونہ نے شکاوٹ آمیز ادا سے مسکرا کر کہا۔ آپ بیٹھے رہیئے۔ آپکی موجودگی حارج نہیں ہے۔

حضرت سعدؓ نے اس حور جمال کو محبت بھری نظروں سے دیکھکر کہا "جب کسی کی موجودگی حارج نہیں ہے تو بتانے میں کیوں تحیت ہے۔"

اگرچہ شہزادی میرونہ شوخ چشم تھی۔ لیکن سعد کی محبت پاش نظروں کو دیکھکر شرمائی ہوشربا آنکھیں بار حیا سے اوپر نہ اٹھ سکیں شوخی کی جگہ حیا نے لے لی تھی۔

شرمائی ہوئی آنکھیں شرمایا ہوا چہرہ نہایت ہی پیارا معلوم ہو رہا تھا۔ سعد ہمہ تن متوجہ ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔

حور وش لبنیٰ نے بھی اس حیا کی پتلی کو دیکھ کر اس سے ملاطفت پاش حلاوت کے ساتھ اس سے کہا۔ ہائیں تم شرما رہی ہو آخر کیوں؟"

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا "شرم دوشیزگی کا زیور ہے!!"

سعد اور ریاض نے لبنیٰ و شہزادی میرونہ کی گفتگو سنی تھی۔ کیونکہ دونوں نے نہایت آہستگی سے باتیں کیں تھیں۔

ریاض گاہے بگاہے آنکھیں چرا کر نور کی پتلی لبنیٰ کو دیکھ لیتا تھا لبنیٰ کی ہوشربا آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ اسکے چاند سے زیادہ روشن چہرے پر بھولا پن جھلک رہا تھا اگرچہ وہ کسی قسم کا بھی زیور نہ پہنے ہوئی تھی بجز کانوں میں طلائی جھمکے تھے جو کہ

اس کے ہلنے جلنے پر کبھی کبھی اس کے گورے گورے گالوں کو چوم لیتے تھے۔ لیکن اس سادگی میں بھی وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ گویا سادگی ہی اس کا زیور تھا۔

سچ یہ ہے کہ حسن زیور یا کپڑے کا محتاج نہیں ہے میلے کپڑے اور بغیر زیور آراستہ کے بھی وہ چھپ نہیں سکتا ہے یعنی حسن و جمال کی مجسم تصویر تھی۔ سادہ سب میں سادہ طریقہ پر رہتی تھی اس سادگی میں وہ حور جمال معلوم ہو رہی تھی۔ اس وقت خیمہ کے اندر چار آدمی تھے اور چاروں اپنے اپنے خیال میں مستغرق تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شہزادی میرونہ نے پوچھا۔ غالباً آپ تو اپنے اپنے خیمے میں مقیم ہوں گے۔"

ریاض چونکا وہ آہستہ آہستہ حسن کی گہرائیوں سے نکلا۔ بھلا لیکن اس نے سوال نہ سُنا تھا۔ اس نے جواب کیا دیتا۔ میرونہ کا منہ تکنے لگا۔ سعد نے اس کا سوال سن لیا۔ اس نے کہا یہ ایک دفعہ مجھے دھوکہ دیکر چلے گئے تھے۔ اس لئے انھیں میں نے اپنے پاس ٹھہرایا ہے۔

میرونہ۔ لیکن یہ آپ کے دوست ہیں ایک دوست اپنے دوست کو دھوکا نہیں دے سکتا ہے۔

سعدؔ۔ بیشک یہ میرے دوست ہیں انہوں نے مجھے دھوکہ نہیں دیا بلکہ خود دھوکا کھایا ہے۔

میرونہ "یہ عجیب بات ہے"!

سعد "بالکل عجیب! شاید یہ تنہائی میں اپنی رام کہانی سنا دیں"

میرونہ "تنہائی کی کیا ضرورت ہے ابھی سنا دیں"

سعد "شاید یہ بھی آپ کی طرح اسے نہ سُنا سکیں"

شہزادی میرونہ نے ریاض سے دریافت کیا کیوں صاحب یہی بات ہے ریاض نے کہا انھیں مذاق کرنے کی عادت ہے مذاق کر رہے ہیں۔ کیا آپ انکی باتوں پر یقین کر لیتی ہیں"؟

سعد "گویا میں غلط کہہ رہا ہوں"!

ریاض "آپ صحیح کہہ رہے ہیں لیکن اس طرح سے کسی کو محجوب کرنے سے کیا فائدہ؟"

سعد "غلطی ہو گئی معاف کیجئے"!

شہزادی میرونہ کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ اس نے ہنسکر کہا۔ آپ دونوں صاحب معمہ ہیں۔ ذرا جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ہی نے کچھ تذکرہ کیا اور آپ نے ہی

معافی مانگ لی۔

سعد نے کہا۔ "اس تذکرہ کو رہنے دو۔ اس سے میرے دوست کو تکلیف ہوتی ہے۔"
شہزادی میرونہ نے کہا "بہتر ہے۔ پھر کچھ اور تذکرہ کیجئے۔"
سعد نے کہا "نہیں اس وقت سالارِ اعظم کی خدمت میں جانا ہے پھر کسی وقت حاضر ہوں گے۔"

شہزادی بھی خاموش ہو گئی۔ سعد اور ریاض اٹھ کر خیمہ سے باہر چلے گئے۔

گیارھواں باب

"عیسائیوں کی حیرت"

اگرچہ عیسائیوں کو شکست نہ ہوئی تھی لیکن ان کا نقصان زیادہ ہو گیا تھا۔ پچاس ہزار پیادے سوار اور زنگی مارے گئے تھے۔ بارہ ہزار زخمی ہو گئے تھے۔ افسر کام آئے تھے۔ قواد کی بڑی تعداد قتل ہو چکی تھی۔ کچھ اپنے ہوشوں میں سے چلتے [illegible] نکال کر بھاگ گئے تھے۔ بہت تھوڑے آدمی باقی رہ گئے تھے۔

تینوں حملے قریب قریب ہی ناکام ہو گئے تھے۔ اس سے ان کی ہمت ٹوٹنے لگی تھی۔ اگرچہ اب بھی ان کی تعداد ڈھائی لاکھ کے قریب تھی۔ لیکن گذشتہ لڑائیوں کے تجربہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ مسلمان موم کے نہیں ہیں۔ وہ آسانی سے نہیں ہٹ سکتے۔

اس لیے انہیں فکر و پریشانی نے آن دبایا تھا۔ جوں توں کر کے رات بسر کی۔ سارے لشکر کو امید تھی کہ صبح [illegible] پھر جنگ ہوگی مگر [illegible] نے [illegible] نہیں [illegible] حکم دیا۔ اس سے تمام لشکر مسرور ہوا۔

کل کی جنگ میں جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کی مرہم پٹی ہونے لگی جب آفتاب بلند ہو گیا تو [illegible] نے اپنے خیمے میں تمام ملوک کو طلب کیا۔ سب لوگوں کے آنے پر اس نے کہا۔
"عیسائی دلیرو! تم نے مسلمانوں کا لشکر دیکھ لیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں کیڑوں کی

طرح مسل دیا جائے گا۔ اور جماعت دشمن کو سیلاب انھیں خس و خاشاک کی طرح بہا دے گا۔ ہاتھی انہیں پامال کر دیں گے"

زنگی مار ڈالیں گے۔ گھوڑے کچل دیں گے۔ لیکن دو روز کی جنگ نے میری امید توڑ دی پہلی جنگ کو جانے دو۔ کل کی لڑائی میں ہم نے اپنے بیشمار بہادروں۔ سرداروں اور سو کو ں کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہے۔

ہر مسلمان دیکھنے میں نحیف الجثہ کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے۔ مگر لڑائی کے وقت قوی ہیکل خونخوار شیر اور خوفناک جن بن جاتا ہے۔

اگر مصالحت کی کوشش کی جاتی ہے تو صلح نہیں کرتے۔ لڑائی میں کامیابی کی امید نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں جس سے کہ یہ بلا ٹلے۔ تمام ملوک اور بڑے بڑے سرداروں نے پطرس کی گفتگو سنی۔ پطرس نے جو کچھ کہا تھا۔ سب ان باتوں سے آشنا تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ سب خاموش سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پطرس نے پھر کہا۔

سب مل کر کوئی ایسی ترکیب سوچو جس سے مسلمانوں کو مار ڈالا جائے مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ آخر ہم کیوں کامیاب نہیں ہوتے۔ ہماری تعداد زیادہ ہے ہم پورے طور پر مسلح ہیں۔ قوی الجثہ ہیں مسلمان کم ہیں۔ کمزور ہیں۔ پوری طرح مسلح بھی نہیں ہیں۔ پھر ہم کیوں نہیں انکو مسل سکتے ہیں۔ اور کیوں ان پر فتحیاب نہیں ہوتے"

ایک پادری کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا۔ عیسائی عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں۔ آرام طلبی نے انکے جوہر شجاعت کو سلب کر لیا ہے۔ عیسائیوں نے اپنا مذہب چھوڑ دیا۔ خدا کو چھوڑ دیا خداوند (حضرت عیسٰی) کو چھوڑ دیا۔ خدا اور خداوند نے انہیں چھوڑ دیا۔ فتح خدا کی طرف سے ہوتی ہے جب خدا ہی ناراض ہے تو فتح کیسے ملے؟"

پطرس۔ مقدس باپ یہ سچ ہے کہ ہم گنہگار ہیں۔ خطاوار ہیں۔ مگر خدا اور خداوند کو ناراض ہو کر ہم پر ایسی قوم کو مسلط نہ کرنا چاہیے۔ جو عیسائیت کو نیست و نابود کرنے کی آرزومند ہے۔

پادری۔ ہماری بداعمالی رنگ لا رہی ہے ہم خدا اور خداوند سے جو اقرار کرتے ہیں اسے

پورا نہیں کرتے.....

بطرس نے پادری کو دیکھ کر کہا۔ اقرار؟... کیا کوئی ایسا اقرار کیا گیا ہے جو ابھی تک پورا ہونے کا محتاج ہے"

پادری۔ اور تو مجھے معلوم نہیں ایک اقرار میرے سامنے کیا گیا تھا جو آج تک پورا نہیں کیا گیا۔

بطرس "وہ اقرار یاد دلاؤ گے؟"

پادری۔ جو مسلمان قید ہے اسے قربانگاہ پر نذر چڑھانے کا حکم دیا گیا تھا لیکن.....

بطرس نے قطع کلام کر کے کہا۔ بیشک اسکی ابھی قربانی نہیں دی گئی لیکن سیاسی مصلحتوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔

پادری۔ یہ خدا کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے۔

بطرس۔ توبہ کیجیے! خدا کے ساتھ کوئی انسان مذاق نہیں کر سکتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ انصبا کی شہزادی مسلمانوں میں قید ہو گئی ہے۔ اس سے یہ اندیشہ ہوا۔ اگر ہم اس مسلمان کو قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیں گے تو مسلمان اس شہزادی کو مار ڈالیں گے"

پادری "لیکن سنا ہے کہ شہزادی مسلمان ہو گئی ہے"

بطرس "یہ سچ ہے جو قاصد شہزادی کو لانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ شہزادی نے عیسائیوں میں آنے سے انکار کر دیا ہے"

پادری "اب اس مسلمان کے قربان کرنے میں کیا توقف ہے؟"

بطرس "کچھ نہیں"

پادری "بس تو پہلے آپ اسے بلا کر ذبح کرائیے پھر مشورہ کیجئے۔

بطرس "مناسب ہے"

بطرس نے ایک افسر کو اشارہ کیا وہ روانہ ہوا۔ یہ لوگ گزشتہ لڑائی پر تبادلہ خیال کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد افسر واپس آیا۔ بطرس نے پوچھا کیا قیدی ذبح کر دیا گیا؟

افسر نے جواب دیا "حضور نہیں!"

پطرس: "کیا وہ بیمار ہے۔ کیا اس میں ٹہلنے کی طاقت نہیں ہے؟"

افسر: "عالیجاہ یہ بات نہیں"

پطرس: "پھر کیا بات ہے؟"

افسر: "قیدی فرار ہوگیا"

پطرس اور لیٹارس کے ساتھ ہی تمام ملوک اور درباریوں نے پہلے افسر اور پھر ایک دوسرے کو حیرت انگیز نظروں سے دیکھا۔ ابھی ان کی حیرت دور نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک سپہ سالار آیا وہ شاہی سلام کر کے سب کے پیچھے ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ جب ان لوگوں کی حیرت دور ہوئی۔ تو پطرس نے دریافت کیا۔ قیدی کیسے فرار ہو گیا۔

افسر: "یہ کسی کو علم نہیں"

پطرس: "اور دوسرا قیدی؟"

افسر: "وہ بھی بھاگ گیا"

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ ریاض اور اسود کا تذکرہ تھا۔ پطرس نے پوچھا کیا پہرہ تھا؟

افسر: "دو سپاہی پہرہ پر تھے۔۔۔!"

پطرس نے قطع کلام کر کے دریافت کیا۔ ان دونوں نے انہیں روکا۔

افسر۔ ان دونوں غریبوں کو مار ڈالا گیا۔

پطرس۔ اور بھی تعجب ہے۔ انکی زنجیریں کس نے کھولیں۔

افسر خدا ہی جانے وہ زنجیریں خیمہ کے ایک کونے میں پڑی ہوئی ملیں اور پہریدار۔ خیمے کے اندر مردہ پائے گئے۔ مفرور قیدی انہیں اپنے کپڑے پہنا گئے۔ اور ان کے خود پہن کر فرار ہو گئے۔

پطرس کمال حیرت کی بات ہے۔ ان کمبخت مسلمانوں کو انسان کون کہہ سکتا ہے اتنے عظیم الشان لشکر میں زنجیریں کھول کر پہرہ والوں کو قتل کر کے بھاگ جانا معمولی بات نہیں ہے!

طایف بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کمبختوں نے زنجیریں کیسے کھولیں!!

بہادر ہو

مکسوح۔ حیرت پر حیرت ہے یا تو خود مسلمان جن ہیں یا جن انکے تابع ہیں۔
اب وہ افسر کھڑا ہوا جو ابھی تھوڑی دیر ہوئی آکر کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔
"عالیجاہ۔ یہ غالبًا ان مسلمانوں کا تذکرہ ہے جو کل بھاگ گئے ہیں"
پطرس۔ ہاں ان کا ہی تذکرہ ہے۔ کیا تم کو ان کا کچھ حال معلوم ہے۔
سپہ سالار جشنور والا معلوم ہوا ہے وہ کمبخت ہمارے رسالے میں شامل ہو گئے چونکہ انھوں نے ہمارے ہی سواروں جیسے کپڑے پہن لئے تھے۔ اسلئے وہ شناخت نہ ہو سکے جس رسالے میں وہ شامل ہوئے تھے۔ جب اسکے افسر نے انہیں نہتے دیکھ کر انکے ہتھیاروں کے متعلق دریافت کیا تو ان کمبختوں نے اپنے قریب والے سواروں سے ہتھیار چھین کر اچانک افسر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ کچھ دیر سوار حیرت میں رہے۔ دو میں ملہ کی نوبت نہ پہنچی۔ جب وہ بھاگے تو معلوم ہوا کہ دونوں مسلمان ہیں ایک دستہ نے انکا تعاقب کر کے انہیں جا لیا۔ اور ہر طرف سے انہیں گھیر کر قتل کرنا چاہا۔ شاید آپ لوگ تعجب کریں گے لیکن یہ امر واقع ہے کہ انہوں نے بہت سے سواروں کو مار ڈالا۔ آخر ان کی مدد پہنچ گئی۔ اور کچھ مسلمان ان کی مدد کو آ گئے۔ شام تک وہ اسی جگہ لڑتے رہے۔ جب دونوں لشکر واپس ہوئے تو وہ بھی مسلمانوں کے ہمراہ ہی چلے گئے۔
سب لوگ نہایت حیرت سے اس قصے کو سن رہے تھے۔ جب سپہ سالار سب کچھ بیان کر چکا تب پطرس نے کہا۔ مکمل حیرت کی بات ہے کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ مسلمان انسان نہیں ہیں انکے کارنامے حیرت و تہلکہ آمیزی میں ڈال دیتے ہیں۔ اب سوچئے۔ غور کیجئے اور بتائیے کہ کیا تدبیر کریں جس سے ہم فتحیاب ہوں!!
سب کے سب غور و خوض کرنے لگے تھوڑی ہی دیر میں سر اٹھا کر مکسوح نے کہا۔
ایک تدبیر میری سمجھ میں آئی ہے۔
تمام لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ پطرس نے دریافت کیا فرمائیے
مکسوح۔ ایک دستہ فوج کا رات کی تاریکی میں سے اس پہاڑی پر بھیج دیا جائے۔
صبح جب جنگ شروع ہو جائے تو وہ دستہ پہاڑی سے اتر کر مسلمانوں کی عورتوں

پرورش کر کے انھیں گرفتار کر لے۔ ادھر جب مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو گی تو اہل و عیال کی محبت انکو پریشان کر دیگی۔ وہ عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کیلئے دوڑ پڑیں گے۔ اس وقت ہم انھیں منتشر کر کے مغلوب کر لیں گے۔"

تمام لوگ اس تجویز کو سُنکر بہت خوش ہوئے۔ پطرس نے مسرت سے اچھل کر کہا۔ نہایت اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ قیطارس نے کہا۔ یقیناً کامیاب ہونگے۔ اور اس طرح میرونہ بھی ہمارے قبضہ میں آجائے گی۔

پطرس "اور عرب کا چاند بھی!"

عفیف۔ "ابھی تمام عربی عورتوں پر ہمارا قبضہ ہے۔"

پطرس "اچھا کون اس مہم پر جانے کیلئے آمادہ ہے۔"

ملکوح "جسے آپ حکم دیں۔"

پطرس "اس حکم کیلئے آپ ہی موزوں ہیں۔"

ملکوح "میں تیار ہوں لیکن بھائی قیطارس بھی چلیں تو اچھا ہے۔"

قیطارس "میں ضرور چلوں گا۔ اگر آپ نہ کہتے تو میں خود آپ سے کہتا۔"

پطرس "تم دونوں دس ہزار آزمودہ کاروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ مگر کسی کو یہ نہ بتانا۔ کہ اس لشکر کو کہاں جانا ہے؟ تمام لشکر میں اسلامی جاسوس بکھرے ہوئے ہیں۔ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

ملکوح "میں انتہائی احتیاط کروں گا۔"

پطرس "تم دو ہزار زنگی اور آٹھ ہزار اہل بحادہ کو لے جانا۔"

ملکوح "ایسا ہی کروں گا۔"

پطرس "کل عام حملہ ہو۔ آخری اور فیصلہ کن جنگ ہو۔"

سب نے کہا۔ ایسا ہی ہو گا۔ اس قرارداد کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا تمام لشکر کو اگلے دن حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ہر شخص اپنے اپنے ہتھیاروں کو صیقل کرنے لگا۔ جب آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔ اور رات کی سیاہی پردہ ظلمات کو لیکر کائنات

پر چھا گئی۔ تو مکسوح اور قیطارس دس ہزار زنگی اور اہل بجاؤ کو لیکر دہشوار کی جانب چلے۔ لوگ سمجھے کہ مکسوح واپس جا رہے ہیں۔ وہ کئی میل کا چکر کھا کر پہاڑی میں غائب ہو گیا۔

بارھواں باب

"گرفتاری"

دوسرے دن جب کہ شب ظلمات کی سیاہی دور ہونے لگی۔ دن کو جگمگانے والے آفتاب کے نکلنے کا وقت قریب آ گیا۔ اور مشرق کی طرف سے روشنی نمودار ہوئی۔ جنت کی آمد کے پیغامبر طیور چہچہانے لگے تو عیسائی اٹھ اٹھ کر ضروریات سے فراغت کر کر کے میدان کارزار کی طرف جانے لگے۔ چونکہ عظیم الشان لشکر تھا گھنٹوں سپاہیوں اور سواروں کی روانگی کا تانتا لگا رہتا تھا۔ اس لئے آفتاب کے طلوع ہونے تک برابر لشکر روانہ ہوتا رہا۔

جب ان کا آخری سپاہی بھی میدان جنگ میں پہنچ گیا تو انھوں نے صف بندی کر کے طبل جنگ بجوایا۔ قومی نعرے لگوائے۔ ان تہلکہ آمیز آوازوں سے فضا متوحش ہو گئی۔ میدان گونج اٹھا۔ زمین ہلنے لگی۔ ادھر مسلمانوں نے طبل جنگ کے سنتے ہی میدان کارزار میں آ کر صف بستہ ہونا شروع کر دیا۔ گو بہت جلد انھوں نے صفیں قائم کیں میمنہ میسرہ اور قلب میں لشکر متعین کیا۔

مسلمان ہمیشہ اپنے جائے قیام سے چار فرلانگ آگے بڑھ کر صف بستہ ہوا کرتے تھے لہٰذا آج بھی انھوں نے حسب معمول کیا۔ اور آج رافع کو بالخصوص مسلمانوں کی معیت میں عربی خواتین کی حفاظت یا نگرانی کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا۔

عیسائی لشکر نہایت نظم و نسق کے ساتھ آہستہ آہستہ اسلامی لشکر کی طرف بڑھا جب وہ ایک میل کے فاصلے پر آ گیا تو شیر دل اسلام نے دیکھا کہ آج بھی مشرق سے مغرب تک تمام میدان کارزار عیسائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس طرح سے آ رہے تھے جیسے سمندر لہریں لیتا ہوا آ رہا ہو۔ انکی شاندار آمد کو دیکھ کر ہر شخص کے دل پر ہول طاری تھا۔ تقریباً چار فرلانگ

اور چل کر عیسائی رک گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔

شیران اسلام نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ خالد، عمرو بن العاص، ضرار، سعد، ریاض عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق، عبداللہ بن عمر خطاب، فضل بن عباس، زیاد بن ابی سفیان قلب لشکر میں پاس کھڑے تھے۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ آج عیسائی لشکر آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔

ضرار نے کہا۔ آج وہ کوئی فریب دینا چاہتے ہیں۔

ریاض نے جوش میں آکر کہا۔ خدا انکے فریب کو ان ہی پر الٹے گا۔ تھوڑی دیر تک تو مسلمانوں نے عیسائیوں کے بڑھنے کا انتظار کیا مگر عیسائی لشکر بدستور کھڑا رہا وہ بڑھنا نہ چاہتا تھا۔ در اصل عیسائی مسلمانوں کو انکی عورتوں سے فاصلے پر لانا چاہتے تھے۔

خالد نے کہا۔ ہم کب تک ان کے بڑھنے کا انتظار کریں۔

عمرو بن العاص نے کہا۔ "اب انتظار فضول ہے۔ ان پر رعب طاری ہے۔ وہ ہرگز نہ بڑھیں گے"۔

خالد۔ "تو کیا ہمیں بڑھنا چاہیئے"؟

عمرؓ "جب وہ بڑھنا نہیں چاہتے تو ہمیں ہی بڑھنا پڑے گا"۔

فوراً خالد نے لشکر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا اور بڑھنا شروع کیا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے صرف ایک تیر کے فاصلے پر رہ گئے تو عیسائی تیر اندازی کرنے لگے۔ مسلمان خاموش کھڑے انکے تیروں کو ڈھالوں پر روکتے رہے چونکہ ابھی انکے سالار اعظم نے حملہ کا حکم نہ دیا تھا۔ اسلئے وہ نہایت خاموشی سے کھڑے تیروں کو روک رہے تھے۔

جب اس طرح سے کھڑے ہوئے زیادہ دیر گذری تو تمام مسلمانوں میں بیقراری کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور ہر شخص کہنے لگا کہ آج سالار اعظم حملہ کرنیکا حکم کیوں نہیں دیتے۔

آخر ضرار سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے حضرت خالدؓ سے کہا "آپ حملہ کرنے کا حکم دینے میں کیوں تامل کر رہے ہیں؟"

حضرت خالدؓ "میں چاہتا ہوں کہ جنگ دیر سے شروع ہو۔ تاکہ عصر کے وقت تک جنگ

کاش شب ہو۔ شاید اس وقت خدا ہم کو فتح دے۔"

ضرار "لیکن مسلمانوں کے خاموش کھڑے رہنے سے عیسائیوں کے تیر انھیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

حضرت خالدؓ نے کچھ دیر سوچا۔ ادھر اُدھر دیکھا۔ ضرار نے صحیح کہا تھا کیونکہ عیسائیوں کے بے پناہ تیر مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ انھوں نے سر اٹھا کر تین مرتبہ اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔

اسلامی لشکر میں یہ قاعدہ تھا کہ سالار لشکر جب تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا تب جنگ شروع ہوتی۔

حضرت خالدؓ کے نعرے لگاتے ہی جنگ کا اعلان ہو گیا۔ مسلمانوں نے مل کر اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ اس پر ہیبت نعرہ سے فضا متلاطم ہو گئی۔ میدان کارزار لرز گیا۔ عیسائی کانپ گئے۔ زمین ہچکولے کھانے لگی۔

عیسائیوں کے طبل جنگ کی آواز نعرۂ تکبیر میں کھو گئی۔ اب مسلمان تیر اندازوں نے جلدی جلدی شانوں سے کمانیں اتار کر ہاتھوں میں لے لیں۔ چلے چڑھائے تیر رکھ کر کھینچے اور ایک ساتھ تیروں کو چلایا۔

اتنے تیر مل کر ایسے نکلے جیسے کہ وہ سب ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔ آفتاب کی دھوپ تیروں کے نیچے غائب ہو گئی۔

اس تیروں کی پہلی ہی باڑھ نے عیسائیوں کا سمجھو کر دیا۔ سینکڑوں عیسائی تیر کھا کھا کر مجروح ہو گئے۔ زمین پر گرے اور دم توڑنے لگے۔ عیسائیوں کو غصہ اور جوش آیا۔

وہ طیش میں آ کر بڑھے اور سنت آلود ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹے۔ مسلمان بھی بڑھے۔ دونوں فریقوں نے تیر اندازی تیز کر دی اور حملے اٹھائے۔ دونوں ایک دوسرے کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑھے۔

اس وقت آفتاب افق مشرق سے سر ابھار کر اس خونی منظر کو دیکھنے لگا۔ اس کی ضیا افگن شعاعیں میدان میں پڑنے لگیں تھی۔ ان شعاعوں میں زرہ بکتر، نیزے، تلواریں چمک چمک کر

آنکھوں کو خیرہ کرنے لگی تھیں۔ بڑھتے بڑھتے دونوں لشکروں میں تصادم ہو گیا۔

سرفروشوں نے نیزوں سے حملہ کیا۔ جوش دلانے یا جوش پیدا کرنے کیلئے قومی نعروں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

عیسائیوں نے بڑے زور زور سے طبل جنگ بجایا۔ نرسنگھے پھونکے۔ تمام میدان ان مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔ فریقین کے سپاہی نہایت جوش اور طیش میں آ آ کر نیزوں سے حملے کر رہے تھے۔ نیزے نہایت سرعت سے سینوں اور شکموں میں گھونپے جا رہے تھے۔

[illegible] زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے۔ ابھی تک تمام محاذات پر نیزوں سے ہی جنگ ہو رہی تھی لیکن دونوں کے نیزے کچھ مفید نہ ثابت ہوئے۔ اس لئے اب نیزے چھوڑ کر شمشیریں نکال لیں۔

صاف و صیقل کی ہوئی شمشیریں کھنچیں۔ آفتاب کی جلوہ ریز شعاعوں میں اٹھیں بجلی کی طرح کوندیں۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپیں اور پیاسوں کی طرح انسانی خون پینے کیلئے جھکیں۔ پھر ہوا میں اٹھیں تو اکثر و بیشتر خون کے فوارے اڑانے لگیں۔

چونکہ دونوں فریق طیش میں تھے۔ اسلئے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے نہایت زور شور کے ساتھ جنگ ہونے لگی۔ مسلمان عیسائیوں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔

صفوں کی ترتیب قائم نہ رہی۔ ہر شخص اپنی ہستی کو بھول کر اپنے مقابل سے مصروف پیکار تھا۔ تلواریں نہایت شدومد سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

سروں، ہاتھوں، پیروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگتے چلے جا رہے تھے۔ خون پانی کی طرح سے بہنے لگا تھا۔ اس خونریزی کو دیکھ کر دلیروں میں جوش اور بزدلوں میں خوف پیدا ہونے لگا تھا لیکن نہ کسی کے فرار ہونے کا موقع تھا اور نہ کوئی بھاگ کر بچ ہی سکتا تھا۔

اس لئے سب مصروف جنگ تھے۔ حضرت خالد اور ضرار گھوڑوں سے گھوڑے ملائے نہایت بہادری سے جوش و طاقت سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک جگہ جم کر نہ لڑ رہے تھے۔ بلکہ جس طرف مسلمانوں کو نرغہ میں دیکھتے وہاں جا پہنچتے۔

جوش اور طیش میں آ کر حملہ کرتے عیسائیوں کو گھیر کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈالتے۔

اور آگے بڑھ کر دوسرے گروہ پر جا ٹوٹتے۔ دونوں بہادر تھے۔ شیر دل تھے۔ نڈر تھے نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔

"عیسائی انہیں پہچانتے تھے۔ جس طرف جاتے وہ عیسائی دب کر پیچھے ہٹ کر انہیں راستہ دے دیتے۔"

فضل۔ زیاد۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ کا گروہ۔ ایک گروہ بن گیا تھا۔ یہ چاروں بھی نڈر اور بہادر تھے۔ اس سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ کہ حیرت پر حیرت ہوتی تھی۔ انکی تلواریں فرشتہ موت بنی ہوئی تھی۔

"جن اجل گرفتوں پر اٹھیں ہزاروں کوشش کرنے پر بھی وہ نہ بچتے تھے۔ اور انکو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتیں۔ انھوں نے دس بیس نہیں بلکہ سیکڑوں عیسائی مار ڈالے تھے۔"

سعد اور ریاض گھوڑے ملائے جنگ کر رہے تھے۔ یہ دونوں نوجوان تھے جوشیلے تھے بہادر تھے۔ بڑی ہی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ انکے حملوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ دونوں ہی تمام لشکر کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

میمنہ اور میسرہ اور قلب کے تمام مسلمان سرجھکائے نہایت استقلال سے لڑائی میں معروف تھے۔ اگرچہ وہ اپنے حریف سے تعداد میں بہت ہی کم تھے، مگر انہیں اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا کچھ خیال نہ تھا۔ وہ اس طرح سے نہایت عزم و استقلال سے لڑ رہے تھے جیسے وہ اپنے برابر کی تعداد سے لڑ رہے ہوں۔

عیسائی بھی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ آج جس جوش، استقلال اور بہادری سے لڑ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انھوں نے جنگ کا فیصلہ کرنے کا عزم صمیم ہی کیا ہوا ہے۔

بطارس آج بھی زری کے شامیانے کے نیچے گھوڑے پر سوار کھڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اسکے چہرے سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس نے آج فیصلہ کن جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

وہ افسروں۔ سرداروں۔ بادشاہوں کے دل بڑھا بڑھا کر انہیں شدید حملے کرنے کی

ترغیب دے رہا تھا۔ جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ خون آشام تلواریں نہایت سرعت سے بلند ہو ہو کر سرفروشوں کے سر و تن کے فیصلے کر رہی تھیں۔

موت نہایت عجلت سے انسانی کھیتی کاٹنے میں مصروف تھی ملک کے فدائی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ نعشیں گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے کچلی جا رہی تھیں۔

اب آفتاب بہت کچھ بلند ہو چکا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی نیسایوں کے پرچم مسلمانوں کے علم دھوپ میں چمک اور ہوا میں لہرا رہے تھے۔

جبکہ اس تمام میدان میں انسانی خون پانی کیطرح سے بہہ رہا تھا۔ شرق سے غرب تک تاحد افق تلواریں اٹھ اٹھ کر انسانی خون سے اپنی پیاس بجھانے کیلئے جھک رہی تھیں۔

ہر شخص پر جوش و غضب سے فراموشی طاری تھی۔ سب کے سب سر جھکائے جدال و قتال میں مصروف تھے۔

مسلمان عورتیں اپنے جسموں کو چادروں سے چھپائے سروں سے رومالی باندھے ہاتھوں میں نیزے یا چھریاں لئے سبز سبز گھاس پر بیٹھی تھیں۔ ان سے کسی قدر فاصلے پر رافع یا حضید دلیروں کو لئے گھوڑوں پر سوار کھڑے میدان کارزار کیطرف دیکھ رہے تھے۔

بچے کھلے ہوئے میدان میں بھاگ دوڑ کر کھیل رہے تھے۔ میمونہ اور لبنیٰ دونوں قریب قریب بیٹھی تھیں۔ دونوں اپنے اپنے نازک ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے نیزے لئے ہوئے تھیں۔

شہزادی میمونہ کے چہرہ سے شوخی اور لبنیٰ کے چہرہ سے متانت جس کے ساتھ غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ دونوں سیم و تن لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ شہزادی میمونہ کبھی کبھی پر ملال لبنیٰ کو دیکھ لیتی تھی۔ وہ اس کا افسردہ چہرہ دیکھ کر غمزدہ ہو جاتی تھی۔

اب میمونہ بالکل بدل گئی۔ اسکی حالت میں زمین و آسمان کا فرق آ گیا تھا۔ اس میں غرور و تکبر ہونے کے بجائے عجز و انکساری آ گئی تھی۔ جس لبنیٰ کو ایک مرتبہ [illegible] آج اسے اپنے سینہ سے لگا کر رکھنا چاہتی تھی۔ جس کے رونے پر کبھی وہ ہنستی تھی۔ آج اسے افسردہ دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔

یہ اس خوف سے نہ تھا کہ وہ مسلمانوں میں آگئی تھی اور مسلمانوں سے ڈرتی تھی بلکہ اسے لبنیٰ سے محبت ہوگئی تھی۔ نور اسلام نے اسکے دل میں جلوہ گر ہوکر فروتنی پیدا کر دی تھی۔

غرور تو صرف خدا کیلئے ہی زیبا ہے۔ انسان کو مناسب نہیں۔ اور مسلمان جو خدا کی عظمت و قدرت کے قائل ہیں کبھی غرور نہیں کر سکتے۔ جو مسلمان غرور کرتا ہے اس کا ایمان کمزور ہے۔

کمزور ایمان والا مسلمان پکا نہیں ہو سکتا۔ مغرور مسلمان بہشت سے محروم رہے گا۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کو دیکھا۔ رحم و محبت کے جذبات اس کے دل میں موجزن ہوگئے۔

اس نے کہا لبنیٰ! تم افسردہ کیوں ہو رہی ہو؟ تمہاری افسردگی مجھے افسردہ بنائے دیتی ہے۔

محزون لبنیٰ نے اپنی سرمئی مست رسیلی آنکھیں اٹھا کر شہزادی میرونہ کو دیکھا۔ اسکی [illegible] کی [illegible] اس نے [illegible] سانس لے کر کہا۔

[illegible]

[illegible]

لبنیٰ میں نہیں جانتی۔

میرونہ۔ تم [illegible] ہو [illegible] تم سے مل لی چکا ہے پھر تم کیا ہے؟

لبنیٰ نے مغموم لہجہ میں کہا۔ [illegible]

میرونہ۔ تم فضول غم کرتی ہو۔ وہ تمہارے بھائی کا دوست ہے۔ تمہارا [illegible] اسکی ذرا سی تحریک تمہارے بھائی کو اس سے عہد و عقد کرنے پر تیار کر دیگی

لبنیٰ نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ وہ تحریک نہیں کر سکتا۔

میرونہ۔ کیوں؟

لبنیٰ۔ محبت ہمارے دلوں میں [illegible] ہے۔ [illegible] کی بات ہے

میرونہ۔ [illegible] تم [illegible] معلوم ہے۔

لبنیٰ [illegible] معلوم [illegible] اپنے بھائی کی [illegible]

[illegible] شرمندہ ہو جاتی

ہوں۔ [illegible] جاتی ہوں۔

میرونہ۔ انہیں کیسے معلوم ہوا؟

لبنیٰ۔ اتفاقیہ۔

اسکے بعد لبنیٰ نے نہایت مختصر طریقہ پر تمام واقعہ کہہ سنایا جس سے سعد کو ریاض اور لبنیٰ کی محبت کا علم ہوا تھا۔ شہزادی میرونہ نے تمام حال سُنکر کہا۔ پھر کیا ہوگا؟

لبنیٰ نے انتہائی غم بھرے لہجہ میں کہا۔ میری موت مجھے غم سے نجات دلا دے گی۔

یہ فقرے سُنکر میرونہ کے دل پر چوٹ لگی۔ وہ کمال متاثر ہوئی۔ اور اس نے کہا۔

لبنیٰ! ناامید مت ہو۔ جبتک میں زندہ ہوں تم قطعاً غم و اندیشہ نہ کرو۔

لبنیٰ نے ایسی نظروں سے جن میں یاس کے بعد آس کی کچھ خفیف جھلک نمودار ہوئی شہزادی میرونہ کو دیکھ کر دریافت کیا۔ آپ کیا کریں گی؟

میرونہ۔ میں سعد سے کہوں گی!!

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ خدا کیلئے ایسا غضب نہ کرنا۔

میرونہ نے لطف بھرے لہجہ میں کہا۔ تم اطمینان رکھو میں ایسے طریقہ سے کہوں گی کہ سعد ناراض نہ ہوں گے۔"

لبنیٰ۔ نہیں نہیں۔ بالکل نہ کہنا۔ تم میری قوم کے لڑکوں سے واقف نہیں۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قومی ننگ برداشت نہیں کر سکتے۔

میرونہ: اگر وہ خفا ہوں گے تو میں خوشامد کر کے انہیں منا لوں گی۔

لبنیٰ: اگر وہ پھر نہ مانے؟"

میرونہ: تو میں تم سے پہلے اپنے ہاتھوں سے قتل ہو جاؤں گی۔"

لبنیٰ نے حیرت بھری نظروں سے شہزادی میرونہ کو دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے مسلم خواتین کو خوف اور تعجب بھری نظروں سے [illegible] کچھ کہتے سنا۔

ان دونوں نے عورتوں کی تاک [illegible] پہاڑی کیطرف [illegible] وہ کچھ خوفزدہ اور کچھ متعجب معلوم ہو رہی تھیں [illegible] ان دونوں نے بھی پہاڑی کی طرف دیکھا۔

انہوں نے دیکھا کہ لشکر سیلاب کی طرح نہایت سرعت سے آ رہا ہے (مڑا آ)

وہ دونوں بھی کچھ متعجب و خوفزدہ ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ عیسائی سوار نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ وہ اس قدر قریب آ گئے تھے کہ انکے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز صاف طور پر زور زور سے آنے لگی۔ رافع نے بھی ان سواروں کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ سخت متعجب ہوئے کہ یہ عیسائی ادھر کہاں سے آ نکلے لیکن وہ زیادہ دیر متحیر نہ رہا۔ فوراً سنبھلا۔

اس نے اپنے ہمراہیوں سے چلا کر کہا۔ اے مجاہدین اسلام ان لٹیرے عیسائیوں کو روکو یہ کہتے ہی وہ عیسائیوں کی طرف بڑھا۔ مجاہدین اسلام اس کے جلو میں بڑھے انھوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔

وہ تیزی سے قریب [illegible] عیسائی ننگی تلواریں کھینچے ہوئے آ رہے تھے۔ [illegible] دونوں فریق گتھم گتھا ہو گئے۔

جنگ ہونے [illegible] عیسائی بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ [illegible] مسلمانوں کو اپنے ریلے میں بہا لے جائیں گے [illegible] مسلمانوں نے [illegible] مقابلہ کیا کہ عیسائی انکی بہادری کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

[illegible] عیسائی رکنے کے [illegible] نہ آتے تھے۔ [illegible] مسلمانوں کو قتل کر کے عورتوں کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے۔ [illegible] لڑنے لگے تھے۔

[illegible] اور دلیروں کی کاٹ [illegible] فوراً [illegible] لگے تھے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نامہ کر دی تھی۔

چونکہ عیسائی یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس جنگ کی خبر اسوقت تک ان مسلمانوں کو نہ ہو جو حضرت خالد کی سرکردگی میں بیلارس کے عظیم الشان لشکر کے ساتھ الجھ رہے تھے۔ جب تک وہ عورتوں پر قبضہ نہ کرلیں۔ اسلئے چپ چاپ لڑ رہے تھے اسی وجہ سے لڑائی زور شور سے ہو رہی تھی لیکن شور وغل نہ تھا۔ البتہ زخمیوں یا مرنے والوں کی آہیں اور چیخوں کی آوازیں گاہ بگاہ بلند ہو ہو کر خاموش فضا میں گم ہو جاتی تھیں۔

رافع بہت بہادر تھے۔ متعدد معرکے سر کر چکے تھے۔ نہایت دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ انکی شمشیر دہرہ گداز موت کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ وہ جس طرف نکل جاتے تھے۔ دشمنوں کی صفیں پچھاڑتے چلے جاتے تھے۔ عیسائی اس سے اسکی بے پناہ تلوار سے ڈرنے لگے تھے۔ لیکن جب وہ دیکھتے کہ مسلمان مٹھی بھر ہیں وہ ہزاروں ہیں تو ان کا خوف دور ہو جاتا اور وہ پھر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔

موت نے انسانی کھیتی میں باڑھ لگا دی تھی۔ جس طرح تمام فریب دیکھ کر کسان کھیت کو جلد از جلد کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح موت اپنی کھیتی نہایت سرعت سے کاٹ رہی تھی۔

مسلمان دور تک پھیلے ہوئے عیسائیوں سے لڑ رہے تھے۔ چونکہ آفتاب اسوقت ایک بات منزل طے کر چکا تھا۔ اس لیے دھوپ تمام میدان میں اچھی طرح پھیل گئی تھی۔ اور دھوپ کے ساتھ ہی گرمی بھی بڑھ گئی تھی۔

بہادروں کو پسینے آنے لگے تھے۔ گھوڑے بھی پسینہ میں شرابور ہو گئے تھے لیکن لڑنے والوں کو نہ گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینہ کی وہ لڑائی میں برابر مصروف تھے۔

مسلمان اپنی طاقت سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ لڑ رہے تھے عیسائی انہیں سب کو زندہ یا مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا چاہتے تھے۔ اور جلد سے جلد اس مہم کو ختم کر دینے کی فکر میں منہمک تھے۔

لیکن مسلمان ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے اور گرفتار ہونے کا تو ذکر ہی کیا۔ عورتیں ایک جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ انھوں نے دین کی صفیں قائم کر لی تھیں سب نے کوئی نہ کوئی ہتھیار لے رکھا تھا۔ ان کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ انکے ہاتھوں

میں بھی تیر اور چھوٹے نیزے تھے۔

عورتوں یا بچوں کے چہرے سے خوف و ہراس کی علامتیں ظاہر نہ ہو رہی تھیں وہ اس طرح کھڑے تھے جیسے کہ وہ ابھی حملہ آور ہونے والے ہوں۔ ان سب کی نظریں میدان کی طرف جمی ہوئی تھیں۔

مسلمانوں نے پورے ایک گھنٹہ تک عیسائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا انہوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ قدم قدم پر عیسائیوں کے مردے گرا دیئے لیکن وہ تھوڑے [illegible] تھے بہت تھوڑے۔

گویا ایک مسلمان بیس عیسائیوں کے مقابلے میں تھا۔ ایک [illegible] نے انہیں تھکا دیا۔ ان کے قویٰ سست پڑ گئے [illegible] ان کے واروں میں کمی ہونے لگی۔

عیسائیوں نے ان کی سستی دیکھی اور خوش ہو گئے۔ [illegible] زنگیوں کو آگے بڑھایا۔ خونخوار زنگی بڑھے [illegible] جوش، قوت اور [illegible] سے بڑھے [illegible] انہوں نے تلواروں کی باڑھ پر مسلمانوں کو رکھ لیا۔ مسلمانوں نے [illegible] چوٹی کا زور لگا دیا۔ مقدور بھر پھرتی سے کام لیا مگر تھکاوٹ نے کچھ نہ کرنے دیا۔

وہ پیچھے ہٹے مسلمانوں کے پیچھے ہٹتے [illegible] شرارت کے ساتھ حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے حملے کو روکا۔ انہوں نے [illegible] زنگیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ لیکن زنگی [illegible] مسلمانوں [illegible] کی جگہ تازہ دم آ آ کر لڑنے لگے مسلمان قتل کر کے تھک گئے۔

[illegible] اور [illegible] عیسائیوں اور [illegible]

جب جنگ نے طول کھینچی تو تلموت نے قیطارس سے کہا۔ کمبخت ان تھوڑے سے مسلمانوں نے [illegible] کو طول دیا [illegible] تم دو ہزار عیسائیوں کو ہمراہ لے جا کر مسلم عورتوں کو گرفتار کر لاؤ۔

قیطارس نے کہا یہ تدبیر نہایت مناسب معلوم ہوتی ہے [illegible] اپنی عورتوں کے پاس دیکھیں گے تو گھبرا کر بھاگ جائیں گے۔ اچھا آپ [illegible]

کو جوش دلا کر لڑا دیتے ہیں جاتا ہوں ۔

قیطارس نے دو ہزار اہل بجادہ کو ہمراہ لیا ۔ وہ مغرب کیطرف بڑھ کر تھوڑا سا چکر کاٹ کر مسلمان عورتوں پر آ ٹوٹا ۔ مسلمان عورتوں نے ان عیسائیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا ۔ وہ تمام لڑائی کیلئے تیار ہو گئی تھیں ۔ جب مسیحی بالکل قریب آ گئے تو حضرت خولہؓ نے کہا " اے خواتین عرب دشمن خدا ہم پر ہمیں کمزور سمجھ کر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں ۔ ہم عرب کی مایہ ناز عورتیں ہو کئی مرتبہ جنگ کر چکی ہو ۔ خدا اور رسول کی خوشنودی کیلئے اپنا نام تاریخ میں باقی رکھنے کیلئے دشمنوں سے لڑا دو ۔"

تمام عورتوں نے باآواز بلند کہا ۔ ہم تیار ہیں ۔ خدا ہمیں دشمنوں کے سامنے سے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے گا ۔ بچوں نے گڑگڑا کر کہا ۔ " اے پیارے خدا ہماری امداد فرما ۔ اور ہمیں دشمنوں سے بچا لے ۔ ہم تیرے بندے ہیں ۔ تیری عبادت کرتے ہیں ۔ تجھ سے ہی امید امداد رکھتے ہیں !"

اُس عرصہ میں قیطارس اور اس کا لشکر قریب آ گئے ۔ انھوں نے عورتوں کو لڑنے پر آمادہ دیکھا ۔ انہیں جوش آیا ۔ غصہ آیا ۔ وہ عورتوں پر جھپٹے اور تلواریں نکال کر ان پر ٹوٹ پڑے ۔

کمزوروں کو ۔ بزدلوں کو ان پر ہی غصہ آتا ہے جو ان سے حد درجہ کمزور ہوتے ہیں ۔ عیسائی شیروں کو بھی مسلم عورتوں پر ہی غصہ آیا ۔ اور انھوں نے نازک بدن دختران عرب پر تلواریں مارنا شروع کیں ۔ نہ عورتیں مسلح تھیں نہ ان کے پاس پورے ہتھیار تھے ۔ کوئی نیزہ لئے ہوئے تھی ۔ اور کسی کے پاس چوب تھی ۔ ڈھال کسی کے پاس بھی نہ تھی ۔

لیکن وہ عرب کی شیرنیاں تھیں ۔ ان کے نازک سینوں میں شیروں جیسا دل تھا ۔ عیسائیوں کے حملہ سے نہ وہ ڈریں نہ گھبرائیں ۔ انھوں نے خدا کا نام لیکر نہایت جوش و قوت سے عیسائیوں کے حملہ کو روکا اور اس کے بعد خود بھی حملہ کر دیا ۔ مگر وہ نازک تھیں مردوں جیسی طاقت نہ رکھتی تھیں ۔ انکے نازک ہاتھوں میں اتنی طاقت نہ تھی ۔ کہ وہ نیزوں سے دشمنوں کے سینے چھید ڈالتیں ۔ انہیں ایک تدبیر سوجھی وہ چار چار یا پانچ پانچ کے غول میں تقسیم ہو کر حملے کرنے لگیں ۔ وہ گھوڑوں کے نیزہ مارتیں گھوڑے بھڑک جاتے ۔ الف ہو کر سوار کو گرا دیتے وہ دوڑ کر چوبوں سے گرنے والوں کے سر کچل دیتیں ۔ اس ترکیب سے انھوں نے بہت سے عیسائی مار ڈالے ۔ مسیحی ان کی اس جنگی تدبیر سے نہایت متحیر ہو گئے

قیطارس نے انہیں جوش دلا کر بڑھایا۔ وہ بڑھے اپنی ہی لاشوں کو روندتے ہوئے عورتوں نے پہلے سے زیادہ قوت سے عیسائیوں کو گھوڑوں سے گرا گرا کر ان کے سروں کو چوبوں سے پاش پاش کرنا شروع کر دیا۔

خولہ۔ مزروعہ۔ سلمیٰ۔ ہند۔ عفیرہ۔ ام امان۔ ام حکیم۔ لبنیٰ اور میرونہ نہایت جوش اور پوری قوت سے لڑ رہی تھیں۔ اگرچہ ان کا عیسائیوں سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ وہ پیدل تھیں۔ عیسائی سوار۔ وہ غیر مسلح تھیں۔ عیسائی پورے طور پر مسلح تھے۔ وہ عورتیں تھیں عیسائی مرد۔ وہ کم تھیں عیسائی زیادہ۔ لیکن وہ اس جوش و خروش سے لڑ رہی تھیں کہ عیسائی حیرت میں پڑ گئے تھے۔ انہوں نے دو چار۔ دس بیس نہیں۔ بلکہ سیکڑوں عیسائیوں اور ان کے پچاس گھوڑوں کو مار ڈالا تھا۔ بچے بھی ہر اس عیسائی کا سر توڑ ڈالتے تھے۔ جس کو وہ عورتیں گھوڑوں سے گرا دیتی تھیں۔

دنیا میں ہزاروں نہیں لاکھوں جنگیں ہوئی ہیں اور ہوں گی۔ لیکن مسلمانوں نے جو لڑائیاں لڑی ہیں۔ ان کی عورتوں نے جو سرفروشیاں کی ہیں وہ نادر زمانہ ہیں۔ کوئی قوم اپنے دلاوروں کے اس قدر کارنامے پیش نہیں کر سکتی جتنے کہ دین اسلام اور مسلم خواتین کی تاریخوں میں نظر آتے ہیں۔ عورتیں نہایت جوش اور بڑے استقلال سے لڑ رہی تھیں۔ قیطارس خود بھی جنگ کر رہا تھا۔ وہ لڑتا لڑتا میرونہ کے پاس پہنچا۔ اس نے پہلی ہی نظر میں اسے پہچان لیا۔ اور وہ اسے عیسائیوں سے لڑتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ میرونہ تم عیسائیوں سے لڑ رہی ہو؟

میرونہ نے نظریں اٹھا کر اپنے بھائی کو دیکھا۔ اس نے سر جھکا کر جواب دیا ہاں میں لڑ رہی ہوں اور مرتے دم تک لڑوں گی۔

قیطارس: "تمہیں اپنی قوم سے نہ لڑنا چاہیئے"

میرونہ: "میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ اور اب میری قوم مسلمان ہے"

قیطارس: "یہ چیز تمہارے لیے باعث شرم ہے"

میرونہ: "یہ تمہارے سمجھنے کی غلطی ہے"

قیطارس: "میں نے صرف تمہارے لیے اتنی تکلیف برداشت کی ہے"

میرونہ۔ محض بیکار کی۔ اب تم مجھے بھول جاؤ۔

قیطارس۔ آؤ تم میرے ہمراہ چلو۔

میرونہ۔ میں نہیں جا سکتی۔

قیطارس۔ ان مسلمان عورتوں کے ساتھ تم بھی قتل ہو جاؤ گی۔

میرونہ۔ کچھ پرواہ نہیں۔ میں یہی چاہتی ہوں۔

قیطارس۔ میرونہ۔ میرا ادب کرو۔

میرونہ۔ یہ ادب ہی کی وجہ ہے کہ میں نے تم پر حملہ نہیں کیا۔

قیطارس نے تعجب سے اس پرنا بیکر کو دیکھ کر کہا۔ تم مجھ پر حملہ کرتیں۔

میرونہ۔ ہاں ایک مسلمان عورت ہونے کی حیثیت سے میرا یہی فرض تھا۔

اس عرصہ میں قیطارس کے خولہ نے نیزہ مارا۔ نیزہ اس کے گھوڑے کے لگا گھوڑا الف ہو کر گرا اور قیطارس گھوڑے کے نیچے دب گیا۔ بعض اور چند عورتیں اس کا سر چھوڑنے کیسے لپکیں۔ میرونہ نے جلدی سے چلا کر کہا۔ اسے نہ مارو۔ یہ میرا بھائی ہے۔ سب عورتیں ہٹ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئیں۔

قیطارس زور لگا کر گھوڑے کے نیچے سے نکلا۔ اس نے کہا میرونہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے مجھے ان عورتوں کے ہاتھوں سے بچا لیا ہے۔ میں تم پر احسان کیا چاہتا ہوں۔ آؤ اب بھی میرے ہمراہ چلو۔ اپنے قصر میں شاہانہ زندگی بسر کرنا۔ مسلمان مفلس ہیں یہاں تم کو آرام نہ ملے گا۔

میرونہ نے کہا۔ عسرت کی زندگی عزت کی یاد سے روکتی ہے۔ میں یہاں خوش ہوں۔ ابھی ان میں یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ مکسوح کے لشکر میں ایک عظیم الشان شور بلند ہوا۔ تمام سپاہی گھبرا کر اس طرف دیکھنے لگے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمانوں نے مسیحیوں کو شکست تو نہیں دیدی۔ فوراً ہی انھوں نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے اور عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان عنقریب ہی ہزیمت اٹھا کر بھاگنے والے ہیں۔ وہ خوش ہو گئے۔ اور خوش ہو کر عورتوں سے مصروف جنگ ہو گئے۔ مکسوح کے لشکر میں بلا وجہ شور نہ ہوا تھا بات یہ ہوئی تھی کہ عیسائیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے بڑے استقلال سے

مدافعت کی تھی۔ رافع نہایت دلیری سے لڑ رہے اور زنگیوں کو قتل کر رہے تھے۔ جبکہ وہ خود فراموشی کے عالم میں لڑ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سے زنگیوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ وہ اپنے زخمی کرنے والوں کی طرف پلٹے انہوں نے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن اس عرصہ میں بہت سے زنگیوں نے ان پر کمندیں پھینکیں کئی کمندیں انکے سر و شانہ میں آکر پھنس گئیں زنگیوں نے کمندیں کھینچیں وہ بے بس ہو گئے۔ انہوں نے جلدی سے رافع کو گرفتار کر لیا۔

رافع کی [illegible] خوشی میں عیسائیوں نے شور مچایا تھا۔ مسلمان اب بھی [illegible] سے لڑ رہے تھے۔ مگر ان کا سردار گرفتار ہو گیا تھا ان کے قوی شکستہ ہو گئے تھے [illegible] عیسائی سے جا ملے۔ عیسائیوں نے ان پر ایک ساتھ حملہ کیا [illegible] قوت نے انہیں جواب دیدیا۔ وہ مدافعت کرتے رہے عیسائی اور زنگیوں نے کمندیں پھینک کر انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان [illegible] ہو گئے [illegible] مگر [illegible] عورتیں یہ سب روائی دیکھ رہی تھیں لیکن [illegible] انہوں نے [illegible] کو مار ڈالا تھا بلسوج کا لشکر مسلمان مردوں کو اسیر کر کے عورتوں پر ٹوٹ پڑا۔

عورتیں کمال دلیری اور استقلال سے لڑیں بہت سی عورتوں نے زخم کھائے بالآخر لڑتے لڑتے وہ تھک گئیں اور یہاں تک تھک گئیں کہ نیزے اور چھریاں بھی نہ اٹھا سکیں۔

مجبوراً انہوں نے ہاتھ روک لئے عیسائی [illegible] ہو گئے۔ انہوں نے جلدی جلدی انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں تمام عورتیں [illegible] شہزادی میمونہ [illegible] گرفتار کر لی گئیں۔ اب [illegible] عورتوں کے کیمپ پر [illegible] لوٹ لیا [illegible] ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ ظالم اسیروں اور مال غنیمت کو لیکر [illegible] ہو گئے۔

تیرہواں باب

ہیبت و جلال کی دیویاں

بلسوج۔ [illegible] اور اس کے ہمراہی نہایت خوش تھے۔ کیونکہ [illegible] آئے تھے

اس میں انکو خاطر خواہ کامیابی ہوئی تھی۔ وہ تمام مسلم عورتوں اور کثیر التعداد مجاہدین اسلام کو گرفتار کر کے معہ شہزادی میرونہ اور مال غنیمت کے لیے جا رہے تھے ان کی مسرت حق بجانب تھی۔ مجاہدین اسلام دختران عرب، فرزندان مسلم گرفتار تھے۔ ریشم کی ڈوریوں سے جکڑے ہوئے تھے مغموم تھے۔ چونکہ عیسائی جلد سے جلد ایڑ لگا کر اپنے لشکر کے عقب میں پہنچنا چاہتے تھے۔ اسلئے انھوں نے تمام مردوں، عورتوں، اور بچوں کو گھوڑوں پر سوار کر رکھا تھا۔ انھیں یہ خوف تھا کہ کہیں مسلمانوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ تعاقب کر کے قیدی اور سامان انسے چھین لیں اگرچہ انکی یہ تجویز تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر ہو جائے اور وہ یا تو منتشر ہو کر بھاگ جائیں لیکن انہیں یہ خوف تھا کہ اگر تمام مسلمان ان سب پر یکبارگی آ ٹوٹے تو ان کا خاتمہ کر دیں گے اسلئے وہ ایڑ لگا کر درے میں داخل ہوئے اور پہاڑی چٹانوں کو پھلانگتے ہوئے نہایت تیزی سے چلنے لگے۔

تقریباً تین چار میل چل کر ان کا خوف کسی قدر دور ہوا۔ اب انہیں اطمینان ہو گیا کہ اول تو مسلمان ان کا تعاقب ہی نہ کریں گے اور اگر کریں گے بھی تو پتھروں پر چلنے کی وجہ سے راستہ نہ پا کر ان تک نہ پہنچ سکیں گے۔"

تھوڑی دور چل کر انہیں گرمی نے پریشان کر دیا۔ دھوپ کی تیزی پتھروں کی تپش اور پیاس کی شدت سے وہ بوکھلا گئے انھوں نے تھوڑی دیر راستہ میں آرام کرنے کا ارادہ کر لیا۔

زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ چل کر انھوں نے ایک سبزہ زار وادی دیکھی تمام اطراف میں سایہ دار درخت کھڑے تھے۔ یہ جگہ آرام کرنے کیلئے نہایت مناسب معلوم ہوئی وہ سب اسی جگہ اتر پڑے۔

چونکہ ان کا ارادہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد روانہ ہونے کا تھا۔ اسلئے انھوں نے گھوڑوں کے زین نہ اتارے۔ البتہ لگام اتار کر انہیں چرنے کیلئے چھوڑ دیا۔

چونکہ وادی کشادہ تھی۔ اسلئے تمام لشکر دور تک پھیل کر سبزہ زار چٹانوں پر آرام کرنے لگا۔ اس جگہ درختوں کی کثرت تھی۔ جگہ جگہ پر سایہ پھیلا ہوا تھا۔ ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کے پسینے خشک ہو گئے۔ تمام مسلم اسیروں کو ایک گوشے میں اتار لیا تھا۔ وہ سب مغموم اور متفکر معلوم ہوتے تھے۔ مرد تو پھر مرد تھے

زیادہ غمزدہ نہ تھے۔ مگر عورتوں اور بچوں کے چہروں سے رنج و غم کی علامتیں صاف طور پر ٹپک رہی تھیں۔ معصوم بچوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ انکی بھولی صورتوں سے غم و خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ آنکھیں حسرت اور افسوس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ دختران عرب کے خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ آنکھیں حسرت اور افسوس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ دختران عرب کے نازک چہروں سے فکر اور پریشانی ہویدا تھی ان میں سے اکثر عورتیں مجروح ہو گئی تھیں۔

چونکہ انکے زخموں کی مرہم پٹی نہ ہوئی تھی۔ اسلئے انکے زخموں سے اب تک خون رس رہا تھا۔ بیچاری مصیبت زدہ عورتوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اسلئے وہ رسنے والے خون کو پونچھ سکتی تھیں۔ اور نہ کوئی ایسی تدبیر کر سکتی تھیں جس سے خون کا بہنا بند ہو جائے۔

باوجود ان زخموں کے انھیں تکلیف تھی لیکن نہ اس تکلیف کو وہ تکلیف سمجھتی تھیں اور نہ اس تکلیف کی انہیں پرواہ تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی معرکوں میں شریک ہو کر زخمی ہو چکی تھیں۔ گویا ایسی تکلیفوں کی وہ عادی تھیں۔

حضرت خولہ خوبصورت تھیں نوجوان تھیں نازک اندام تھیں الیمرتبہ یرموک کے مقام پر وہ لڑتے لڑتے بیہوش ہو گئی تھیں تھوڑی دیر میں جب انہیں ہوش آیا تو زخم پر پٹی باندھ کر زخمیوں کی خبر گیری کرنے لگیں۔

اس طرح الیمرتبہ عفیرہ زخمی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اپنے زخم کی بالکل پرواہ نہ کی نہ پٹی باندھی نہ خون پونچھا۔ بلکہ دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہو گئیں جب ان سے کہا گیا کہ تم اپنے زخم پر بھی پٹی باندھ لو۔ تو انھوں نے نہایت لاپرواہی سے کہہ دیا کہ نہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ نہ ابھی پٹی باندھنے کی ضرورت ہے۔ حالانکہ اس زخم کی وجہ سے انہیں کئی مہینے تکلیف رہی۔

ان عورتوں میں سے شاید ہی کوئی عورت ایسی ہو جو لڑائیوں میں شریک ہو کر زخمی نہ ہوئی ہو۔ انہیں نہ زخموں کی پرواہ تھی نہ کوئی تکلیف۔ البتہ غم و فکر اس بات سے تھا کہ وہ سب کی سب عیسائیوں کے قبضہ میں آ گئی تھیں۔ اور چونکہ وہ دیکھ آ رہی تھیں کہ مسلمان نہایت خونریز جنگ میں مصروف تھے۔ اسلئے وہ انکی مدد کو نہیں آ سکتے تھے کبھی کبھی معصوم بچے آسمان کی طرف دیکھ کر کچھ کہہ رہے تھے۔

اے اللہ ہماری مدد کر! لبنیٰ اور شہزادی میرونہ اسوقت بھی قریب قریب بیٹھی تھیں دونوں کے نازک ہاتھوں میں ریشم کی ڈوریں کسی ہوئی تھیں۔

دونوں مغموم و متفکر اور پریشان تھیں۔ اور اس حالت میں بھی حسین معلوم ہو رہی تھیں انکی افسردگی نے انکی خوبصورتی کو اور بڑھا دیا تھا۔ انکی جبین ناز پر پسینے کی مہین مہین بوندیں اسی طرح چمک رہی تھیں جیسے کہ گلاب کی سنکھڑیوں پر چھوٹے چھوٹے موتی چمکا کرتے ہیں۔

میرونہ نے لبنیٰ سے کہا۔ لبنیٰ یہ بڑا ہوا کہ ہم ظالم عیسائیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔

لبنیٰ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ خدا کی مرضی اس میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔

میرونہ۔ ہمیں انکے پنجے سے آزاد ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

لبنیٰ۔ یہ بھی خدا ہی جانتا ہے۔

میرونہ۔ کاش کوئی مسلمان دوڑ کر دوسرے مسلمانوں کو خبر کر دیتا۔

لبنیٰ۔ خدا کو منظور نہ تھا۔

میرونہ۔ سب سے زیادہ مجھ کو اپنے بھائی کا خوف ہے۔

لبنیٰ۔ کس وجہ سے؟

میرونہ۔ وہ عیسائیت پر مٹا ہوا ہے۔ میرے مسلمان ہونے پر سخت برافروختہ ہو گیا ہے۔ ضرور مجھ پر سختی کرے گا۔

لبنیٰ۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ غیب سے مدد کریگا۔

میرونہ چپ ہو گئی اس نے افسردہ خاطر ہو کر سر جھکا لیا۔ لبنیٰ نے کہا تم افسردہ خاطر ہو گئیں کیا سوچ رہی ہو؟

میرونہ نے اپنا سر اٹھا کر کہا میں مستقبل پر غور کر رہی ہوں!!

لبنیٰ۔ شاید تم یہ سوچ رہی ہو کہ اگر تم پھر عیسائی ہو جاؤ۔

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ میں پھر عیسائی ہو جاؤں کیا تم میری نسبت ایسا خیال رکھتی ہو؟

لبنیٰ۔ اکثر تکالیف سختی اور مصیبت انسان کو متزلزل کر دیتے ہیں۔

میرونہ۔ بیشک۔ مگر میرا ارادہ زندگی کے آخری سانس تک متزلزل نہیں ہو سکتی ہیں نے

ڈر کر مجبور ہو کر مذہب اسلام اختیار نہیں کیا۔ خوشی سے مسلمان ہوئی ہوں۔ اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گی۔

لبنیٰ کی ہوش ربا مگر غمزدہ آنکھوں میں مسرت کی ہلکی سی جھلک پیدا ہوئی اور اس نے کہا۔ تم لائق صد آفرین ہو۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایک عیسائی افسر آیا۔ اس نے کہا۔ شہزادی صاحبہ آپکو آپکے بھائی نے یاد فرمایا ہے۔

میرونہ کے چہرہ پر غم و فکر کی تاریکی دوڑ گئی۔ اس نے ان پھولوں سے زیادہ نازک لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبایا۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے لبنیٰ کو دیکھا لبنیٰ تڑپ گئی۔ اس نے کہا میرونہ حوصلہ کرو۔

یکایک میرونہ کی حالت میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اس کے پیارے چہرہ سے تفکر کی علامتیں دور ہو گئیں۔ وہ اٹھ کر افسر کے ساتھ روانہ ہوئی۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر تیطارس اور مکسوح ایک بلند چٹان پر بیٹھے تھے میرونہ آ بھائی کے سامنے پہنچی۔ اسکے نرم و نازک ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ سر جھکا ہوا تھا اور وہ خوبصورت نظریں سبزہ پر لوٹ رہی تھیں۔

تیطارس نے اسے بغور دیکھا۔ غصہ بھری نظروں سے دیکھا اس نے گرج کر کہا۔ بدبخت لڑکی تم نے دیکھا کہ مسلمان ہونے سے تجھے کسقدر ذلت نصیب ہوئی ہے۔

میرونہ نے اپنا نازک سر اٹھا کر کہا۔ یہ ذلت نہیں۔ خدا کیطرف سے آزمائش ہے۔

اس کے جواب سے تیطارس کو سخت غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ لیکن ابھی تو اس آزمائش کی ابتدا ہے۔ تو اس کی انتہا کو بھی جانتی ہے۔

میرونہ نے اپنی خوبصورت نظریں اپنے بھائی کے خشمگیں چہرہ پر گاڑ کر کہا۔ ہاں جانتی ہوں اس کی انتہا موت ہے لیکن موت عارضی اور تکلیف دہ زندگی کو ختم کر کے دوامی پر کیف زندگی کے آغاز کا نام ہے۔

تیطارس سخت برافروختہ ہوا۔ اس نے کہا۔ تو مسلمانوں میں رہ کر خود مسلمان ہو گئی ہے۔ تو جانتی ہے کہ میں تیرا بھائی ہوں۔

میرونہ نے متانت بھرے لہجہ میں کہا۔ ہاں تم میرے بھائی تھے۔

قیطارس نے حیرت سے اس سیم تن کو دیکھ کر کہا۔ کیا اب نہیں۔

میرونہ۔ ایک دوشیزہ مسلمان کا بھائی مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔

قیطارس نے پر غضب نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ میرونہ کان کھول کر سن تو عیسائی تھی۔ تیرے ماں، باپ اور بھائی سب عیسائی ہیں۔ تو نے اپنا مذہب چھوڑ کر اپنے خاندان کی تذلیل کی ہے۔ میں تجھے صاف اور صریح الفاظ میں کہے دیتا ہوں کہ یا تو تو ابھی اسی وقت اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو جا ورنہ تیرا ساز ہستی توڑ دیا جائے گا۔

میرونہ۔ میں اسلام کو نہیں چھوڑ سکتی۔

قیطارس نہایت سخت برافروختہ ہوا اور غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے غضب آلود نظروں سے گھور کر میرونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ تیرا آخری جواب ہے۔ میرونہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کی نورانی پیشانی پر سے پیچاں گھونگریالے بال خم کھائے بڑے خوبصورت انداز سے [illegible] لہرا رہے تھے۔ سرخ و سفید چہرہ پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ [illegible] سیاہ نشیلی آنکھیں دلفریب ادا سے جھکی ہوئی تھیں۔ وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ہاں یہ میرا آخری جواب ہے۔

قیطارس پر غصہ کا جنون سوار ہو گیا۔ اس نے میان سے تلوار کھینچ کر اور [illegible] میرونہ کے سر پر بلند کرتے ہوئے کہا۔ بے حیا بدبخت مرنے کے لیے تیار ہو جا۔

شہزادی میرونہ نے سر اٹھا کر کہا۔ میں تیار ہوں۔

قیطارس اس کے استقلال کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ [illegible] دور ہو گئی اور سخت ترین غصہ سے اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اچھا آخری مرتبہ خدا کو یاد کر لے۔

میرونہ پیشانی سجدہ میں گر گئی۔ اس نے دردناک آواز سے کہا۔ خدایا [illegible] ہوں کہ تیرے دین پر قتل کی جا رہی ہوں۔ میرے گناہ معاف کر دے۔ [illegible]

قیطارس نے تلوار اٹھائی۔ [illegible] حملہ کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ [illegible] نعرہ کی آواز آئی۔ قیطارس نے گھبرا کر دیکھا [illegible] اور تمام مسلمان [illegible] اسلامی [illegible] جس طرف سے آواز آئی تھی۔ [illegible]

دوڑائے آتے دیکھا۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی عیسائیوں کے حواس گم ہو گئے اور بے تحاشہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

قیطارس اور مکسوح کے چہروں پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ مسلمان نہایت سرعت سے گھوڑے دوڑائے چلے آ رہے تھے۔ انکے گھوڑے اسقدر تیز دوڑے آ رہے تھے کہ گویا انکے پر لگ گئے تھے اور وہ زمین کو سمیٹتے چلے آ رہے تھے۔ سب سے آگے حضرت ضرارؓ، حضرت خالدؓ، فضلؓ، مسلمہؓ اور ریاضؓ تھے۔ مکسوح نے شیران اسلام کو قریب آتے دیکھکر ذرا بلند آواز سے کہا۔

عیسائی دلیرو۔ بہت جلد سوار ہو جاؤ۔ اور دشمن کا مقابلہ کرو۔

عیسائی لشکر اپنے گھوڑوں کیطرف دوڑے وہ نہایت عجلت سے گھوڑوں پر سوار ہوئے لیکن قیدی مسلمانوں نے اور مسلمہ جیوں نے مجاہدین اسلام کو آتے ہوئے دیکھکر بلند آواز سے کہا۔ خدا کی مدد آ گئی رحیم رب میں مسلمان قریب آ گئے۔ انکی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ قریب پچاس کے تھے۔ وہ جوش و غضب میں بھرے ہوئے آ رہے تھے۔ آتے ہی انہوں نے حملہ کیا۔ عیسائی سوار ہو گئے تھے لیکن صف بستہ نہ ہو سکے تھے۔ مسلمان تمام میدان میں پھیل گئے انہوں نے تلواریں کھینچ کھینچ کر حملہ شروع کر دیا۔ عیسائی بھی مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ جنگ نہایت شد و مد سے شروع ہو گئی۔ ہاتھ، پیر، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

زخمیوں کی چیخ و پکار، قوی نعروں کی آواز، آلات حرب کی جھنکار سے تمام وادی اور پہاڑی گونج اٹھی۔ امن پسند طیور اس شور و غل کی مہیب آوازوں کو سنکر اڑنے لگے۔ عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمان تھوڑے ہیں اس قدر یا اس سے کچھ کم مسلمانوں کو شکست دیکر وہ انکی تعداد کثیر کو قید کر لائے تھے تبھی سے انکے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔

انہیں امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل تھا کہ وہ ان مسلمانوں کو بھی شکست دینگے چنانچہ انہوں نے دلیری سے لڑنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان نہایت غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنے سروں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر آئے تھے۔ لہذا کمال شجاعت اور قوت و جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ انکی بے پناہ تلواریں عیسائیوں کو نہایت سرگرمی کاٹ کاٹ کر گرا رہی تھیں۔ چونکہ مسلمان ساری وادی میں بکھر گئے تھے۔ اس لئے جس طرف نظر جاتی تھی خون

آتشام تلواریں اٹھتیں اور انسانوں کے سروں پر جھکتی نظر آتی تھیں۔ زخمی چلا رہے تھے مرنے والے چیخیں مار رہے تھے۔

گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ سرفروش قومی نعرے لگا رہے تھے۔ ان سب کی آوازوں نے ملکر بہت شور وغل کی صورت پیدا کر رکھی تھی۔ عیسائی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔

وہ بھی مسلمانوں کو قتل کرنے کیلئے ان پر جھکے بڑھتے تھے۔ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے لیکن مسلمان موم کے نہ تھے۔ وہ انتہائی جوش اور ہمت و دلیری کیساتھ لڑ رہے تھے انکی تلواروں نے گویا موت کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا۔ جس کے سر پر پڑتی تھیں سینہ تک اتر جاتی تھیں۔ ہزاروں عیسائی مردہ ہو کر لمبے لمبے جا پڑتے تھے۔ ہزاروں گھوڑے بے سوار ہو کر دولتیاں مارتے پھرتے تھے۔ خون نے سبزہ زار حصّوں پر سرخ گل لالہ کاری کر دی تھی۔

ضرار برہنہ جسم تھے صرف تہبند باندھے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزہ سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ جس پر حملہ کرتے تھے نیزہ کی انی زرہ توڑ کر سینہ چھید کر پشت کے پار نکل جاتی تھی۔ جب وہ نیزہ کھینچتے تھے تو مجروح عیسائی مردہ ہو کر زمین پر آ رہتا۔

انھوں نے پچاسوں عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ خالدؓ اپنی شمشیر خارا شگاف سے حملے کر رہے تھے۔ انکی تلوار غضب کی کاٹ کر رہی تھی۔ وہ جسکے اوپر تلوار مارتے خود کاٹ کر سر سے گزرتے ہوئے حلق تک پہنچتی۔ زخمی چیخ مار کر کانپتا اور گھوڑے سے نیچے گر کر کچھ دیر تڑپتا پھر سرد ہو جاتا۔

انہوں نے بھی بےشمار عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ فضل بھی نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ انکی تلوار گویا موت کی ٹھیکیدار تھی۔ وہ جس پر حملہ کرتا اسے مار کر گرا دیتا تھا سعد جوش و غضب سے بپھرے ہوئے شیر کیطرح نہایت سرگرمی سے لڑ رہا تھا۔

اس نے بھی عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ رافع سب سے زیادہ غضب میں بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ نہایت تیزی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔ اسکی تلوار موت کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ جس کو چھو بھی جاتی تھی۔ اسی کو قتل کر دیتی تھی۔ وہ بغیر کسی دھڑکے اور بچاؤ کے لڑ رہا تھا۔

اگرچہ اس نے زائد ستر عیسائیوں کو مار ڈالا تھا مگر ابھی تک اس کا غصہ فرو نہ ہوا تھا نہ جوش میں کمی آئی تھی۔ بلکہ جوں جوں وہ قتل کرتا تھا۔ اس کا غصہ اور جوش بڑھتے جاتے تھے۔ تمام مسلمان نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ہر شخص عیسائیوں کو قتل کرنے میں ایسی عجلت سے کام لے رہا تھا جیسے لوٹ کے وقت ہر آدمی سب سے زیادہ مال لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے اس جگہ پہنچ گیا جہاں مسلم قیدی کھڑے تھے۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے کود پڑے اور تلوار سے قیدیوں کے بند کاٹنے لگے۔ جن لوگوں کے بند کٹتے جاتے تھے وہ مردہ مسیحیوں کی تلواریں لے لیکر دوسرے اسیروں کے بند کاٹنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ تمام آزاد ہو گئے۔ اب انہوں نے عورتوں کے بند کاٹنے شروع کئے۔ جب دس بیس عورتوں کے بند کاٹے جا چکے تب ام تمیم نے مردوں سے کہا۔ بس اب تم سب میدان کارزار میں جا کر لڑو۔ ہم خود بقیہ عورتوں اور بچوں کے بند کاٹ ڈالیں گے۔ یہ بات مسلمانوں کی سمجھ میں آگئی۔ وہ بڑھے اور انہوں نے مردہ عیسائیوں کے ہتھیار لئے گھوڑے پکڑے ان پر سوار ہوئے اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ انہوں نے اس شدت سے حملہ کیا گویا وہ تازہ دم تھے۔ اور ابھی لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ ان مسلمانوں کے حملہ کرنے سے جنگ کی آگ اور بھی تیزی سے مشتعل ہو گئی۔ سرفروش پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ لڑنے اور کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ جگہ جگہ مردوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اور خون کے پرنالے بہہ گئے۔ تمام عورتوں نے ایک دوسرے کے بند کاٹ ڈالے۔ بچوں کی بھی بندشیں کاٹ دیں۔ سب آزاد ہو گئے۔

عورتوں نے تلواریں اٹھا لیں۔ وہ بھی میدان کارزار میں کود پڑیں اور انہوں نے بھی حملے شروع کر دیئے۔ چونکہ اس وقت وہ جوش و غضب میں بھری ہوئی تھیں۔ سوائے لڑنے کے اور کوئی خیال نہ تھا۔ اس لئے وہ اس بات کو بھول گئیں کہ ان کے سروں پر چادریں بھی ہیں۔ اور ان کے ریشمیں دوپٹے۔ تلواریں چلانے لپکنے اور دوڑنے کی وجہ سے کھسک کر ان کے سروں سے ڈھلک گئے ہیں۔

وہ اس قدر جوش و غضب میں بھری ہوئی تھیں کہ ہیبت و جلال کی دیویاں معلوم ہوتی تھیں۔ وہ عیسائی سواروں کے گھوڑوں پر تلواریں مارتی تھیں۔ گھوڑے اچھلتے دو پیروں پر کھڑے ہو کر گرا دیتے تھے۔

عورتیں اس پر جا پڑتی تھیں۔ اس سے لپٹ جاتی تھیں اور تلوار یا خنجر سے اس کا گلا کاٹ دیتی تھیں۔ میمرونہ کچھ زیادہ دور نہ تھی۔ بلکہ قریب ہی ایک چٹان پر کھڑی تھی۔

جب اس نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ چٹان سے نیچے اتری سواروں سے بچتی عورتوں کے پاس آئی۔ حضرت خولہؓ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے جلدی سے بڑھ کر اسکے بند کاٹے۔ اسے ایک تلوار دی وہ بھی تلوار لیکر عیسائیوں پر جا پڑی۔ مگر وہ ادھر ادھر کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ وہ لڑتے لڑتے ایک پتھر کے قریب پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ عروس لبنیٰ تلوار لئے جنگ میں مصروف ہے۔ اسی کی اسے تلاش تھی۔ وہ اس کے پاس پہنچی۔

اس نے لبنیٰ کو دیکھا۔ اسکے ہاتھ میں تلوار تھی۔ نازک خوبصورت اور دلفریب چہرہ پر جوش و غضب سے گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ سرخی چھا گئی تھی۔ ہوشربا مست و رسیلی آنکھیں غیظ و غضب کی بجلیاں گرا رہی تھیں۔ انکے نازک سر سے دوپٹہ پیچھے کی طرف ڈھلک گیا تھا۔ گھونگھریالی سیاہ زلفیں نظر آنے لگی تھیں۔

اسکے چہرہ پر جلالت و سطوت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ اسکی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا میمرونہ پر بھی اس کا رعب چھا گیا۔ اس نے دیکھا کہ عیسائی سوار پر ایک عرب دوشیزہ اپنی ہوشربا نظروں سے غیظ و غضب کی نگاہ ڈال رہی ہے۔ اسکے دلفریب بشرہ سے رعب و داب کی بجلیاں گرا رہی تھیں۔ اپنے نرم و نازک ہاتھ سے تلوار مار رہی۔

عیسائی نے اس پیکر حسن کو غصہ کی حالت میں دیکھا وہ رعب اور دہشت سے کانپا گھوڑے سے گرا۔ اس کے گھوڑے سے گرتے ہی لبنیٰ نے لپک کر اسکے تلوار ماری۔ تلوار اسکا آدھا گلا اڑا گئی۔ اور سوار گر کر تڑپنے لگا۔ شہزادی میمرونہ اس ملکۂ حسن کی یہ قوت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔

وہ بڑھی اس نے بڑھ کر لبنیٰ کو سینہ سے لگا لیا۔ لبنیٰ چونکی اس نے ملازم رشتہ دار میمرونہ کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر شرما گئی۔ میمرونہ نے کہا۔ جس دلہا کی قوم میں تجھ جیسی میری جیسی ناز آفریں پری پیکر، پرجوش، نڈر اور بہادر لڑکیاں ہوں وہ کبھی مجبور نہیں ہو سکتی۔

لبنیٰ نے کہا۔ میمرونہ یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں ہے آؤ میرے ساتھ مل کر دشمنوں پر حملہ کرو۔ دونوں بڑھیں اور دونوں عورتوں نے کسطرح جنگ شروع کر دی لڑائی نہایت خونریزی سے ہو رہی تھی

انسانی ہستیاں گھاس پھوس سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں پھولوں کی طرح سے کاٹی جا رہی تھیں۔ موت نہایت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ حضرت ضرارؓ نہایت جوش و قوت سے لڑ رہے تھے۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک زنگی ریشم کے کپڑے پہنے زنگیوں کو جوش دلا رہا ہے۔ انہوں نے قیاس سے سمجھ لیا کہ ریشمی لباس زنگی ضرور زنگیوں کا سردار ہے۔ اور اسی طرف بڑھے۔ سردار نے انہیں بڑھتے دیکھ۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔ قریب پہنچتے ہی اس نے ضرار پر نیزہ سے حملہ کیا۔

ضرار نے اس کا وار خالی دیا۔ اسکے جواب میں نیزہ مارا۔ سردار نے ڈھال سامنے کر دی لیکن اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ خوف سے آنکھیں جھک گئیں۔

نیزہ سینہ پر پڑا۔ زرہ کو توڑ کر سینہ چھید کر انی جگر کے پار ہو گئی۔ اس نے ایک دلخراش چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا۔ اس کے گرتے ہی زنگیوں پر ہیبت طاری ہو گئی وہ پیچھے ہٹے۔

ضرار۔ سعد۔ ریاض اور چند دوسرے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے بہت سے زنگیوں کو مار ڈالا۔ ٹھیک اس وقت جبکہ ضرار نے زنگیوں کے سردار کو قتل کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے ملکوص پر حملہ کر دیا۔

ملکوص بہادر تھا سامنے آ گیا۔ اس نے نہایت دلیری اور ہوشیاری سے انکا حملہ روکا اور خود بھی حملہ کر دیا۔ خالدؓ نے اس کا حملہ روکا۔ انہوں نے لپٹ کر آگے اس پر تلوار کا وار کیا ملکوص نے ڈھال پر روکا۔ تلوار نے ڈھال کو کاٹ ڈالا۔ ملکوص گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

حضرت خالدؓ نے بڑھ کر ایک اور حملہ کیا۔ تلوار اس کے ماتھے پر پڑی تاج کٹ گیا سر میں ذرا اچھا گہرا زخم آ گیا۔ ملکوص پیچھے ہٹ کر بھاگا۔ حضرت خالدؓ نے پیچھے دوڑ کے انہوں نے اسکے برابر پہنچ کر اسکے تلوار ماری۔ چونکہ اسکے پاس ڈھال نہ تھی تلوار گردن پر پڑی گردن کٹ گئی۔ لاش زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ عیسائیوں نے اپنے بادشاہ کو گرتے دیکھا۔ وہ بدحواس ہو گئے۔ انہوں نے پشت پھیر کر بھاگنا شروع کیا۔ مسلمان ان کے پیچھے لگے۔ انکی تلواریں بجلی بن بن کر سروں پر پڑیں ہزاروں عیسائی کٹ کٹ کر گر گئے۔

عیسائی کشتیوں کے پیچھے نکلے گئے تھے۔ بہت سے عیسائیوں کے ساتھ اگلی کر پڑا تھا۔ ... عیسائیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کا منہ مسلمانوں کی طرف تھا۔

ریامن اسکے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ ریامن کو جانتا تھا۔ اس کی دلیری سے بخوبی واقف تھا۔ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سہم گیا۔ ریامن نے اس کے قریب پہنچکر اس پر حملہ کیا قیطارس نے ڈرتے ڈرتے اس کا حملہ روکنا چاہا۔ مگر اس کے دل میں ریامن کا خوف بیٹھ گیا تھا۔

اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ اور ڈھال ہاتھ سے گر پڑی تلوار اسکے سر پر پڑی۔ تاج اور خود کو کاٹتی ہوئی حلق تک اتر گئی۔ اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا اسکے گرتے ہی عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ پریشان ہو کر گھبرا گئے پیٹھ پھیرے اور بے تحاشہ بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے انکا تعاقب کیا۔

بہت سے قتل کر دیئے گئے۔ اور اکثر کو اسیر کر لیا گیا۔ بالآخر میدان کارزار عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ اب تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے اس جنگ میں کل پانچ مسلمان شہید ہوئے عیسائی چار ہزار مارے گئے۔ اور چھ سو گرفتار کر لئے گئے۔

رافع نے بڑھ کر خالد، ضرار، ریامن اور دوسرے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا انھوں نے پوچھا کہ آپ کو ہمارے قید ہونے کی اطلاع کیسے ہوئی۔ حضرت خالد نے کہا ہم لڑائی میں مشغول تھے میرے پاس ایک مسلمان آیا۔ اس نے بتایا کہ عیسائیوں نے عورتوں پر تاخت کی۔ رافع اور انکے ہمراہی نیز تمام بچے گرفتار ہو گئے۔ عورتوں کا کیمپ لوٹ لیا گیا مجھے یہ سنکر بڑا رنج ہوا۔ اگرچہ تمام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جاتی تو سب کے سب آل و اولاد کی محبت میں بیقرار ہو کر بھاگ پڑتے۔

میں نے اسے ہدایت کر دی۔ کہ وہ اسکا تذکرہ دیگر مسلمانوں سے نہ کرے میں نے فوراً عمرو بن العاص سے یہ واقعہ کہا۔ انہیں اپنی جگہ مقرر کیا اور چھ سو شہسواروں کو ہمراہ لیکر دوڑا۔ ذرا سی دیر کی۔ اور ہم نے عیسائیوں کو پالیا۔ خدائے بزرگ و برتر کا احسان ہے کہ اس نے فتح دی۔

قیدیوں کو رہائی ملی۔ اب جابیہ واپس چلو آج نہایت خونریز جنگ ہوئی ہے بہت دیر میدان کارزار میں ٹھہر جانا پڑا ہے۔ تمام مسلمان تھک بھی گئے تھے۔ مردہ عیسائیوں کے بے اندازہ گھوڑے بکھر رہے تھے۔

مسلمانوں نے تمام گھوڑوں کو پکڑا۔ عیسائیوں کے ہتھیار بیش قیمت کپڑے تاج اور دوسرے سونے چاندی کی اشیاء جمع تھیں۔ وہ مال بھی جو عیسائی لوٹ کر لے چلے تھے۔ اکٹھا کیا۔ سب سامان کو گھوڑوں پر لادا۔ عورتوں، بچوں عیسائی قیدیوں کو گھوڑوں پر سوار کرایا اور تیزی سے لوٹ کر واپس چلے۔

چودھواں باب

عظیم الشان فتح

علی الترتیب جلد جلد پیش آنیوالے جنگی واقعات کی وجہ سے ہم عظیم الشان جنگ کے حالات لکھنے سے قاصر رہے جو تمام مسلمانوں اور سارے عیسائیوں میں ہو رہی تھی۔ چونکہ عیسائیوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جنگ کا آج ہی فیصلہ کر لیا جائے۔ اسلئے وہ نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ بربری۔ اہل بجاۃ۔ اہل نوبہ۔ زنگی۔ قواد سب ہی خون آشام جنگ میں مصروف تھے۔ مسلمان بھی سر جھکائے نہایت عزم و استقلال سے جدال و قتال کر رہے تھے نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ مشرق سے مغرب تک تلواریں جلد ازجلد اٹھتیں اور انسانوں کے خون میں ڈوبی نظر آتی تھیں۔ چونکہ دو ثلث دن گزر چکا تھا۔ اسلئے جنگ کی آگ اور بھی تیز بھڑکنے لگی تھی۔ انسانوں کو انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی تھی۔ وہ نہایت ہی بیدردی سے خون بہا رہے تھے۔

آفتاب کو ڈھلتے دیکھ کر پطرس بھی جنگ میں کود پڑا تھا وہ بہادر تھا نہایت شجاعت سے لڑنے لگا تھا۔ اسنے تاکد انظلم کو لڑتے ہوئے دیکھکر عیسائیوں میں جوش و غضب کا طوفان امڈ آیا تھا۔ وہ نہایت جوش و دلیری سے لڑنے لگے تھے۔

مسلمان بھی مقدور بھر طاقت سے لڑ رہے تھے۔ وہ نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے سب کے سب "اے خدا" کی مدد کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس نعرہ سے ان میں نیا جوش پیدا ہو جاتا تھا۔

وہ اس جوش کے تحت میں کوہ شکن حملہ کر رہے تھے۔ ہر حملہ میں سیکڑوں نہیں ہزاروں

عیسائیوں کو مار مار کر وہیں بچھا دیتے تھے۔ مگر عیسائی اتنے کثیر التعداد تھے کہ ہزاروں قتل ہونے کے باوجود بھی کم نہ ہوتے تھے۔

مرنے والوں کی جگہ تازہ دم پیچھے کی صفوں سے آگے بڑھ آتے تھے مسلمانوں کی نہ زیادہ صفیں تھیں نہ تازہ دم مسلمان کہیں سے آسکتے تھے جو جہاں تھا وہیں کھڑا لڑ رہا تھا۔

کہیں کہیں ایک مسلمان پر پچاس پچاس سو سو عیسائی ٹوٹے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سے گھیر کر اس پر حملہ کر رہے تھے لیکن کوئی مسلمان بھی خائف و ترساں نظر نہ آتا تھا بلکہ ہر شخص نہایت جوش اور دلیری سے لڑنے میں مصروف تھا۔

چونکہ محاذ جنگ کئی میل طولانی تھا۔ عیسائیوں کی صفیں شرقاً غرباً افق سے ملی ہوئی تھی مسلمان بھی ان کے برابر ہی برابر پھیلے ہوئے تھے۔ اور نہایت زور و شور کیساتھ جنگ ہو رہی تھی۔

ہر آدمی اپنے حال میں اسیر تھا۔ اسلئے میمنہ والوں کو میسرہ والوں کی اور میسرہ والوں کو میمنہ والوں کی کچھ خبر نہ تھی مسلمان خدا پر بھروسہ کئے جنگ میں مصروف تھے عیسائی ہر جگہ ہر آدمی پر نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے۔ وہ انہیں پیچھے ڈھکیلنا شکست دینا، مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا چاہتے تھے۔

لیکن وہ سنگی دیواروں کی طرح جمے ہوئے تھے ایک قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ البتہ ذرا سا موقع ملنے پر ہی آگے بڑھ جاتے تھے۔ انہوں نے عیسائیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا تھا وہ صفوں میں گھس گھس کر کمال جرأت سے لڑ رہے تھے جہاں تک نظر جاتی تھی تلواریں جلد جلد اٹھ اٹھ کر جھک کے فوراً برسائی نظر آتی تھیں ہاتھوں پیروں سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں لاشیں پڑی ٹھوکریں نہ کھا رہی ہوں۔ خون اس قدر بہہ گیا تھا کہ ریتیلی زمین نمناک ہو گئی تھی۔ عیسائیوں میں طبل جنگ نہایت زور سے بجایا جا رہا تھا نرسنگھے کریہہ آوازوں میں پھونکے جا رہے تھے۔

قومی نعرے نہایت زور شور سے لگائے جا رہے تھے زخمی چلا رہے تھے گرنے والے چیخیں مار رہے تھے۔ ان تمام آوازوں نے ملکر شور محشر بپا کر رکھا تھا چلا چلا کر باتیں کرنے پر بھی کسی کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ میدان جنگ میں تو کیا، اس سے میلوں دور تک

کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

بادل کی ہیبت ناک گرج، طوفان کا ہولناک شور، بجلی کی لرزہ براندام کڑک ایسا خوف طاری نہیں کر سکتے جیسا ان آوازوں سے ہو رہا تھا۔ ان آوازوں کو سُنکر امن پسند چرند و پرند وہاں سے میلوں دور تک بھاگ گئے تھے۔

جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ دونوں فریق بڑے جوش سے لڑ رہے تھے آج عیسائیوں نے ہاتھیوں، زنگیوں اور قواد کو میسرہ اور میمنہ و قلب میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر جگہ یہ سب نہایت شدت سے حملہ آور ہو رہے تھے اور نہایت جرأت داری سے لڑ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو جیسے دبانا چاہتے تھے۔ یہ مسلمانوں ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں بہت کم ہوتے ہوئے کمال دلیری سے انکی کثرت کا خیال نہ کرتے ہوئے لڑ رہے تھے۔ یہ معمولی واقعات نہیں ہیں جو غلط طور پر بیان نہیں کئے جا رہے ہیں۔ اور واقع یہ ہے کہ جس واقعہ کو چاہیں تاریخیں اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ایک ایک لفظ مطابق پائیں گے۔

مسلمانوں نے ایسی سینکڑوں بلکہ ہزاروں لڑائیاں لڑی ہیں۔ جس میں وہ دسواں اور بیسواں حصہ بھی نہ تھے، اور پھر فتحیاب ہوئے۔ تاریخیں انکی جرأت انگیز دلیری کے کارناموں سے بھری پڑی ہیں۔ کسی قوم کی تاریخ ایسے دلیری کے واقعات پیش نہیں کر سکتی۔ غیر مسلم تو غیر اب آج کل کے مسلمان بھی جو تاریخی دنیا سے نا آشنا رکھتے ہیں، اپنے اسلاف کے کارنامے سُن کر اور پڑھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں۔

دل میں دریافت کرنے کا یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ مسلمان اسقدر بہادر کیوں تھے؟ اکثر اوقات مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ ہمارے اسلاف کی سیرتوں پر نظر ڈالیں تو سب کچھ معلوم ہو جائے۔ وہ تارک الدنیا تھے۔ عیش و عشرت سے کوسوں دور رہتے تھے۔ پاک زندگی بسر کرتے تھے۔ خدا پر اعتماد رکھتے تھے۔ موت کے آرزومند تھے جبکہ آج کل کے لوگ ڈرتے ہیں۔ اسلئے بہادر تھے۔ بے خوف ہو کر لڑتے تھے۔ خدا انکی مدد کرتا تھا۔ فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔

مسلمان لڑ رہے تھے۔ نہایت دلیری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ عیسائیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا۔ ہاتھیوں پر گھمنڈ تھا۔ قواد پر غرور۔ زنگیوں پر بھروسہ تھا۔ بڑے

طیش اور جوش میں آ آکر حملے کر رہے تھے۔

انہیں غصہ آ رہا تھا کہ مٹھی بھر مسلمان انکے قابو میں نہیں آتے وہ پیچ و تاب کھا کھا کر ٹوٹ رہے تھے۔ نہایت جوش سے لڑ رہے تھے میسرہ کے عیسائیوں نے سیلاب کیطرح بڑھ کر مسلمانوں کو آدبایا مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا پیچھے عیسائیوں نے آگے والے عیسائیوں کو ریلا۔ اگلے عیسائی اور بڑھے مسلمان انکی رو میں آکر بہہ گئے ہر چند انھوں نے رکنا چاہا لیکن نہ رک سکے۔ ہاتھیوں کے ریلے۔ زنگیوں کے حملے۔ قواد کے بڑھنے نے انہیں پیچھے ڈھکیل دیا۔ میسرہ میں زبیر بن العوام۔ مقداد بن اسود الکندی۔ اور مسیب بن نجیبۃ الفزاری تھے۔ مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے عیسائیوں کے دلیرانہ بڑھنے سے انہیں طیش آگیا۔ زبیر نے بلند آواز سے کہا۔

مسلمانو! تم خدا کی نافرمانی کر کے ہٹ رہے ہو۔ کیا موت سے بھاگتے ہو۔ کیا بھاگ کر موت کے پنجے سے نکل جاؤ گے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری موت آگئی ہے تو تم سات تالوں میں بھی نہیں بچ سکتے۔ پھر کیوں بزدل بنکر خدا کی نافرمانی کر کے اس کا غضب مول لیکر بھاگ رہے ہو۔ آؤ خدا کا نام لیکر حملہ کرو۔

تمام مسلمان اس آواز کو سنکر لوٹے۔ انہوں نے جوش میں آکر عیسائیوں پر حملہ کیا عیسائی سینہ سپر ہو گئے۔ لیکن وہ جوشیلے مسلمانوں کو نہ روک سکے جسقدر بڑھے تھے اس سے زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔

مسیبؓ نے پچاس مجاہدوں کو لیکر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ نیزوں سے انکی آنکھیں پھوڑنی اور تلواروں سے سونڈیں کاٹنی شروع کر دیں۔ ہاتھی چنگھاڑ چنگھاڑ کر بھاگنے لگے۔ وہ ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے کہ جو چیز انکے سامنے آئی اسی کو کچلتے روندتے پامال کرتے دور تک چلے گئے ان کے اس طرح بھاگنے سے ہزاروں عیسائی کچلے گئے۔ سیکڑوں گھوڑے روندے گئے۔ بیسیوں زنگی جو عماریوں میں بیٹھے تھے گر کر پامال ہو گئے عیسائیوں میں ان ہاتھیوں کے بھاگنے سے سراسیمگی اور گھبراہٹ طاری ہو گئی اور وہ ڈر کر کسی قدر پیچھے ہٹ گئے۔ جب کہ مسیبؓ نے ہاتھیوں پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت زبیر بن العوام نے قواد پر یورش کر دی تھی۔ آج بھی قواد کی زنجیریں بربری پکڑے ہوئے گرز اندازی کی ترغیب دے رہے تھے۔

قواد ایسے قد و قامت کے تھے کہ انہیں دیکھ کر انسان گھوڑے اور اونٹ وغیرہ سب ہی ڈر جاتے تھے۔ انکا بدن سیاہ تھا۔ آنکھیں ہر وقت انگارہ سی دہکتی رہتی تھیں۔ ہاتھیوں اور شیروں کی کھالیں شانوں پر سے لا کر کمر میں بندھی ہوئی تھیں۔ بڑی موٹی موٹی زنجیروں کے لپیٹ کمر میں دیئے ہوئے تھے۔ وزنی گرز ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے جو مسلمان انکے قریب پہنچتا تھا اس پر ایسا گرز مارتے تھے کہ اس کے صدمے سے گھوڑے کی کمر ٹوٹ جاتی تھی۔ اور اگر گھوڑے کی کمر نہ ٹوٹتی تو مسلمان شہید ہو جاتا تھا لیکن مسلمان ان سے ڈر نہ رہے تھے۔ وہ برابر ان سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے دس بیس قواد کو مار ڈالا۔

زبیر نے معہ تھوڑے مجاہدوں کے بربریوں پر حملہ کر دیا۔ بربری اس سے پہلی جنگ میں دیکھ چکے تھے۔ کہ مسلمانوں نے انکی زیادہ تعداد قتل کر ڈالی تھی۔ اس لئے وہ خوفزدہ تھے مسلمانوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ایسے خائف ہوئے کہ بغیر مقابلہ کئے زنجیریں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر قواد کی زنجیریں پکڑ لیں۔ اور انھیں مسیحیوں کی طرف پھیر کر ان سے عیسائیوں پر حملہ کرنے کیلئے کہا۔ لیکن یا تو وہ سمجھے ہی نہیں یا سمجھ کر انھوں نے عیسائیوں پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسلمانوں کو غصہ آیا۔ انھوں نے انکی گردنوں پر نیزوں سے چرکے دینے شروع کر دیئے۔

قواد اونٹوں کی طرح سے بلبلانے لگے۔ جان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے انھوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے عیسائیوں پر گرز چلانے شروع کئے۔ ان کا گرز جس مسیحی پر پڑتا تھا۔ خود کھوپڑی میں گھس کر دماغ کو پاش پاش کر دیتا تھا۔ سیکڑوں گھوڑے ہزاروں عیسائی انھوں نے مار ڈالے تھے۔

عیسائی ان دیو قامت زنگیوں کے حملے کی تاب نہ لا کر اور پیچھے ہٹے۔ مقداد بن اسود الکندی نے عیسائیوں کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے للکار کر مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمان بڑھے۔ نہایت جوش میں آگے بڑھتے زور سے حملہ کیا۔ پہلے ہی حملے میں ہزاروں عیسائیوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔

عیسائی گھبرا گئے۔ ڈر گئے۔ بہت سے منہ پھیر کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے پیچھے انہیں مارتے کاٹتے چلے گئے۔ اس طرح میسرہ کے مسلمانوں کی شکست

فتح سے بدل گئی۔ لیکن ایک محاذ پر فتح یا شکست سے کوئی نتیجہ نہ تھا۔ دوسرے محاذات پر نہایت شدومد سے جنگ ہو رہی تھی۔ خصوصاً قلب میں ہیلارس خود موجود تھا۔ نہایت جانبازی سے لڑ رہا تھا۔ ٹڈی دل عیسائی انکے جلو میں تھے۔ بہادر اور جری سپاہیوں سواروں اور افسروں کا اس کے گرد ہجوم تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کو لڑتے دیکھ کر کمال دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ مسلمان انکا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن حضرت خالد، سعد، ریاض، جنفل اور دوسرے چیدہ چیدہ دلاوران صف شکن کے چلے جانے سے مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ عیسائیوں کے سیلاب کو روک دیتے۔ پھر بھی کما حقہٗ جرات سے لڑ رہے تھے۔

اگرچہ قدم قدم پر پیچھے ہٹتے جاتے تھے لیکن ہر قدم پر عیسائیوں کے مردوں کے ڈھیر لگاتے جاتے تھے۔ لیکن عمر العاص نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے۔ وہ پرشکوہ حملے کر رہے تھے۔ لیکن عیسائیوں کے سیلاب کو وہ بھی نہ روک سکے۔

ہیلارس نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔ اس نے عیسائیوں کو جوش دلا کر بڑھایا۔ عیسائی بڑھے۔ مسلمانوں نے مدافعت کی۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ رکنا چاہا لیکن نہ رک سکے۔ عیسائیوں کی رو میں بہے چلے گئے۔ دور تک پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ عمرو بن العاص نے دیکھا انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں قلب کے مسلمان شکست نہ کھا جائیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو جوش دلا کر انکے قدم جمانے چاہے۔ مگر عیسائیوں کے سیلاب نے نہ ٹھہرنے دیا۔ اور وہ بدستور پیچھے ہٹتے رہے۔

یہاں تک کہ عیسائیوں نے جوش میں آ کر نہایت شدت سے ایک اور حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بھاگنے ہی والے تھے کہ اللہ اکبر کے غلغلہ انداز نعرہ کی آواز آئی۔ انہوں نے اپنی پشت کی طرف دیکھا۔ اس طرف سے آواز آئی تھی۔ انہیں حضرت خالد، ریاض، سعد، ضرار، جنفل اور انکے ہمراہی گھوڑے دوڑائے آتے نظر آئے۔

انہیں دیکھ کر مسلمانوں کی ہمت بندھ گئی۔ وہ رک گئے سنبھل گئے اور ٹھہر کر نہایت شدت سے حملہ کیا۔ ابھی انہوں نے حملہ ہی کیا تھا کہ حضرت خالد اور انکے ہمراہی شیروں کی طرح گرے۔

انہوں نے آتے ہی عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اسقدر جلد اور شدت سے حملے کئے کہ عیسائیوں کی صفیں کی صفیں کاٹ کاٹ کر ڈال دیں۔ مردوں کے ڈھیر لگا دیئے خون کا دریا بہا دیا۔

عیسائی یہ کیفیت دیکھکر گھبرا گئے۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹے اور نہایت تیزی سے بھاگے مسلمان انکے پیچھے جھپٹے۔ انہوں نے اسطرح سے انکو کاٹنا شروع کر دیا جیسے وہ کوئی کٹنے ہی کی چیز تھے۔ اور انکو کاٹنا ضروری تھا۔ بطرس نے ہر چند عیسائیوں کو للکارا۔ ڈرایا۔ دھمکایا جوش دلایا۔ مگر کسی مسیحی پر خاک اثر نہ ہوا۔ وہ اس جگہ تک بھاگے چلے گئے جہاں سے وہ بڑھے تھے۔

خدا خدا کر کے انکے قدم رکے وہ سب ٹھہرے سنبھلے اور مسلمانوں کی طرف لوٹ پڑے مسلمان بھی پیچھے ہی پیچھے چلے آ رہے تھے۔ انکے مقابلے پر آتے ہی ان پر ٹوٹ پڑے عیسائی بھی ان پر پل پڑے۔ آسیائے جنگ نہایت زور شور سے چلنے لگی۔ سرفروش بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔

ضرار۔ اور خفش تینوں برابر تھے۔ تینوں نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس طرف گھستے اور دھاوا کر جاتے تھے جس صف پر لوٹتے تھے جس گروہ پر جھکتے تھے۔ اسی طرح صاف کرتے چلے جاتے تھے۔ انہوں نے اسقدر مسیحیوں کو قتل کیا تھا کہ انکی تعداد بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

ان تینوں کے جسموں پر خونوں کی چھینٹیں پڑ پڑ کر جم گئی تھیں۔ جو گوشت کے لوتھڑے سے معلوم ہونے لگے تھے۔ زیاد۔ سعد۔ اور عبدالرحمٰن ایک گروہ میں تھے۔ یہ تینوں بھی کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جوش اور غضب میں بھرے ہوئے تھے بپھرے شیروں کی طرح تھے۔ کتنے عیسائیوں کو چیر پھاڑ کر رہے تھے جسطرف سے گزر جاتے تھے عیسائی کشتوں کے انبار لگا دیتے تھے۔

انہوں نے یہاں تک قتل و خونریزی کی کہ اب انکے قوی جواب دینے لگے تھے اتفاقاً تھے یہ جوش کی رو میں عبدالرحمٰن ان سے آگے بڑھ گئے سعد اور زیاد برابر میں رہ گئے۔ علیف نے سعد کو دیکھا وہ پچاس آدمیوں کو لیکر ان پر آ ٹوٹا۔ اس نے ان دونوں کو نرغہ میں لے لیا۔

یہ دونوں دشمنوں کی کثرت سے خائف ہوئے بغیر نہایت جوش دلیری دلاوری سے لڑنے لگے۔ علیف نے موقع پا کر سعد پر حملہ کیا۔

سعد اس کی زد میں آگیا۔ جب تلوار سعد کی گردن کے قریب پہنچی تب اس نے دیکھا اور موت اسکی آنکھوں کے سامنے پھر گئی وہ قدرے گھبرا گیا۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں۔ سمجھ گیا کہ موت از بس ضروری ہے مگر جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے علیف کا لاشہ گھوڑے سے نیچے گرتے دیکھا۔ اسے تعجب ہوا اس نے پلٹ کر دیکھا تو ریاض اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ ریاض نے علیف کا خاتمہ کر کے اسے موت کے چنگل سے بچا لیا۔ اس دل شکریہ کے جذبات سے لبریز ہوگیا۔

اس نے کہا۔ ریاض تمہارا شکریہ ابھی ریاض کوئی جواب دینے نہ پایا تھا کہ ایک عیسائی کی تلوار اس کے شانے پر پڑی۔ چونکہ وہ غافل تھا۔ ہمہ تن سعد کی طرف متوجہ تھا۔ تلوار اپنا کام کر گئی۔ زرہ کی زنجیروں کو کاٹ کر شانہ میں اتر ہی چلی گئی پھر بھی خیریت گزری کہ کچھ دور چل کر رک گئی۔ جس سے ریاض کی موت واقع نہ ہوئی۔ لیکن وہ شدید ترین مجروح ہوگیا۔ تلوار نکلتے ہی خون کا چشمہ ابل آیا۔

سعد یہ دیکھ کر تڑپ گیا۔ اس نے لپک کر اس عیسائی پر حملہ کیا۔ کہ جس نے ریاض کو زخمی کیا تھا۔ تلوار اس کے خود پر پڑی جو خود کاٹ کر کھوپڑی کو چیرتی ہوئی حلق تک پہنچی۔ عیسائی چیخ مار کر گرا اور گرتے ہی مرگیا۔

ریاض نے بھی اپنی حالت کا اندازہ کئے بغیر دوسرے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس نے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ سعد بھی بپھر گیا۔ اس کا عزیز دوست مجروح ہوگیا تھا ایک عیسائی نے اسے مجروح کیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ دلمیں جوش کا دریا موجزن ہوگیا تھا۔ نہایت شدت سے حملے شروع کر دیئے۔ اس برق وش تلوار نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ عیسائی ان دونوں کو بے جگری سے لڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے وہ پیچھے ہٹ کر بھاگے۔ ان دونوں نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔

چونکہ ریاض کے گہرا زخم آگیا تھا۔ زخم سے خون جاری تھا۔ جوش نے دوران خون میں تیزی پیدا کر دی۔ گرم گرما ذہن میں تو وہ لڑتا رہا لیکن جب خون زیادہ نکل گیا اور ہوا نے زخم کو ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا۔ تو اس پر کمزوری نے غلبہ کر لیا اور آنکھیں بند ہونے لگیں غشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ سعد نے اسکی یہ حالت دیکھی وہ بیقرار ہوگیا۔

جلدی سے اپنے گھوڑے سے کود کر ریاض کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس عرصے میں یاسمین بیہوش ہو چکی تھی۔ سعد نے اس کا سر اپنے کندھے پر لگا لیا۔ وہ عیسائیوں کو مارتا کاٹتا ادھر لوٹا اور ریاض کو عورتوں کے سپرد کرنے کیلئے انکی طرف نہایت سرعت سے چلا۔ جنگ اب بھی نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ عیسائیوں کے میسرہ کو کامل ہزیمت ہو گئی تھی۔ قلب بھی پسپا ہو گیا تھا۔ میمنہ بھی تھا ابن عمر عاد تمیمی۔ ہاشم بن مرقال۔ غانم بن عیاض الاشعری ابوذر غفاری تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جوش دلا کر بڑھایا۔

مسلمان بڑھے نہایت شدت سے حملے کئے عیسائی اپنے قلب کو پسپا ہوتے دیکھ چکے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ ڈٹے رہے مسیحی بہت شکست کھا کر بھاگے اس میمنہ کی ہزیمت نے عیسائیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ وہ بدحواس ہو گئے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ پیچھے پھر کر بھاگنے لگے اسوقت چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ دھوپ ہٹنے لگی تھی۔ اس کی رنگت زردی مائل ہو گئی تھی۔ گرمی کا خلاط ہو گیا تھا کہیں کہیں اب بھی جنگ ہو رہی تھی۔ قلب کا کچھ حصہ بطرس کی سرکردگی میں لڑ رہا تھا۔

خالد اور ضرار نے معہ آٹھ سو دلیروں کے اس پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں نے ترکی بترکی جواب دیا لیکن وہ مدافعت نہ کر سکے جب ان کی بڑی تعداد نذر اجل ہو گئی تب وہ بھاگے انکے بھاگتے ہی بطرس بھی بھاگا بطرس کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر تمام لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ سارے مسیحی تمام محاذات سے خائف ہو کر بھاگنے لگے گویا تمام مسلمان انکی پر حملہ کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ وہ دوڑ کر اپنے کیمپ میں پہنچے مسلمان انکے تعاقب میں تھے۔ کیمپ میں پہنچتے ہی پھر جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت زور سے جنگ ہونے لگی مسلمانوں عیسائیوں پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ عیسائی مدافعت کر رہے تھے لیکن وہ زیادہ دیر مدافعت نہ کر سکے تھوڑی ہی دیر میں شکست کھا کر بھاگے۔

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ اور ان کا تعاقب کیا انہوں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں عیسائی بھاگتے بھاگتے مار ڈالے اب عیسائی لڑ نہ رہے تھے۔ بلکہ بے تحاشہ بھاگے جا رہے تھے۔ اور مسلمان ان کے پیچھے لگے مارتے کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ عیسائی منتشر ہو گئے تھے مختلف اطراف میں بھاگ گئے تھے مسلمان بھی انکے پیچھے لگے جا رہے تھے

انھوں نے کہیں بھی جھگڑے عیسائیوں کو نہ ٹھہرنے دیا۔

دن چھپتے چھپتے تمام میدان عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ یہ تھی وہ مشہور جنگ جس نے بجاوہ۔ نوبہ۔ دمشق، حوار اور دوسرے ممالک کے عیسائیوں کا ہمیشہ کیلئے استیصال کر دیا اور انکے دلوں پر خوف طاری ہوا کہ مسلمانوں کا نام سنکر بید مجنوں کیطرح کانپتے رہے۔

انھوں نے پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کی انکے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا ڈر بیٹھ گیا تھا کہ مسلمانوں کی آمد کی خبر سنکر سو سو کوس دور بھاگ جاتے تھے انکی عورتیں جب اپنے بچوں کو چپ کرانا چاہتیں تو کہہ دیا کرتیں چپ رہو مسلمان آ رہے ہیں۔

یہ سنکر بچہ روتا ہوا خاموش ہو جاتا تھا۔ دوسرے دن جب مسلمانوں نے کشتگان کا شمار کیا تو مسلمان پانچسو تیس شہید ہوئے تھے۔ اور عیسائی اکیانوے ہزار تین سو ستر تو میدان کارزار میں مارے گئے تھے اور پہاڑی راستوں میں پچیس ہزار لاشیں پڑی رہ گئی تھیں۔

یہ آخری دن کی تعداد ہے۔ اس سے پہلی جنگوں میں جو لوگ مارے گئے تھے یا حضرت خالدؓ نے قیطارس اور مکسوح کے ہمراہیوں کو جو مارا تھا وہ انکے علاوہ تھے۔

مہینوں عیسائیوں کی لاشیں اس سرزمین میں پڑی سڑتی رہیں اس میدان کیطرف آنے سے مسیحی اس خوف سے گھبرانے لگے تھے کہ ان کے خیال میں عیسائی مردوں کی روحیں اس نواح میں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔

یہ تھی وہ خونریز جنگ جس میں بیس ہزار مجاہدین اسلام نے تین لاکھ عیسائیوں کو شکست دے کر شاندار فتح حاصل کی تھی۔ اور عیسائیوں پر اپنے رعب و دبدبہ کا سکہ بٹھا دیا تھا۔

پندرہواں باب

غمزدہ حور

خالدؓ۔ ضرار۔ سعد۔ ریاض اور انکے چھ سو دلیران صف شکن عیسائیوں کو شکست دیکر دختران عرب اور مال غنیمت کو لیکر چلے اور نہایت دلیری سے چل کر اسلامی لشکر میں پہنچے وہ عورتوں کو انکے جائے قیام پر چھوڑ کر میدان کارزار کیطرف روانہ ہوئے چند مجاہدین

رہ گئے۔ انہوں نے خیمے نصب کئے۔ یہ وہ خیمے تھے جن کو عیسائی لیڈر اکھاڑ کر لے گئے تھے۔ ان میں عورتیں رہتی تھیں۔ جیسے گول دائرے میں پہلے نصب تھے ویسے ہی آج نصب کر دیئے گئے تھے۔

جو عورتیں مجروح ہو گئی تھیں۔ دوسری عورتوں نے انکے زخم صاف کر کے مرہم پٹی کر دی تھی۔ اگرچہ لبنیٰ مجروح نہ ہوئی تھی مگر وہ نہایت جوش کے ساتھ لڑی تھی اس قدر مشقت سے ہلکان ہو گئی۔ اس کا سارا بدن پسینہ میں شرابور ہو رہا تھا۔ گلابی چہرہ تمتما کر گل لالہ زار بن گیا تھا۔

حضرت خولہ نے اس کی یہ کیفیت دیکھی۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں نازآفریں لبنیٰ بیمار نہ ہو جائے۔ اسلئے انہوں نے کہا۔ لبنیٰ تم تھک کر چور ہو گئی ہو۔ تھوڑی دیر اپنے خیمہ میں جا کر آرام کر لو۔

لبنیٰ نے کہا۔ میں تھک ضرور گئی ہوں۔ لیکن آرام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

[illegible] نہیں تم کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ تمہارے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے ابھی لبنیٰ نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ ام حکیم آ گئیں انہوں نے لبنیٰ کو دیکھ کر کہا لبنیٰ کیا بخار ہے جسم کا خون چہرہ کی طرف کھنچ آیا ہے [illegible] تمہارا رنگ عجیب نظر آنے لگا ہے۔

خولہ نے ام حکیم کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ [illegible] نازک ہے [illegible] سینہ سے ہلکان ہو گئی ہے۔ لڑائی کی مشقت اور تھک جانے کی محنت سے چور ہو گئی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ نصیب دشمناں کہیں اس کی طبیعت خراب نہ ہو جائے۔

ام حکیم نے کہا۔ بیشک لبنیٰ تم اپنے خیمہ میں جا کر آرام کرو۔

اب لبنیٰ مجبور ہو گئی۔ وہ اپنے خیمہ کے اندر جا کر آرام کرنے لگی۔ تمام عورتیں صبح کی [illegible] اور نیزے لے لیکر گھاس پر بیٹھ گئیں۔ رافع اپنے پانچ صد سواروں کے ہمراہ [illegible] جیسا کہ وہ صبح کھڑے ہو کر عورتوں کی حفاظت کر رہے تھے۔

[illegible] میدان کارزار کی [illegible] جہاں عیسائیوں کو شکست [illegible] پیچھا ہٹ گئے تھے۔ [illegible] ایک گھوڑا اس طرف آتے ہوئے دیکھا۔

[illegible] معلوم ہوا کہ ایک سوار تنہا اس طرف آ رہا ہے [illegible]

کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ بھی غور سے دیکھنے لگی جب سوار قریب آیا تو انھوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر دو آدمی سوار ہیں۔

سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ کون گھوڑے پر سوار ہیں۔ البتہ انھوں نے یہ دیکھ کر کہ گھوڑا تیزی سے آرہا ہے۔

سب کی نگاہیں گھوڑے پر سواروں کی طرف لگیں اور تمام عورتیں کھڑی ہوگئیں تھوڑی ہی دیر میں گھوڑا قریب آگیا۔ اور اب سب نے دیکھ کر پہچان لیا۔

یہ سعد اور ریاض تھے۔ ریاض آگے تھا۔ اس کا سر سعد کے شانہ سے لگا ہوا تھا شہزادی میرونہ نے جلدی سے کہا۔ ریاض شاید زخمی ہو گئے ہیں۔

حضرت خولہ پہلے ہی سمجھ گئی تھیں۔ انھوں نے تاسف آمیز لہجہ میں کہا آہ! ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب سعد قریب آگیا۔ خولہ۔ میرونہ۔ ام تمیم۔ مزروعہ اور ام ابان اس کی طرف بڑھیں۔ اب ام تمیم نے دریافت کیا۔ سعد ریاض کو کیا ہو گیا ہے۔ سعد سخت غمزدہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ غم اور افسوس میں ڈوبا ہوا نظر آرہا تھا۔ آنکھوں سے بےحد رنج ٹپک رہا تھا۔

اس نے غم بھرے لہجہ میں کہا۔ ریاض زخمی ہو گئے۔ زخم گہرا ہے۔ خون زیادہ نکل گیا ہے۔ اور کمزوری کی وجہ سے بیہوشی طاری ہو گئی ہے۔ یہ سنکر تمام عورتوں اور لڑکیوں کو بیحد غم ہوا۔

شہزادی میرونہ سب سے زیادہ غم انگیز نظر آنے لگی۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ کس طرح مجروح ہو گئے؟

سعد نے میرونہ کو دیکھا وہ غم میں ڈوبی ہوئی معلوم ہونے لگی تھی۔ اس نے کہا مجھ پر ایک مسیحی بادشاہ نے حملہ کیا۔ میری آنکھیں جھپک گئیں۔ مجھے موت کا یقین ہو گیا۔ مرنے میں کوئی شبہ بھی نہ رہا تھا۔ اس شیر دل کی نظر پڑ گئی۔ اس نے فوراً ہی اس پر حملہ کیا۔ اور اسے کاٹ کر ڈال دیا۔ لیکن مجھے بچانے میں احتیاط کو چھوڑ دیا۔

اپنی حفاظت سے غافل ہو گیا۔ ایک شقی نے تلوار ماری یہ شانہ پر مجروح ہو گیا

لیکن اس حالت میں بھی لڑا کئی ایک مسیحیوں کو قتل کیا۔ میں نے بھی زخم معمولی سمجھا۔
مگر جب خون زیادہ نکل گیا تو بیہوشی طاری ہونے لگی میں نے دیکھ لیا اور فوراً
ہی اس کے عقب میں سوار ہو کر دشمنوں کے نرغہ سے نکال لیا۔ کاش! میں مارا جاتا۔
فرط غم سے سعد کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے
موٹے قطرے ٹپک کر اس کے رخساروں پر لڑھکنے لگے۔ تمام عورتوں کو بیحد ملال ہوا۔
شہزادی میرونہ نے دبی زبان سے کہا۔ آہ غریب البنیٰ نیم مردہ ریاض کو دیکھ کر
تیرا کیا حال ہوگا۔
ام تمیم۔ خولہ اور شہزادی میرونہ نے سہارا دے کر نیم مردہ ریاض کو اتارا۔ سعد نے
اترا۔ اس نے تمیم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
زیادہ تکلیف نہ دو۔ یہ غریب الوطن سخت زخمی ہے۔ ذرا احتیاط سے اس کا زخم کھول کر دوا
مرہم لگا دیجئے۔
[illegible]
[illegible]
سا کمرہ تیار کیا گیا۔ زرہ اتاری
زخم گہرا تھا اس سے اب تک خون رس رہا تھا [illegible]
[illegible] اس کی زندگی سے مایوسی ہو گئی [illegible] زخم [illegible]
کی [illegible] جا سکتی تھی۔ مریض بالکل بے ہوش تھا۔ آنکھیں بند [illegible]
[illegible] حرکت سے۔ وہ اب بھی مردہ سا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔
[illegible] سعد اس کے قریب [illegible] اس
وقت اس کی نظروں میں دنیا تاریک تھی۔ وہ غم و حسرت کا مجسمہ بن گیا۔
شہزادی میرونہ کبھی اسے دیکھتی تھی اور کبھی نیم مردہ ریاض کو [illegible]
[illegible] ایک دوسرے کو کس قدر احساس ہوتا ہے۔ اسے خوف [illegible]
[illegible] سعد [illegible] اور سعد کی موت [illegible]
وہ کانپ گئی۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ خوبصورت آنکھیں غم میں ڈوب گئیں۔

نازک لب بیم و رجا سے کانپنے لگے۔

خولہ نہایت جلد بازو سے پانی کا چھاگل لائی۔ ام تمیم نے زخم دھونا شروع کیا۔ شہزادی میرونہ اور سعد کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ دونوں غم کی گہرائیوں میں رنج و غم کی دلدل میں حسرت و افسوس کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں زخم دھل کر صاف ہوا۔ ام ابان نے مرہم لگایا خولہ نے صاف کپڑا لا کر دیا۔ ام تمیم نے پٹی باندھی۔ ریاض اب بھی بیہوش تھا۔ خولہ نے سعد سے کہا۔ آپ نے ریاض کو کس طرح رکھنے کی تجویز سوچی ہے۔ سعد غم کی گہرائیوں سے نکلا اس نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ میری عقل رنج و غم سے سلب ہو گئی ہے دماغ خراب ہو گیا ہے سمجھ کام نہیں کرتی۔ میں نے نہ تو تجویز کیا ہے۔ اور نہ تجویز کر سکتا ہوں۔

حضرت خولہ نے کہا۔ بیمار کی تیمارداری عورتیں ہی خوب کر سکتی ہیں۔ یوں تو ہر عورت [illegible] چاہتی ہیں کہ اس کی تیمارداری پر آمادہ ہو جائے گی۔ مگر سب سے زیادہ حق [illegible] خیمہ میں آپ کہیں [illegible] جایا جائے۔

سعد نے کہا۔ درست ہے [illegible] اور میرونہ دو عورتیں ہیں۔ یہ دونوں باری باری سے اچھی طرح تیمارداری کر سکیں گی۔

ام تمیم نے کہا۔ آپ کا خیال درست ہے۔ مگر وہ دونوں ناتجربہ کار لڑکیاں ہیں ریاض کی حالت نازک ہے۔ ذرا سی غلطی خوفناک نتیجہ پیدا کر دیگی۔

شہزادی میرونہ نے اپنا سر اٹھایا۔ اور اس نے کہا۔ ہم کبھی غلطی نہ کریں گی۔ رات اور دن تیمارداری کرتی رہیں گی۔ لہٰذا انکو ہمارے ہی خیمہ پر لے چلئے۔ سعد نے کہا میں تو بھی ہر وقت ریاض کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ اگر انہیں کسی دوسرے خیمہ میں رکھا گیا۔ تو میری موجودگی کے باعث اہل خیمہ کو تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ریاض کو میرے خیمہ میں لے جایا جائے۔

خولہ نے کہا۔ تم نے سچ کہا۔ ہم سب بھی وقتاً فوقتاً اسکی خبر لیتی رہیں گی۔

اسماء۔ ام تمیم۔ خولہ۔ ام ابان اور میرونہ نے ریاض کو اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ لیکر [illegible] آہستہ آہستہ چلیں۔ وہ خیمہ میں داخل ہوئیں۔

لبنیٰ ایک طرف بیٹھی اپنے آنچل سے ہوا کر کے پسینہ خشک کر رہی تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ ایسا شہابی ہو گیا تھا جیسے کہ گلاب کے پھول کا رنگ اس نے چرا لیا ہے۔ گلاب کے پھولوں میں وہ شادابی و ترو تازگی۔ شوخ گلابی رنگت نہ تھی جو اس حور وش کے بشرہ میں تھی۔ اس نے اپنی سیاہ مست و رسیلی آنکھیں اٹھا کر آنے والوں کو دیکھا تو لاش نظر آئی۔ ابھی اس نے اسکی صورت نہ دیکھی تھی وہ سمجھی کہ سعد زخمی ہو گئے۔

نازک اندام دوشیزہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ کیا بھائی صاحب زخمی ہو گئے؟

شہزادی میرینہ نے ہمدردانہ نظروں سے اس دربکتا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سعد نہیں بلکہ ریاض زخمی ہو گئے ہیں۔

یہ روح فرسا خبر سنتے ہی جمال لبنیٰ کے دل پر گویا بجلی گری۔ کلیجہ میں گویا دھکا سا [illegible] رنگ اڑ گیا۔ عارض تاباں پھیکے پڑ گئے آنکھوں [illegible] نازک لب [illegible] اس [illegible] جواب دے گئے۔

[illegible] ایک خفیف آہ کی آواز [illegible] اس نے دونوں [illegible] کی وہ [illegible] لیا۔

[illegible] اسنے [illegible] ہو جاؤں [illegible] ہاتھوں [illegible] لیا۔

[illegible] گیا۔

[illegible]

چونکہ یہ تمام لوگ چپ چاپ تھے۔ اسلئے تمام خیمے میں خاموشی چھا گئی۔ شہزادی میرونہ لبنیٰ کی کیفیت دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی۔ کہ لبنیٰ بھائی کی موجودگی کی وجہ سے انتہائی ضبط سے کام لے رہی تھی۔ اسے خوف ہوا کہ مبادا اس کا بڑھا ہوا ضبط اسکے لیے مہلک ثابت نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھ رہی تھی۔ کہ سعد بھی سخت غمزدہ ہے اسے یہ اندیشہ ہوا کہ سعد کا غم بھی بڑھ کر خطرناک نہ ہو جائے۔ اسکی عقل نے اسے یہ مشورہ دیا کہ اگر سعد پھر میدان کارزار کی طرف چلا جائے تو لڑائی میں شامل ہونے سے اس کا خیال بٹ جائیگا اور لبنیٰ تنہائی میں رہ کر اپنے دل کا بخار نکال لے گی۔ اس طرح آنے والے خطرات دور ہو جائیں گے۔

یہ سوچتے ہی اس نے سعد سے کہا۔ آپ فضول اسقدر غمگین ہیں چونکہ ریاض کے جسم سے خون زیادہ نکل گیا تھا۔ اسلئے ان پر بیہوشی طاری ہے ورنہ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔

سعد نے اپنا سر اٹھایا۔ غم و رنج نے اس پر بڑا اثر کیا تھا میرونہ اسکا غمزدہ چہرہ دیکھ کر کمال متاثر ہوئی۔ سعد نے غم میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا۔ خدا کرے کوئی خطرہ نہ ہو۔

شہزادی میرونہ نے تشفی آمیز لہجہ میں کہا۔ اطمینان رکھئے کوئی خطرہ نہیں ہے میں سنتی ہوں کہ آپ کے یہاں جہاد کا بڑا ثواب ہے ؟

سعد نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ ہاں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں ہے۔

میرونہ۔ اور جہاد سے رکنے والا گنہگار ہوتا ہے ؟

سعد۔ بے شک۔

میرونہ نے سعد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن آپ جہاد کو چھوڑ کر خیمہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

سعد چونکہ پڑا جیسے اس کو کوئی یاد دلائی گئی ہو۔ اس نے کہا۔ افسوس غم و فکر کے غلبہ نے مجھے اس بات کی یاد بھلا دی۔

میرونہ۔ آپ جایئے جہاد میں شریک ہو جیئے۔ ریاض کی طرف سے بے فکر رہیئے یقین ہے کہ آپکی واپسی تک انہیں ہوش آ جائے گا۔

سعد نے میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارا شکریہ تم نے مجھے میرا فرض یاد دلا دیا یقین

ہے کہ تم میری واپسی تک ریاض کی اچھی طرح خبر گیری کرو گی؟۔

میرونہ۔ ہاں میں بھی اور لبنیٰ بھی۔

سعد۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔ ابھی جنگ ہو رہی ہے میں جا رہا ہوں تم اور لبنیٰ دونوں ریاض کے پاس بیٹھی رہنا۔

میرونہ۔ ہم ایسا ہی کریں گی۔

سعد اٹھ کر چلا گیا جب وہ خیمہ سے دور جا چکا تھا۔ تو میرونہ نے لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ تم اسقدر غمزدہ کیوں ہو؟

لبنیٰ [illegible] سی ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنا غمزدہ چہرہ اٹھایا۔ وہ سیاہ غم معلوم ہونے لگی تھی۔ آنکھوں کی گہرائیوں میں غم کا دریا موجزن تھا۔ اس نے [illegible] دیکھا۔ وہ اٹھیا وہ سعد کو دیکھ رہی تھی۔

سعد [illegible] تھا۔ شہزادی میرونہ [illegible] غمزدہ [illegible] دیکھ کر تڑپ گئی [illegible] [illegible]۔

[illegible] تم [illegible] کیوں [illegible] تمہاری خوبصورت [illegible] [illegible] آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب [illegible] [illegible] غمزدہ [illegible] کا آنکھوں [illegible] اختیار نہ تھا۔ آنکھوں [illegible] سیلاب [illegible] [illegible] روتا ہوا دیکھ کر اور بھی بیقرار ہو گئی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی [illegible] [illegible] دل کی [illegible] نکل جانے سے اس کا غم ہلکا پڑ جائے۔ لیکن [illegible] [illegible] محبت ہو گئی تھی۔ اس نے محبت کا یہ تقاضا نہ تھا [illegible] [illegible] خوش دیکھ سکے۔

اس نے [illegible] لبنیٰ بے صبر نہ ہو رونے اور غم کرنے سے کیا فائدہ ہے لبنیٰ زار و قطار رو رہی تھی۔ آنسو اس کے خوبصورت رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

[illegible] گیا [illegible] ہائے اللہ یہ کیا کر دیا۔۔۔؟

لبنیٰ کا دل اس کے قابو میں نہ تھا۔ وہ امنڈا چلا آ رہا تھا۔ آنسو بہہ بہہ کر دل کے

غم کی ترجمانی کر رہے تھے۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن وفورِ غم سے آواز گلوگیر ہو رہی تھی۔ گلا بھرایا ہوا تھا۔ کچھ کہا نہ جاتا تھا۔

شہزادی میرونہ کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے تھے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ ہم جس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کو روتا ہوا دیکھ نہیں سکتے۔ ہمارے قلب پر اس کے غم کا اثر پڑتا ہے۔ اور ہم اسے تسلی دینے کے بجائے خود بھی اس کے ساتھ رونے لگتے ہیں۔

شہزادی میرونہ نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ لبنیٰ تمہارا ایک ایک آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ خدا کے لئے نہ روؤ۔

لبنیٰ نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ آہ میں کیوں نہ زخمی ہو گئی۔ جب میں لڑ رہی تھی کیوں گھوڑوں نے مجھے نہ کچل ڈالا۔ میں ان کی یہ حالت دیکھنے کیلئے کیوں زندہ رہی۔

میرونہ سخت متاثر ہوئی۔ وہ محبت کی چوٹ کھائے ہوئے تھی۔ ٹوٹے ہوئے دل کی صدا سنتی اور سمجھتی تھی۔ اس نے کہا۔ یہ خدا کو ہی منظور نہ تھا۔

لبنیٰ کے آنسو مسلسل جاری تھے۔ وہ روتے روتے نڈھال ہو گئی تھی۔ اس نے کہا شہزادی میرونہ میرا دل ٹوٹ گیا۔ یہ غم کیا کم تھا کہ ہماری الفت کا راز میرے بھائی کو معلوم ہو گیا تھا۔ ہم دونوں کبھی نہ مل سکتے تھے۔ لیکن صبر کیا تھا۔ زندگی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھ ہی لیں گے۔ لیکن قدرت کو یہ بھی منظور نہ ہوا۔ آہ!......

میرونہ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ غم نے ہر ٹکڑے میں درد اور چبھن پیدا کر دی۔ اس کا جی چاہا کہ لبنیٰ سے لپٹ کر روئے۔ لیکن ایسا کرنے سے احتمال تھا کہ فرطِ غم سے لبنیٰ کا دل نہ الٹ جائے۔ اس لئے ضبط کیا اور مغموم لہجہ میں کہا۔

لبنیٰ اس قدر نا امید کیوں ہوتی ہو۔ یہ تو اچھے ہو جائیں گے۔

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ ہو چکے۔ اگر میری ایسی اچھی قسمت ہوتی تو یہ زخمی ہی کیوں ہوتے میرونہ میں سمجھتی ہوں تم مجھے بہلا رہی ہو لیکن میرا دل مجھے آئندہ کی ہولناک باتیں بتا رہا ہے۔ دعا مانگو خدا مجھے ان سے پہلے موت دے دے! یہ کہتے ہی لبنیٰ پہلے سے بھی زیادہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اب شہزادی میرونہ سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار اس کے بھی آنسو نکل آئے اور وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ریاض بالکل نڈھال پڑا ہوا تھا۔ اسے خبر نہ تھی کہ اس کے لئے دو حسین غدار دینا؟ جہاں کی حوریں آنسو بہا رہی ہیں۔

عورتیں کتنی ہی مستقل مزاج کتنی ہی بہادر کتنی ہی جوشیلی کیوں نہ ہوں جب ان پر غم و الم کا غلبہ ہوتا ہے تو بے اختیار رونے لگتی ہیں۔ یہ انکی نرم دلی کا ثبوت ہے۔ انکے دل رحم و محبت اور [illegible] سے لبریز ہوتے ہیں [illegible] آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ عورتیں تو [illegible] بعض نرم دل مرد بھی آنسو بہانے لگتے ہیں۔

[illegible]

بھی رونے لگی تھی۔

[illegible]

کھولو۔ اللہ دیکھو میں کیسی سوگوار ہوں۔ رو رہی ہوں۔ مجھے تسلی دو۔"

یہ سنکر میرونہ تڑپ گئی۔ اس نے کہا لبنیٰ کیا کرتی ہو۔ کہیں غم نے تمہیں دیوانہ تو نہیں بنادیا۔ ریاحن کو نہ ہلاؤ۔۔۔ ہلانے سے زخم کو ٹھیس لگے گی۔

لبنیٰ نے انتہائی غم آلود نظروں سے شہزادی میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ کیا کروں عزیزہ اپنی یہ حالت دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔

میرونہ۔ تم تو بہت ہی نرم دل واقع ہوئی ہو۔ ضبط کرو۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ریشمیں دوپٹہ کے آنچل سے اس حور وش کے آنسو پونچھے لبنیٰ نے ضبط کرنا شروع کیا۔ اس وقت میدان کارزار کی طرف سے ایک شور عظیم بلند ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ عیسائی ہزیمت اٹھا کر اور بے تحاشہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ ام حکیم اور خولہ واپس آگئیں۔ ان دونوں کو دیکھ کر لبنیٰ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

شہزادی میرونہ نے ان سے پوچھا یہ شور کیسا ہے؟

ام حکیم نے کہا اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی ہے اور عیسائی شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں۔"

شہزادی میرونہ کو سخت حیرت ہوئی۔ وہ سمجھتی تھی کہ ام حکیم نے مذاق سے بہت بڑی بات کہی ہے۔ کیونکہ عیسائی ابھی بہت تھے۔ عیسائی اب بھی دو لاکھ ہیں۔ اور مسلمان چھبیس ہزار۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ عیسائی اسقدر بزدل ہو جاتے ہیں کہ اتنی کثرت ہوتے ہوئے بھی بھاگ جاتے۔ اس نے پھر دریافت کیا۔ کیا واقعی عیسائیوں کو شکست ہوئی؟ ام حکیم نے مسکرا کر کہا۔ واقعی شکست ہوئی۔ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ کافی اجالا ہو رہا ہے تم باہر جا کر دیکھو کہ عیسائی بھاگے جا رہے ہیں۔ اور مسلمان ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔

ام حکیم کے طرز بیان سے شہزادی میرونہ نے یقین کر لیا۔ اس نے کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ واقعی خدا مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے اگر وہ مدد نہ کرتا تو مسلمان کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

اب حضرت خولہ اور حضرت ام حکیم ریاحن کے پاس بیٹھ گئیں۔ ان دونوں نے غور سے

اسے دیکھا۔ ام تمیم نے کہا: "غالباً آدھی رات کے بعد انہیں ہوش آجائے گا۔"
لبنیٰ کے لیے یہ فقرہ روح پرور مژدہ تھا۔ اس کو یہ فقرہ سن کر کچھ ڈھارس سی بندھ
گئی۔ حضرت خولہ نے کہا۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔

اگرچہ اسلامی لشکر میں بہت سے جراح تھے جو آجکل کی اصطلاحات میں ڈاکٹر کہلانے کے مستحق تھے قریب قریب ہر مسلمان زخم کی مرہم پٹی کرنا جانتا تھا لیکن سب سے زیادہ اس کام سے عورتیں واقف تھیں۔ کیونکہ زیادہ تر انہی کو اس کام میں ملکہ ہو گیا [illegible] ماہرین ان کی قابلیت کا اعتراف [illegible] تھے۔ [illegible] تجربہ سے اس بات کو [illegible] لیا تھا [illegible] چنانچہ شفاخانہ کا سارا انتظام ان کے ہی ہاتھوں میں دیدیا گیا تھا۔ عورتوں نے اس خدمت کو نہایت [illegible] انجام دیتی تھیں۔ اس زمانہ [illegible] شفاخانہ [illegible] میں تو یہ دستور تھا کہ جو زخمی ہو جاتا اور اس کے [illegible] خیمہ [illegible] [illegible] ان کی نگہداشت کرتے [illegible] بدلوا دیتے تھے۔

[illegible] تو مجروح عورتوں کے کیمپ میں پہنچا دیا جاتا [illegible] [illegible] شام [illegible] [illegible] تھی۔

[illegible] ان کی نگہداشت کرتی تھیں۔

یہ مغربی اقوام نے صدیوں کے بعد اس بات کو محسوس کیا۔ اب جنگے یہاں نرسوں کو باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن اسکی ایجادوں کا سہرا مسلمانوں ہی کے سر ہے۔

چونکہ حضرت خولہ اور حضرت ام تیم ہوشیار نرسوں میں شمار کی جاتی تھیں اس لئے ان کا یہ کہنا کہ مریض کو آدھی رات تک ہوش آجائے گا۔

لبنیٰ کی تمام سرتوں دور ہو گئی۔ اور ڈھارس بندھانے کیلئے باتیں ایسا ہی تھا۔ جیسے خشک کھیت میں باران رحمت کا برسنا۔

[illegible] گزرا تھا۔ کہ [illegible] داخل ہوئی۔ [illegible] دراپل کر ان کی حالت دیکھئیے۔

[illegible] شہزادی میروخہ لبنیٰ سے کہا۔ [illegible] ام تیم [illegible]

[illegible] حضرت خولہ [illegible] کیا تھا۔ لشکر یہ مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ شہزادی [illegible]

[illegible] کہ مشرف بہ اسلام ہوا [illegible]

[illegible] کا [illegible]

[illegible] نماز [illegible] اسلامی لشکر میں روشنی کا انتظام [illegible]

[illegible] خیموں کے سامنے آگ جلائی [illegible]

لبنیٰ کی خادمہ [illegible] کھانا لیکر آئی [illegible] لبنیٰ اور شہزادی میروخہ [illegible] ٹھیک [illegible] تھیں۔

جب ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ تو سعد خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ گرد و غبار میں اٹا ہوا تھا کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جم گئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی میدان کارزار سے واپس آ رہا ہے۔

اس نے ابھی مغرب کی نماز [illegible] پڑھی تھی شہزادی میمونہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اب سعد سے باتیں کرتے ہوئے [illegible] تھی۔ اس [illegible] کہا۔

آپ ابھی میدان کارزار سے آ رہے ہیں [illegible]

سعد نے کہا۔ ابھی نہیں۔ کپڑے بدل لوں [illegible] لیتی ہے؟ [illegible] کر [illegible] ایک صراحی پانی کی [illegible]

سعد نے [illegible] لیٹے ہوئے [illegible] ریاض الملک [illegible] بیہوش پڑا تھا [illegible] نے اسکی افسردگی دیکھ لی۔

چونکہ اسے سعد سے دل [illegible] ہو۔ اس نے جلدی سے کہا۔ [illegible] رات [illegible] آ جائے گا۔

سعد [illegible] افسردگی [illegible] فضا میں کچھ [illegible] تھا۔ ان الفاظ [illegible] میمونہ کو دیکھا۔ اگرچہ شہزادی [illegible] افسردگی کی حالت میں بھی کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔

سعد نے کہا۔ خدا کرے کہ اسے ہوش آ جائے۔ میں اس کی زندگی [illegible] اپنی زندگی بھی اس پر نثار کرنے کو آمادہ ہوں۔

یہ سنکر لبنیٰ کا دل بھر آیا۔ بیچاری غمزدہ لڑکی ذرا سی [illegible] پر دنیا [illegible] کی [illegible] گفتگو نے دل پر ٹھیس لگائی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے مگر اس نے ضبط کیا اور آنسو پی لئے۔ شہزادی میمونہ بھی کمال متاثر ہوئی۔

اس نے سعد کو دیکھا۔ سعد ریاض کو دیکھ رہا تھا یہ تینوں مل کر غریب الوطن زخمی

ریاض کو دیکھتے۔ اور اسکی خبر گیری کرنے لگے۔ ان تینوں نے آج کھانا بھی نہ کھایا۔

سولھواں باب

"مسیحا"

تینوں چپ چاپ بیٹھے ریاض کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت انکی بھوک پیاس اور نیند وغیرہ سب اڑی ہوئی تھی۔ تینوں کی دلی آرزو تھی کہ ریاض کو جلد سے جلد ہوش آجائے۔ ریاض خوش قسمت تھا۔ ایسا خوش قسمت کہ ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں اس کا دنیا میں ایک دوست تھا۔ اور وہ اسکے لئے سخت بیقرار تھا۔ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان بھی اس پر قربان کرنے کیلئے آمادہ تھا۔ اس کی بالیں پر بیٹھا اس کے لئے رو رہا تھا ایک معشوقہ تھی۔ جو اسکے لئے اپنی نرگسی رسیلی آنکھوں سے آنسو بہا رہی تھی جو دل سے اسکے ہوش آنے اور آرام ہوجانے کی دعا مانگ رہی تھی۔ ایک ہمدرد پری جمال دوشیزہ تھی۔ جو اپنی دلفریب ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور غمزدہ ہو رہی تھی اگر وہ اپنے عزیزوں میں یا بھی ہوتا تو یہ ہمدرد اپنے شفیق یعنی محبت والے ہوتے لیکن اس وقت وہ اپنے ہمدردوں کی ہمدردی سے بے نیاز بیہوش پڑا تھا۔

جب رات زیادہ ڈھل گئی۔ سناٹا شب گزرنے لگا یعنی کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش ہو گیا رات کا قدرتی سکوت ہر طرف چھا گیا۔ اور لوگ خواب خرگوش میں مبتلا ہو کر میٹھی نیند کے مزے لینے لگے۔ تو ریاض کا سانس زور زور سے چلنے لگا۔

بلا کشانِ غم سعید، نفیس اور شہزادی میرونہ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ انکی آنکھوں میں بجائے نیند کے غم و حسرت بھرے ہوئے تھے۔ وہ بیٹھے ہوئے اسکی ہر حرکت کو بغور دیکھ رہے تھے۔

وہ اسکی طرف ہمہ تن متوجہ تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں اس نے آنکھ کھولی نیم وا آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کو آنکھ کھولتے ہوئے دیکھکر تینوں کی جان میں جان آئی تینوں نے دل ہی دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اب انکے چہروں سے ایسی مسرت کے آثار ظاہر ہوئے جیسے انہیں ہفت اقلیم کی سلطنت مل گئی ہو۔

تینوں کے دلوں میں خوشی نے گدگدی کرنا شروع کر دی تینوں کے چہرے چمکنے لگے جن آنکھوں میں غم و حسرت بھرے ہوئے تھے۔ اب ان سے خوشی کا اظہار ہونے لگا تھا۔ خصوصاً روشن لبنی کمال مسرور ہوئی۔ وہ اپنی بڑھی ہوئی مسرت کو بھائی کی موجودگی کی وجہ سے مشکل دبا رہی تھی۔ اسکے عنابی صفت لبوں پر ہلکا سا تبسم کھیل کر اسکے روشن چہرہ کو روشن تر بنانے لگا تھا۔ بقول عالم سیاہ آنکھیں جھلملیاں کرانے لگی تھیں۔ انسان بھی عجب مجموعہ اضداد ہے جہاں وہ درد سے غم سے بے حد غمزدہ ہوتا ہے۔ وہاں ذرا سی خوشی سے خوش ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک ریاض موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کہ اسے آرام ہو ہی جائے گا لیکن صرف اسے ہوش آ جانے سے ہی وہ تینوں ایسے خوش ہو گئے تھے گویا کہ انہیں زندگی کی سلطنت مل گئی ہے۔

تینوں مسرت خیز نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ [illegible] آگ [illegible] تھی۔ آگ کا عکس کمرہ میں ابھار رہا تھا۔ اس خفیف سی روشنی میں ان تینوں کے مسرور چہرے نظر آ رہے تھے۔

ریاض نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ غالباً وہ ہوش رہتے سمجھے کہ اس وقت وہ [illegible] دونوں لوگ اسکے گرد بیٹھے ہیں کیا وقت ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا دماغ کام دینے لگا۔ حواس درست ہونے لگے۔ اس نے پھر آنکھیں کھولیں غور سے اپنے گرد و پیش نگاہ [illegible] چونکہ اب اسے اچھی طرح ہوش آ گیا تھا۔ اسلئے تکلیف کا بھی احساس ہوا۔ اس نے خفیف آہ کی۔ ایسی آہ جو انتہائی کرب کے عالم میں نکلتی ہے۔

اس کے تینوں تیماردار اس کی آہ سنکر تڑپ گئے۔ [illegible] کی عارضی مسرت [illegible] پھر غم و حسرت چھا گئے۔

سعد نے پوچھا "ریاض کیا بات ہے؟"

ریاض نے [illegible] لگا کر سعد کو دیکھا [illegible] کچھ نہیں [illegible]

[illegible]

سعد "ہاں معمولی سا زخم ہے"

ریاض "میں کہاں ہوں؟"

سعد: "لبنیٰ کے خیمہ میں ۔۔"

لبنیٰ کا نام سنتے ہی ریاض پر ہلکی سی مسرت چھا گئی ۔ اسکی حالت میں تحیر خیز تبدیلی ہوئی ۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا ۔ غالباً اسکی نگاہیں حور وش لبنیٰ کو ڈھونڈھ رہی تھیں ۔ پاس ہی داہنی طرف مہ جبین لبنیٰ بیٹھی تھی ۔ لبنیٰ کے گورے گورے ملیح چہرہ پر جاکر نظریں گڑ گئیں ۔

ریاض تہیہ کر چکا تھا کہ وہ لبنیٰ کی محبت اپنے دل سے نکال دے گا لیکن دل اسکے اختیار میں نہ تھا ۔ وہ دل سے مجبور تھا ۔ دل میں حسن کی ملکہ لبنیٰ کی دلکش تصویر کھنچی اور دل اس دلربا کی محبت سے سرشار تھا ۔ [illegible] تہیہ لرزنا بیکار تھا ۔

[illegible] دلربا کی جھجکتی ہوئی شرمیلی نظر وہ کام کرتی ہے جو ہزاروں [illegible] نہیں کر سکتیں ۔ [illegible] کی نظر لبنیٰ کے رخ زیبا پر پڑی لبنیٰ نے ہلکے تبسم کے ساتھ شرمیلی نظروں سے [illegible] دیکھا ۔ اسکی اس حیات بخش نظر نے ریاض کے مردہ جسم میں زندگی کی [illegible] ۔

[illegible] آگئی آواز میں تندرستوں جیسی کڑک پیدا ہوئی ۔ سعد نے [illegible] پوچھا کیا [illegible] زیادہ کسک ہے ۔

ریاض نے لبنیٰ کی [illegible] نظریں ہٹا کر سعد کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا ۔ "نہیں زیادہ نہیں ۔ جہاں تک مجھے یاد ہے [illegible] زخمی ہوا تھا ۔ یہاں کیسے آیا ؟"

سعد نے کہا ۔ "تم [illegible] بیہوشی [illegible] غلبہ کیا ۔ میں [illegible] سوار ہو کر تمہیں دشمنوں کے [illegible] نکال لایا ۔"

ریاض نے بے ساختگی کے ساتھ کہا ۔ "کاش تم مجھے مرنے دیتے ۔"

سعد نے جلدی سے کہا ۔ "[illegible] تم سے پہلے مر جاتا ۔"

اب ریاض نے پھر آنکھیں موند لیں گو یا اس پر غنودگی طاری ہونے لگی ۔ [illegible] تیماردار اس کے پاس بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح کے آثار ظاہر ہوئے لشکر میں اذان ہوئی ۔

ریاض نے آواز سنکر آنکھیں کھولیں اب اسکے چہرہ سے زیادہ کمزوری نہ معلوم

ہو چکی تھی۔ سعد نے کہا: "ریاض اجازت دو تاکہ میں نماز پڑھ آؤں۔"
ریاض نے کہا: "اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ جائیے۔ اور نماز پڑھ آئیے۔"
سعد نے لبنیٰ سے کہا: "تم پانی لا کر ریاض کو وضو کرا دو۔"
یہ لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھ لیں گے۔ وہ شہزادی شیریں سے بھی کہنا چاہتا تھا لیکن رعب حسن اسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہونے دیتا تھا۔ شہزادی شیریں اس کی نگاہوں سے سمجھ گئی تھی۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا مجھے بھی کچھ کام کرنا ہے۔
سعد: تم سہارا دیکر ریاض کو بٹھا دینا۔
ریاض نے کہا: لیکن پہلے ان دونوں کو نماز پڑھ لینی چاہیئے
سعد: یہ ٹھیک ہے کہ تم دونوں نماز پڑھ لینا۔ انہیں وضو کرا دینا۔
سعد روانہ ہو گیا۔ لبنیٰ بھی جا نماز و داسے اٹھی۔ شہزادی شیریں نے لیا اور لی کنیز اور ریاض تنہا رہ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پڑا ہوا خیال میں الجھا رہا۔ اسے خیال رہا کہ وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا۔ یہ خیال آتا ہی تھا کہ ہیچ!! وہ ہاتھ اٹھا کر جوش میں آکر اٹھنا چاہتا تھا۔ تمام جسم کا خون زخم سے ابل کر باہر نکل گیا جس سے کمزوری نہایت بڑھ گئی تھی۔ مگر اس نے خیال کیا کہ اسکے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ عورتوں سے زیادہ نازک لڑکیاں اسے سہارا دیکر اٹھائیں۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ خود اٹھے گا۔ لہٰذا اس نے کوشش کی۔ انسان بیمار یا تندرست اسکے خیالات کا اثر اسکی صحت یا بیماری پر زیادہ پڑتا ہے جو یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں بیمار ہوں یا میری بیماری خطرناک ہے۔ وہ بیمار رہا کرتا ہے۔ یا اسکی بیماری واقعی خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ خواہ وہ بیمار ہو یا نہ ہو۔ اور جو زیادہ بیمار ہو اور تہیہ کرے کہ میں اچھا ہو جاؤں گا یقیناً اچھا ہو جائے گا۔ یہ تہیہ ابتدا ہی اسکی بیماری گھٹنے لگتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن بیماروں کو ڈاکٹر نے جواب دیدیا تھا۔ اچھے ہو گئے اور تندرست جو وہم میں گرفتار تھے بیمار ہو کر قبر کو پہنچ گئے۔
ریاض نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اٹھے گا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش شروع کر دی تھی گو اسے بہت تکلیف ہوئی مگر اس نے برداشت کیا۔ حتیٰ کہ آخر اٹھ بیٹھا۔

کچھ دیر بیٹھا رہا۔ اٹھنے سے تکلیف تھی۔ زخم میں ٹیس پڑنے لگی تھی۔ جب قدرے سکون ہوا تو خیمے کی چوب پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ وہ بہت زیادہ کمزور تھا۔ اسلئے کھڑا ہونے سے اسکے پاؤں لڑکھڑانے لگے تھے۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے پیروں سے کھڑا ہو کر کانپتا رہا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کی تمام کپکپی دور ہو گئی۔ اس نے دروازہ کے قریب ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا۔ وہ قدم قدم نہایت آہستہ سے اس کی طرف بڑھا۔ دروازہ کے قریب پہنچکر نیزہ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ نیزہ کے سہارا سے خیمہ میں داخل ہوا۔

جب وہ خیمہ میں آیا۔ ٹھیک اسوقت لبنیٰ پانی کی چھاگل لئے دوسرے دروازہ سے داخل ہوئی۔ جوں ہی اسکی نظر ریاض پر پڑی وہ خلاف توقع اسے کھڑا دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں وہ گر نہ پڑے۔ اس نے پانی کی چھاگل فرش پر رکھی۔ اور لپک کر ریاض کو سہارا دینے کیلئے اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ ہائے یہ تم نے کیا کیا۔ خود ہی کھڑے کیوں ہو گئے۔ میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔

ریاض اسکی گھبرائی ہوئی پیاری صورت میں ممکل رکھ کر لپکنے کا پیارا انداز شیریں گفتگو کا پرکیف لہجہ دیکھ کر اور سنکر بیحد محظوظ ہوا۔ اسے اس وقت اپنی خوش بختی پر رشک آیا۔ رشک کی بات بھی تھی۔

دنیا دجہاں کی حوروں عرب کا چاند ملکوتی صفات نازنین اس سے ہمدردی کر رہی تھی۔ یہ کچھ کم بات نہ تھی۔

ریاض اسے اپنے قریب آتا ہوا دیکھ کر مسکرایا۔ لبنیٰ نے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔ اور اس کے برابر چلنے لگی۔ اس کے نرم گداز ہاتھوں نے جب ریاض کا بازو پکڑا تو ریاض کے جسم میں برقی رو سرایت کر گئی۔ صحت اور تندرستی کی تازہ روح دوڑ گئی یا روح میں تازگی آ گئی۔

زخم کی کسک۔ کسک کیا تکلیف تک کا نام تک باقی نہ رہا۔ وہ اپنے آپ کو بالکل تندرست خیال کرنے لگا۔

حقیقت میں لبنیٰ اس کے لئے مسیحا ثابت ہوئی۔ ریاض نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لبنیٰ تمہارا شکریہ!!

لبنیٰ خاموش رہی۔ ریاض بستر پر پہنچ گیا۔ وہ نیزے کے سہارے سے بیٹھنے لگا۔ لبنیٰ بدستور اسے پکڑے رہی۔ اسکی تمنا تھی کہ ریاض سارا زور اسی پر ڈالدے لیکن ریاض چاہتا تھا کہ لبنیٰ پر ذرا بھی زور نہ پڑے۔ آخر وہ نیزے کا سہارا لیتے لیتے بیٹھ گیا۔ لبنیٰ لپک کر آفتابہ اور پانی لائی۔

اس نے ریاض کو وضو کرایا۔ وضو کر کے اس نے بیٹھے ہی بیٹھے نماز پڑھی جب وہ نماز پڑھ چکا تو لبنیٰ نے کہا۔ لیٹ جائیے۔ بیٹھنے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ ریاض نے اس رشک قمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لبنیٰ شاید تم جاگتی رہی ہو۔

لبنیٰ کی سیاہ دلفریب آنکھیں خمار آلود تھیں اور اس خمار کی وجہ سے اسکی نشیلی آنکھیں اور بھی مست نظر آنے لگی تھیں۔ اس نے کہا ہاں مجھے رات نیند نہیں آئی۔

ریاض نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے دریافت کیا۔ کیوں؟

لبنیٰ جواب دیتے ہوئے شرمائی۔ سچ کہتے ہوئے اسے شرم آتی تھی۔ جھوٹ وہ بولتی نہ تھی۔ چپ رہی اور شرم سے سر جھکا لیا۔ ریاض کا دل دریافت حال کیلئے بیقرار نظر آنے لگا۔

اس نے پھر پوچھا لبنیٰ تمہیں نیند کیوں نہ آئی۔ لبنیٰ نے سر جھکائے ہوئے بھولے پن کے انداز سے شرمیلے لہجہ میں بات ٹالنے کے طور پر کہا۔ خبر نہیں۔

ریاض اس گل نو شگفتہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسکی دلکش اور دلفریب حیا دیکھ کر اور بھی سرشار ہوا۔ اس نے پھر پوچھا لبنیٰ بتاؤ تجاہل نہ کرو۔

لبنیٰ نے حیا پرور نگاہیں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض اسکی طرف دیکھ ہی رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ محبت کے جذبات نے دونوں کو مسحور کر دیا۔ ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔ شہزادی میرہ نہ اس وقت خیمہ میں آئی وہ ریاض کو بیٹھا ہوا دیکھ کر متعجب ہوئی۔

اس نے ٹھٹھا یا۔ لیکن دونوں کی سرشار محبت۔ ٹکٹکی لگی رہی اور فوراً آ ... پاس پہنچ گئی۔ اسکے جانے کا کھٹکا ہوا۔ لبنیٰ محبت ... دنیا میں نکلکر جو کی گھبرائی

اور سہمی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

جب کوئی نظر نہ آیا تو مطمئن ہو کر نظریں نیچے کر کے بیٹھ گئی۔ آنکھوں کے چار ہونے سے جو سحر لبنیٰ کی سحر آگیں مسمیریزم کی طرح ریاض کی آنکھوں کے ذریعہ اسکی رگ رگ میں پہنچا رہی تھیں۔ جب اس نے نگاہیں جھکالیں۔ سحر آفرینی کم ہوئی تو ریاض بھی ہوش میں آیا۔ اسے اپنی اس حرکت پر غصہ بھی آیا اور ندامت ہوئی۔ مگر یہ ہر دو چیزیں عارضی تھیں اور جلد ہی رخصت ہوگئیں۔ اس نے سحر آفریں لبنیٰ کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

لبنیٰ تم نے بتایا نہ آخر کیوں رات بھر جاگتی رہیں۔

لبنیٰ نے انداز مشفقانہ سے جواب دیا۔ تم زخمی تھے بیہوش تھے بھائی صاحب اور شہزادی میرونہ تمہارے پاس بیٹھے جاگتے رہے۔ ان کے ہمراہ میں بھی جاگتی رہی۔

لبنیٰ نے سچی بات کہی لیکن ایسے طریقہ پر جس سے اصلیت کا پتہ نہ چلے۔ ریاض کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سعد آ گیا۔ اس نے ریاض کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

اسے اس کا چہرہ بشاش نظر آیا۔ وہ کمال مسرور ہوا۔ ایسا مسرور ہوا کہ گویا اسے دوبارہ زندگی نصیب ہوئی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر اسکے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کہا ریاض خدا کا شکر ہے کہ اس نے خلاف امید بہت جلد تمہیں رو بصحت کر دیا ہے۔

ریاض مسکرا دیا۔ اس نے کہا۔ ہاں خدا کا شکر ہے۔ پیارے دوست تم نے شہزادی میرونہ اور لبنیٰ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ سارا دن حیران و پریشان رہے جاگتے رہے۔ میں کیسے تمہارا سب کا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔

سعد نے کہا شکریہ کی ضرورت نہیں۔ ہم سب نے اپنا فرض ادا کیا ہے تم پر احسان نہیں کیا۔ دوست اگر میری جان بھی تیرے کام آ جائے تو میں سمجھوں گا میں نے دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔ دوستی کا حق بہت بڑا ہے۔ اور وہ کبھی ادا نہیں ہو سکتا۔

ریاض اسکی یہ گفتگو سنکر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وفور مسرت سے اسکی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس نے کہا۔ سعد تم واقعی شریف دوست ہو آپکے احسانات اور جذبات نہایت لطیف اور قابل ستائش ہیں۔ واقعی وہ دونوں مخلص دوست تھے۔

ایثار میں کوئی ایک دوسرے کا مل رہا ناممکن تھا ترقیہ پانے کے مترادف ہے

ایک دوست کا وجود سارے عزیزوں اور دنیا کی کل نعمتوں سے بالاتر ہے۔ ریاض نے تھوڑے وقفہ کے بعد پھر کہا۔ سعد اب تم میرونہ اور لبنیٰ سو جاؤ۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں شب بیداری کی وجہ موجب تکلیف نہ ثابت ہو۔

جبکہ ریاض یہ کہہ رہا تھا شہزادی میرونہ بھی آگئی تھی۔ وہ لبنیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔ سعد نے کہا۔ مجھے رات کو جاگنے کی عادت ہے کئی مرتبہ ساری ساری رات لشکر کی حفاظت پر مامور ہو کر گشت کرتا ہوں۔ البتہ لبنیٰ و شہزادی میرونہ کو عادت نہیں ہے یہ دونوں سو رہیں گی۔ اور میرا تم فکر نہ کرو۔

شہزادی میرونہ نے کہا۔ ایک رات کا جاگنا کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ ریاض کو [illegible] دیکھ کر [illegible] میں کچھ تکلیف نہ ہونے دوں گی۔

[illegible] ام تمیم اور ام ابان [illegible] ریاض کو [illegible] دیکھ کر خوش ہوئیں۔ ام تمیم نے آپ [illegible] آپ کے زخم [illegible] تو نہیں ہے

ریاض نے جواب دیا۔ بالکل نہیں!!

ام [illegible] زخم بہت گہرا تھا۔ خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے [illegible] کی توقع نہ تھی یہ جادو کا سا کرشمہ کیسے ہو گیا۔

[illegible] نے جادو کر کے اچھا کر دیا۔ البتہ میرونہ [illegible] اچھا خدا نے مہربانی کی۔

ام [illegible] کو ممکن کر دیتا ہے [illegible] آئی

[illegible] معلوم ہوئی۔

[illegible] میرا خیال ہے۔

ام تمیم [illegible] بڑھانے لگے۔

[illegible] چونکہ ریاض کے [illegible]

[illegible] وقت کیلئے آنے لگے [illegible]

باہر کی جانب فرش کر دیا گیا۔ ریاض فرش پر جا بیٹھا۔ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔

سب سے پہلے سالار اعظم حضرت خالدؓ اور عمرؓ بن العاص آئے۔ انکے بعد ضرار عبدالرحمن، عبداللہ بن عمر (خلیفہ دوم کے بیٹے) مالک اشتر، فضل، قعقاع، مقداد، زیاد شرجیل۔ زبیر بن العوام اور دوسرے مشہور لوگ یکے بعد دیگرے سب ہی آئے۔

سب نے عیادت کی۔ اسے جلد سے جلد آرام ہو جانے کی دعا دی۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ عیادت کرنا تو اسلام میں داخل ہے۔ اس کی بظاہر دو ہی وجوہات معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ مریض کی طبیعت لوگوں کے آنے جانے سے بہلی رہتی ہے مرض کا خیال نہ آنے سے تکلیف میں زیادتی نہ ہو۔ دوسرے عیادت کرنے والوں کو بھی خیال ہو جائے کہ ہم بھی اس طرح بیمار ہو سکتے ہیں۔ وہ تندرستی کے زعم میں خدا کو نہ بھول جائیں۔

ایک تیسری وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اخوت اور محبت بھی بڑھتی رہے۔ وہ تمام دن اسی طرح گذرا۔ رات کو سب آرام سے سوئے صبح کو ام تمیم نے آکر پٹی کھولی۔ زخم کی صورت اچھی تھی۔ دوسری پٹی بدلی۔ اب ریاض کو آرام ہونے لگا تھا۔ سعد۔ شہزادی میرونہ اور لبنیٰ اسے روبصحت ہوتے ہوئے دیکھکر کمال مسرور ہوئے۔

سترھواں باب

"مسرت خیز انجام"

ریاض کے مجروح ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کی پیش قدمی ملتوی کر دی گئی۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے حکم دیدیا تھا۔ کہ جب تک ریاض کو اچھی طرح سے آرام نہ ہو جائے لشکر اسی جگہ رہے۔

لشکر اسلام کی پیش قدمی کا التوا مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا اس میدان سے چند ہی میل کے فاصلہ پر دمشق کا مضبوط اور سربفلک قلعہ تھا۔

دروس اس قلعہ کا قلعہ دار [illegible] شریک ہوا تھا۔ جب عیسائیوں کو شکست ہوئی تو وہ بھی بھاگ [illegible] خوف ہوا کہ مسلمان اب اس

قلعہ پر حملہ کر دیں گے۔

اس نے شیرانِ اسلام سے مصالحت کرنے ہی میں عافیت سمجھی چنانچہ وہ حضرت خالدؓ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی حضرت خالدؓ نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح منظور کر لی۔ ارسوس نے دوسرے دن اپنی اور اپنی رعایا کی طرف سے جزیہ ادا کر دیا صلح نامہ مرتب ہو کر دستخط کر دیئے گئے۔

اس طرح دشوار گزار مضبوط قلعہ بغیر ایک قطرہ خون بہائے فتح ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس فتح کا حال معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی۔ ریاض کو آرام ہو گیا تھا زخم مندمل ہو گیا تھا۔ طاقت گزشتہ عود کر آئی تھی۔ پندرہ روز میں بالکل تندرست ہو گیا۔

اس عرصہ میں وہ برابر لبنیٰ کے خیمہ میں رہا۔ کئی مرتبہ اس نے [illegible] جانے کا ارادہ کیا۔ سعد سے اجازت چاہی اور شہزادی میرونہ سے بھی [illegible] سعد نے اسے اجازت نہ دی۔ غالباً اسے خوف تھا کہ مبادا ریاض [illegible] ہو جائے۔

ایک روز ریاض صبح کے وقت چہل قدمی کیلئے گیا ہوا تھا۔ لبنیٰ مرزوبہ کے پاس گئی تھی۔ تنہا شہزادی میرونہ خیمہ میں بیٹھی تھی کہ حسن اتفاق سے سعد آ گیا۔ اور شہزادی میرونہ اس کی عزت کرتی تھی۔

وفورِ محبت نے عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی تعظیماً اٹھ کھڑی ہوئی۔ سعد بیٹھ گیا۔ چونکہ پاس رہتے ملتے جلتے اور باتیں کرتے رہنے [illegible] شہزادی میرونہ اور سعد میں کم [illegible] ہو چلا تھا سعد نے بے تکلفی سے دریافت کیا لبنیٰ کہاں ہے۔

شہزادی میرونہ نے جواب دیا مرزوبہ کے پاس گئی ہے۔ کیا بلا لاؤں؟

سعد نے کہا بلانے کی ضرورت نہیں خود بخود آ جائے گی۔

شہزادی میرونہ کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ سعد سے کوئی بات دریافت کرنا یا کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن جرأت نہ ہوتی تھی۔ سعد نے بھی اس کے بشرہ سے یہ معلوم کر لیا تھا لیکن اسے استفسار کرتے ہوئے یہ خدشہ تھا کہ مبادا اس کا قیاس غلط ہو۔

تھوڑی دیر تک دونوں چپ چاپ بیٹھے رہے۔ خیمہ کے اندر اس قدر سکوت [illegible] تھا کہ سانس لینے کی آواز بھی بخوبی سنائی دیتی تھی۔

شہزادی میرونہ بار بار سعد کی طرف اپنی ہوشربا نگاہوں سے دیکھ لیتی تھی اور نگاہ بے نگاہے سعد بھی اس مہ پارہ کو نظر اٹھا کر دیکھ لیتا تھا۔ آخر شہزادی میرونہ نے دل کڑا کر کے کہا۔

میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں! سعد نے اس حور جمال کی طرف دیکھا، میرونہ کی ساحرانہ پاش آنکھیں بار حیا سے جھک گئیں۔ سعد متعجب تھا کہ شہزادی میرونہ کیا کہنا چاہتی ہے، جو کچھ اسے کہنا ہے اس کے کہنے میں وہ اس قدر متامل کیوں ہے۔ اب جو اس نے شیریں لہجہ میں دوشیزگی کی حیا کے ساتھ ترنم خیز آواز سے بیساختہ پن سے سلسلۂ گفتگو شروع کیا، تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا کیا کہنا چاہتی ہو؟

شہزادی میرونہ نے اپنی حیا پرور نگاہیں اٹھا کر کہا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔

سعد کو پھر تعجب ہوا کہ جس بات کے کہنے میں اسے اس قدر تامل ہے وہ آخر بات کیا ہوگی؟ اس نے شہزادی میرونہ کی جھجک نکالنے کیلئے کہا تم ہرگز خدشہ نہ کرو، میں ناراض نہ ہوں گا۔

اب شہزادی میرونہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ گویا وہ جو کچھ اسکے دل میں ہے کہنے کیلئے آمادہ ہوگئی۔ مگر رعب و خوف نے اسے جرأت ہی نہ ہونے دی۔

چنانچہ اس نے پھر کہا۔ مجھے آپکی خفگی کا ڈر ہے۔ سعد نے اسے حوصلہ دلانے کیلئے مسکرا کر کہا، شہزادی میرونہ تم قبہ سے ڈرتی ہو میں تمہارا پرستار ہوں۔ تمہاری روز بروز کی نگہبانی نے مجھے تمہارا گرویدہ بنا لیا تھا۔ لہذا مجھ سے خوف نہ کرو۔

شہزادی میرونہ کے چہرہ پر ہلکا سا گلابی رنگ عود کر آیا اور آنکھوں میں دلفریب چمک پیدا ہوگئی۔ اس کا متبسم چہرہ بادب نظر ہو گیا۔

وہ خوش صنف نازک نہیں جانتیں کہ انکا ہلکا سا تبسم انکے چہرہ کو کس قدر دلآویز کر دیتا ہے۔ مرد ان کے نازک لبوں پر لوٹتے ہوئے تبسم کو دیکھ کر کس درجہ محظوظ ہوتے ہیں مرد کا خاصہ ہے کہ عورت کے ذرا سے مسکرا دینے سے مخمور ہو جاتا ہے۔ سعد میرونہ کے لبوں پر تبسم دیکھ کر مسرور ہو گیا وہ اسکے رخ زیبا کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔

شہزادی میرونہ اگرچہ عیسائی لڑکی تھی۔ عیسائیوں میں پرورش پاکر بڑی ہوئی تھی وہ دو چار۔ دس بیس نہیں سینکڑوں مردوں کی تحسین آمیز نظریں اپنے پھول سے چہرہ پر پڑتے دیکھ چکی تھی۔ وہ ایسی نظریں دیکھنے کی عادی تھی لیکن سعد کی گرم نظروں نے اسے تڑپا دیا۔ شرماتے ہوئے اس نے اپنی خوبصورت آنکھیں جھکالیں۔ اس کی اس شرمیلی ادا نے سعد کے دل کو صد پارہ کر دیا۔

اس نے ایک خفیف سی آہ کی۔ شہزادی میرونہ آہ کی آواز سنکر چونک پڑی اور اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ کیوں آپکی طبیعت کیسی ہے؟

سعد نے اسے تبسم بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ اچھا ہوں۔

میرونہ۔ لیکن یہ آہ؟ ......

سعد نے قطع کلام کرکے کہا۔ اتفاقیہ نکل گئی۔

شہزادی میرونہ نے ترحم خیز نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا۔ خدانخواستہ کہیں درد تو نہیں ہے!

سعد نے باتوں کی رو میں کہا۔ ہے۔

شہزادی میرونہ نے بیقراری سے دریافت کیا۔ کہاں؟

سعد نے [illegible] جواب دیا۔ دل میں! شہزادی [illegible] بلکہ [illegible] کی [illegible] وہ ایک عرصہ سے [illegible] تھی [illegible] ہوش [illegible] اس نے مسکرا کر جھکا [illegible] سعد نے کہا۔ درد دل کا علاج کیوں نہیں [illegible]۔

سعد۔ یہ درد لا علاج ہے۔

میرونہ۔ آپکا یہ خیال غلط ہے۔ ہر درد کا علاج ضرور ہے۔

سعد نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ بات یہ ہے کہ جس نے [illegible] درد دل دیا ہے وہ بڑا بے رحم ہے!

شہزادی میرونہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے بتائیے وہ کون ہے میں اس سے کہہ کروں گی کہ وہ آپ کا علاج کرے۔

سعد "تم؟ تم ہرگز نہ کر سکو گی۔"

میرونہ "میں وعدہ کرتی ہوں۔"

سعد نے محبت بھری نظروں سے اس شوخ دلربا کو دیکھ کر کہا "فرض کیجئے وہ تم ہو!"

شہزادی میرونہ نے شوخی کے لہجہ میں کہا۔ فرض کردہ کی سند نہیں ہے۔ سعد نے کہا۔ میرونہ وہ تم ہی ہو۔ تمہارے ہی پاس میرے دل کے درد کا علاج ہے۔

شہزادی میرونہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اس نے بات ٹالنے کیلئے کہا تم نے بری بات تو سنی ہی نہیں۔ سعدؓ نے کہا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم چوبیس گھنٹے میرے پاس بیٹھی باتیں کئے جاؤ لیکن تم جانتی ہو کہ میں تم پر فریفتہ ہوں۔ مجھے شرر عشق میں جلنے کیلئے تجاہل کر کے چلی جاتی ہو۔ میرونہ آخر کب تک ایسا کرو گی۔

میرونہ آخری فقرہ سُن کر بیقرار ہو گئی۔ اور اس نے جلدی سے کہا "سعدؓ یہ دہ نہ چھیڑو۔ میرا دل دکھا ہوا ہے۔"

سعد نے رشک آمیز نظروں سے اس حورادا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارا دل دکھتا ہوا ہے۔ تم کسے پیار کرتی ہو!

شہزادی میرونہ نے بیساختہ پن سے کہا۔ تمہیں سعد خبر نہیں ہے؟ میں پہلے ہی دن دیکھ کر تم پر فریفتہ ہو گئی تھی۔

سعد "گویا روز اوّل ہی سے ہم ایک دوسرے کے پرستار ہیں۔"

میرونہ "یہی بات ہے۔ اب تم میری بات سُن لو۔"

سعد "کہیے۔"

میرونہ "تم ریاض کو کیا سمجھتے ہو؟"

سعد "نہایت شریف انسان ہے۔"

میرونہ "تم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ تم اپنی جان تک اس پر نثار کر سکتے ہو۔"

سعد "میں نے کہا تھا۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔"

میرونہ "تمہیں معلوم ہے وہ لبنیٰ سے محبت کرتا ہے۔"

سعد: "مجھے معلوم ہے۔"

میرونہ: "لیکن آپ کی معاشرت یہ ہے کہ تم ریاض سے لبنیٰ کا عقد نہیں کر سکتے۔"

سعد: "ہاں۔ ہمارے ملک میں یہی دستور ہے۔ مگر میں اسکے قطعاً خلاف ہوں۔"

میرونہ: "یعنی تم اپنی قومی روایات کے خلاف لبنیٰ کا ریاض سے عقد کر دو گے۔"

سعد: "بیشک۔ کیا ریاض نے تم سے کچھ ذکر کیا تھا۔"

میرونہ: "نہیں وہ ایسا شریف انسان ہے کہ اس نے اس [illegible] کے متعلق مجھ سے کچھ نہ کہا۔ لیکن مجھے معلوم ہو گیا۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ ۔ ۔ ۔ ۔"

سعد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میں سمجھ گیا میں خود اسی فکر میں تھا۔"

میرونہ: "پھر کب ارادہ ہے؟"

سعد: "ایک ہفتہ میں۔ آج جمعہ ہے۔ جمعہ ہی کے دن اس کا خیر سے فراغت کرا دوں گا۔"

میرونہ: "کیا میں ریاض سے کہدوں؟"

سعد: "ضرور کہدو۔ کل میں سالار اعظم سے بھی ذکر کر دوں گا۔"

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر: "آپ کا شکریہ۔"

سعد نے کہا: "خالی شکریہ سے کیا ہوتا ہے۔"

شہزادی میرونہ نے ایسی نظروں سے جن میں شوخی اور [illegible] بھری ہوئی تھی سعد کو دیکھ کر کہا: "اور کیا چاہتے ہو؟"

سعد نے شہزادی میرونہ کا نرم گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں [illegible] کر کہا: "یہ کہ تم بھی میری شریک حیات بن جاؤ۔"

میرونہ نے از خود رفتگی کے انداز میں کہا: "مجھے منظور ہے۔"

سعد: "کب بن جاؤ گی؟"

شہزادی میرونہ نے مسکراتے ہوئے کہا: "جب تم کہو۔"

سعد: "میں تو آج ہی چاہتا ہوں۔"

میرونہ: "آج نہیں جمعہ ہی کے روز۔"

سعد کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لبنیٰ خیمہ میں داخل ہوئی جس طرح سیاہ بادلوں کو چاک کر

آفتاب اچانک نکل آتا ہے۔ اور اس کی منور کرنیں کائنات کو روشن کرنے لگتی ہیں۔ اسی طرح آفتاب حسن لبنیٰ کے دفعتاً خیمہ میں آنے سے سارا خیمہ لمعات نور سے جگمگا اٹھا۔

شہزادی میرونا اسے دیکھ کر مسکرائی۔ لبنیٰ اس کے مسکرانے کی وجہ نہ سمجھی۔ اس کے نازک اور گلاب کی پتیوں کو شرمانیوالے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم کھیلنے لگا۔ وہ ہزار عشوہ اور لاکھوں ناز کے ساتھ بڑھ کر سعد کے قریب پہنچی۔

نہایت ادب سے جھک کر سعد کو سلام کیا۔ سعد نے دعا دی اور اٹھتے ہوئے کہا لبنیٰ بیٹھ جاؤ۔ میں ایک عرصہ سے یہاں بیٹھا تھا۔ اب جا رہا ہوں۔ دوپہر کے وقت پھر آؤں گا۔

لبنیٰ نے معصومیت کے ساتھ سعد کو دیکھ کر کہا "کیا آپ تھوڑی دیر بھی نہ بیٹھیں گے"

سعد اس حسن مآب دوشیزہ کی معصومیت دیکھکر کمال مسرور ہوا۔ اس نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ بیٹی مجھے کچھ کام ہے میں پھر آؤں گا۔ میری عزیزہ میری دعا ہے کہ ہمیشہ تو خوش رہے۔ سعد چلا گیا لبنیٰ میرونہ کے پاس بیٹھ گئی۔

شہزادی میرونا اب بھی اسے معنی خیز نظروں سے دیکھکر مسکرا رہی تھی لبنیٰ نے اسے دیکھکر مسکراتے ہوئے کہا۔ آج کیا مل گیا ہے جو اس قدر شاداں و فرحاں ہو۔

شہزادی میرونا نے [illegible] آؤ تو ایک بڑی ہی خوشخبری [illegible] کو

لبنیٰ۔ جو تم کہو گی دے دوں گی سناؤ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میرونا [illegible] کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا "آج میں نے تمہارا اور [illegible] تمہارے ابا جان سے کیا تھا"

لبنیٰ کے چہرہ کا رنگ [illegible] اڑ گیا۔ وہ [illegible] الجھن ہی ہو گئی کہ [illegible] شہزادی میرونا نے [illegible] اور [illegible] خوف نے غلبہ کیا۔ شگفتہ چہرہ [illegible] زیادہ [illegible] شہزادی میرونا نے کہا "تم تو ڈر گئی ہو"

لبنیٰ نے خوف بھری نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا: "پھر انھوں نے کیا کہا؟"

میرونہ: "انھوں نے ریاض سے تمہارے عقد کی حامی بھر لی ہے۔"

لبنیٰ کے دل میں ٹھنڈک سی محسوس ہوئی۔ اس کا خوف دور ہو گیا۔ روشن چہرہ پر پھیکا کالا پن رنگ دوڑ گیا۔ ماتھی اپنے معلوم ہونے لگے کہ تازہ گلاب کے پھول کی پنکھڑیوں سے بھی نازک لبیں آنکھوں میں شرم و حیا کی چمک پیدا ہوئی۔ ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔ چہرہ ایسا چمکنے لگا جیسے اس میں لاکھوں بجلیاں بھری ہوں۔

میرونہ نے شرارت سے کہا: مجھے یاد نہیں۔ تم نے اپنے متعلق مذاکرہ کیا ہوگا۔

پھر اس میرونہ نے ہنستے ہوئے کہا: ہاں میں نے اپنے متعلق بھی باتیں کیں۔ لیکن خود جمیل ہی انھوں نے خود ہی ذکر چھیڑا تھا۔

لبنیٰ نے ہنس کر کہا: "ہاں تم کیوں نہ باتیں کرتیں تم تو بے رحم ہو۔"

میرونہ: "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے بھائی سے سازش کی ہے۔"

لبنیٰ: "کیسی سازش؟"

میرونہ: "انھوں نے مجھے بے رحم ہی کہا تھا۔"

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا: "تم ہو ہی بے رحم۔ تم کو کسی پر رحم آتا ہی نہیں۔"

میرونہ: "میں نے کسی پر بے رحمی نہیں کی ہے۔"

لبنیٰ: "تم پر میں قربان ہوں، تم مجھ سے بے مروتی کرتی ہو۔"

میرونہ: "خیر ہے آج تو طبیعت میں بڑی شوخی ہے۔"

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا: "میں تو سچ کہہ رہی ہوں۔ اب تم سے اور کیا کہوں۔"

میرونہ نے مسکرا کر کہا: "میں بے رحم سہی۔ لیکن تم تو سنگدل ہو۔"

لبنیٰ نے شوق سے ہنس کر کہا: "اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔"

میرونہ: "بالکل نہیں۔ اس لیے تو غریب ریاض سے بات تک نہیں کرنا چاہتی ہو۔"

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے کہا: "اس میں ان کا کیا ذکر۔"

میرونہ: "ہاں ان کا ذکر کیوں کرو گی۔ سمجھ لیا ہے نا کہ وہ بندۂ وفا ہے ہزار جفا کرو، وفا کرے گا۔"

مجبوران کو جان سے عہد وفا کے بعد
بے مہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد

لبنیٰ ۔"اچھا بھائی صاحب نے کیا کہا؟"

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا ۔ انھوں نے کہا۔"لبنیٰ بڑی بُری لڑکی ہے ۔ بڑی بے رحم ہے ۔ ریاض کی خبر نہیں لیتی . . . . "

لبنیٰ مسکرا رہی تھی ۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا:"ان فضول باتوں کو رہنے دو ۔ مذاق پھر کر لینا ۔ ٹھیک ٹھیک بات بتا دو ۔"

میرونہ نے متبسم ہو کر کہا:"میں تو بے رحم ہوں ہی ٹھیک کیوں بتاؤں ۔"

لبنیٰ کے پیٹ میں گدگدی سی اٹھ رہی تھی ۔ وہ تمام باتیں معلوم کرنے کیلئے بیتاب سی نظر آنے لگی تھی ۔ اس نے کہا نہیں تم بے رحم نہیں ہو ۔ بڑی نیک ہو ۔ ہمدرد ہو ۔ خدا کیلئے جلدی سے بتا دو !!"

شہزادی میرونہ نے ہنس کر کہا:"اللہ رے اضطراب ذرا بھی صبر نہیں ۔ اچھا سنو ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے ۔ ریاض لبنیٰ سے محبت کرتا ہے ۔ میں اس کا عقد جمعہ کے دن کر دوں گا ۔"

لبنیٰ نے بد اعتمادی کی نظروں سے میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا کہیں سچ ہی نہ ہو جائے ۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کو اپنی آغوش میں کھینچ کر اسکی چاندی سی پیشانی چومتے ہوئے کہا ۔ خدا کی قسم بالکل سچ ہے ۔ تم آج کے دن دلہن بنو گی ۔"

لبنیٰ شرما گئی ۔ اس نے شرمیلی نظروں سے شوخ میرونہ کو دیکھ کر دریافت کیا:"اور تم؟"

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا ۔ میں تم کو دلہن بناؤں گی ۔

لبنیٰ:"لیکن خود کب دلہن بنو گی ؟"

میرونہ نے شوخی سے ہنس کر پوچھا ۔ کس کی ؟

لبنیٰ ۔ بھائی جان کی ۔

میرونہ ۔ جب تم کہو ۔

لبنیٰ نے ہنستے ہوئے کہا ۔ آج ہی بن جاؤ ۔

شہزادی میرونہ پھر ہنسی ۔ ہنسنے سے اسکے چھوٹے چھوٹے موتی جیسے دانتوں کی

شفاف قطار چمکی۔ اسکے روشن چہرے پر حسن کی جگمگاتی لہر دوڑ گئی۔ اس نے کہا بس جی میرا خیال ٹھیک ہے۔

لبنیٰ اس شوخ کی بات سنکر حیران ہوئی۔ اس نے پوچھا تمہارا کونسا خیال ٹھیک ہے۔

میرونہ: یہی کہ تم نے اور تمہارے بھائی نے بھی ضرور سازش کی ہے۔

لبنیٰ: تمہیں سازش کا گمان کیسے ہوا؟

میرونہ: انھوں نے بھی یہی کہا تھا۔

لبنیٰ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ کیا کہا تھا؟

میرونہ: یہی جو تم کہہ رہی ہو۔

لبنیٰ: میں کیا کہہ رہی ہوں؟

میرونہ نے شرم افزا لہجے میں کہا۔ دلہن بننے کی بات۔

لبنیٰ نے مسکرا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم نے کیا کہا؟"

میرونہ: میں نے کہا جس دن میری لبنیٰ دلہن بنے گی اسی روز میں۔

لبنیٰ ہنس پڑی اسکے سفید چھوٹے چھوٹے موتیوں جیسے دانتوں میں بجلی جیسی چمک تھی بگلا دی۔ نازک لب کھل کر جب دانتوں کی لڑیاں چمکیں تو اسکا چہرہ ایسا جگمگانے لگا گویا وہ حسن کا آفتاب ہے۔ اس نے بھولے پن سے کہا۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔

میرونہ: اب ریاض آجائیں تو انھیں بھی یہ خوشخبری سنادوں۔

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے کہا۔ میرے سامنے ذکر نہ کرنا۔

ابھی میرونہ نے کچھ جواب نہ دیا تھا۔ کہ ریاض آگیا۔ لبنیٰ سمٹ کر بدن چرا کر بجلیاں گرانے والی آنکھیں جھکا کر بیٹھ گئی۔

ریاض میرونہ کے قریب جا بیٹھا۔ شہزادی میرونہ نے ریاض کو دیکھکر ہلکے تبسم کے ساتھ کہا۔ کچھ دینا قبول کرو تو آج ایک خوشخبری سناؤں۔

بیچارے ریاض کو اسقدر مایوسی تھی کہ اسکے خیال میں اس کے لئے کوئی خوشخبری دنیا میں باقی نہ رہی تھی۔ اسنے متعجبانہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا ٹھیک اسی وقت جب ریاض نے میرونہ کو دیکھا لبنیٰ نے میرونہ کے ہلکی سی چٹکی لی۔ میرونہ اچھل پڑی۔

ریاض نے یہ سب کچھ دیکھ لیا۔ میرونہ نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔ بس صاحب رہنے دیجئے۔ ان کی منشاء نہیں ہے کہ اب آپ کو خوشخبری سناؤں۔

ریاض کو تعجب پر تعجب تھا کہ میرونہ کیا کہنا چاہتی تھی۔ لبنیٰ نے چٹکی لیکر کیوں اسے روک دیا۔ اسے خلفشار ہو گیا۔

اس نے کہا۔ جب آپ نے تذکرہ کیا ہے تو سنا ہی دیجئے ورنہ مجھے پریشانی اور الجھن سی رہے گی۔

شہزادی میرونہ نے شوخی سے کہا۔ آپ ان سے دریافت کر لیجئے تب سناؤنگی۔

ریاض نے پوچھا اس میں انکا کیا دخل ہے۔

میرونہ نے ہنس کر کہا۔ انکی ہی تو بات ہے۔

لبنیٰ نے پھر چٹکی لی۔ شہزادی میرونہ پھر اچھل پڑی اس نے پھر سسکی لیتے ہوئے کہا۔ اچھا اب نہ کہوں گی۔

ریاض کی الجھن دمبدم بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے پژمردہ سا چہرہ بنا کر کہا اس طرح کسی کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

لبنیٰ نے شہزادی میرونہ کے پاس سے سرکتے ہوئے کہا۔ یہ کبھی ان سے ہی پوچھئے۔

ریاض لیکن تذکرہ تو تم نے شروع کیا تھا۔

میرونہ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔

ریاض۔ بس تو اس غلطی کو پورا کر دو۔

میرونہ۔ اور چٹکیوں سے اپنا بدن کون بھنوائے۔

ریاض چٹکیاں کون لیتا ہے؟

شہزادی میرونہ نے شوخی سے کہا۔ ذرا یہاں آ بیٹھئے۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔

لبنیٰ بھی زیر لب مسکرا رہی تھی۔ ریاض نے اس عرب کے چاند کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ لبنیٰ کی سحر خیز نگاہیں بھی اٹھ گئیں آنکھیں چار ہوتے ہی ریاض کے بدن میں تھرتھری سی پڑ گئی۔

لبنیٰ نے شرما کر سر جھکا لیا۔ ریاض کی نظریں لڑکھڑا گئیں۔ شہزادی میرونہ نے کن انکھیوں

سے لبنیٰ کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔ میرے پیٹ میں تو بات چھپاتے ہوئے درد ہونے لگا ہے
میں تو کہے دیتی ہوں۔۔

ریاض نے کہا "کہو بھی"

میرو نہ "اب کے جمعہ کو لبنیٰ سے تمہارا عقد ہو جائے گا"

یہ ایک غیر متوقع خوشخبری تھی۔ ریاض کو پہلی بار یقین ہی نہ آیا۔ وہ سمجھا کہ شاید اس کی سماعت نے اسے فریب دیا ہے۔

اس نے مکرر پوچھا۔ اور جب پھر وہی جواب ملا تو اسکی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اب اس نے رشکِ حور لبنیٰ کو دیکھا۔ وہ شرم و حیا کی گڑیا بنی ہوئی تھی۔

شرم سے اس کے پھول سے رخسار پسینہ میں بھیگ گئے تھے۔ اور اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہونے لگی تھی۔

ابھی ریاض اسے دل بھر کر دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد آ گیا ریاض نے سعد کو ایسی نظروں سے دیکھا۔ جن میں تشکر و امتنان کے ہزار جذبے پوشیدہ تھے سعد سمجھ گیا اس نے کہا۔

ریاض! میں نے آج سب معاملے طے کر دیا۔ غالباً تم نے سن لیا ہوگا ریاض نے کہا۔ دوست تم نے مجھ پر وہ احسان کیا۔ کہ کسی طرح میں اس سے سبکدوش نہ ہو سکوں گا۔ حیران ہوں کہ کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔

سعد۔ شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ دوست کی خاطر معاشرت کو توڑا جا سکتا ہے۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ کھانا آ گیا۔ سب مل کر کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔

لبنیٰ اور ریاض کے عقد کی تاریخ کی خبر اسلامی لشکر میں بہت جلد پھیل گئی تمام عورتوں اور سارے مردوں کو معلوم ہو گیا۔ سب کو بے حد مسرت ہوئی۔

دن گزرتے رہے۔ شادی کی کوئی تیاری نہ ہو رہی تھی۔ وہ لوگ اسلام کے سچے پیرو تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انکی ہر ایک بات سادگی کے ساتھ ہوتی تھی۔

وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح فضول رسومات، فضول اخراجات، فضول نمود و نمائش کی باتیں نہ کرتے تھے۔ جیسا ان کے خدا نے، رسولؐ نے، رسولؐ کے جانشینوں نے انہیں بتایا تھا۔ ویسا ہی کرتے تھے۔ آخر جمعہ کا دن بھی آ ہی گیا۔
لبنیٰ اپنا سنوار کر دلہن بنا دی گئی اور شہزادی میرونہ بھی دلہن بنی عصر کے بعد دونوں کا نکاح ہو گیا۔ اسی وقت رخصتی ہو گئی۔ معمولی کپڑے معمولی جہیز دیا گیا۔
ریاض نے سب سے پہلے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے لبنیٰ کو دیکھا۔ وہ کمال حسین تھی۔ حسن کا جلوہ گر چاند تھی۔ ریاض نے اسکے پھول سے لبوں پہ ایک لمبا بوسہ دیا اور کہا۔
خدا نے مجھے دنیا ہی میں حور دے دی تو بے شبہ عرب کا جگمگاتا چاند ہے۔ لبنیٰ شرما گئی۔ ایک ہفتہ اور اسی مقام پر رہ کر لشکر اسلامی نے واپس کوچ کیا۔

ختم شد